www.novelsclubb.com
میرے شام و سحر
از قلم حنا کامران
IG:novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

میرے شام و سحر

از قلم

حنا کامران

www.novelsclubb.com

جب عشق تماشہ ہووے گا

تب جگ بھی سارا دیکھے گا

کسی رات کی رانی کی خاطر

کوئی دن کا راجہ رووے گا

اور رات نگر کے رستے میں

کوئی سانپ ہلکو لے لے وے گا

باغوں میں کھلے گا پھول فقط

گر کانٹا ساتھ نبھاوے گا

پھر اُلٹی ہو نگی مشقیں سب

اور کچھ نہ ہاتھ آوے گا

www.novelsclubb.com

ہمدردی کا پرچار بہت

پر کون جو ساتھ نبھاوے گا

مہر و وفا کا انجام برا

ہر شخص یہی بتلاوے گا

جب روگِ محبت لگ جاوے

چین کہاں پھر آوے گا

بس شور ہی ہو گا نگر نگر

پس سوگ منایا جاوے گا

جب عشق تماشہ ہووے گا

تب جگ بھی سارا دیکھے گا

ٹائروں کے چرچانے کی آواز فضا میں گونج اٹھی۔ان کی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔وجہ وہ بے تحاشہ گاڑیاں تھیں جنہوں نے ان کی کار کو چاروں طرف سے گھیر

لیا تھا. زرین نے حراساں نظروں سے اپنی دلہن بنی بہن کو دیکھا جو ڈرائیور پر برسنے لگی تھی.

"اشرف انکل روک کیوں دی گاڑی؟ چلائیں نا, آپکو نہیں پتا ہمیں پہلے ہی کتنی دیر ہو چکی ہے."

"وہ وہ بی بی جی, سامنے رکاوٹ ہے."

وہ تو بیچارہ پہلے ہی اس کے غصے سے پناہ مانگا تھا. اس تحکم بھرے انداز سے تو گھگھیا کر رہ گیا.

"تو ہارن بجائیں نا, ہٹائیں ان گاڑیوں کو."

کہتے ساتھ ہی اس بے صبری نے آگے جھک کر ہارن پر ہاتھ رکھ دیا.

"آپی مجھے ڈر لگ رہا ہے."

زرین نے کانپتے ہاتھوں سے اس کی کہنی کو دبوچا تھا. اس نے ٹھٹھک کر اپنی نازک دل بہن کو دیکھا اور "کچھ نہیں ہوتا" کہہ کر اس کا سر اپنے شانے پر ٹکا کر تھپکنے لگی

حالانکہ ایک پل کو اس کے دل میں بھی خوف بیٹھا تھا مگر اگلے ہی پل وہ اُس خوف سے آزاد تھی.

ان گاڑیوں سے مصلح افراد نکلے اور ان کی کار کے گرد دائرہ بنا کر کھڑے ہو گئے.

"ان کو تو میں پوچھتی ہوں."

ڈرائیور جب ان سے بات کرنے گیا تو اس کی بات سننے کی بجائے وہ اس کے سر پر بندوق تانے اسے گھٹنوں کے بل بٹھا چکے تھے.

اس سے برداشت نہیں ہوا. زرین کے منع کرنے کے باوجود وہ گاڑی سے اتر چکی تھی.

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ غصے سے پھنکاری.

اس سے پہلے کہ وہ اور کچھ کہتی تیز ہیڈ لائیٹ کے ساتھ بی ایم ڈبلیو وہاں آکر رکی تھی.

مصلح افراد کا دائرہ ٹوٹا اور شوفر تیزی سے گاڑی سے اترا اور مستعدی سے گاڑی کا

www.novelsclubb.com

دروازہ کھولا۔ گرے ڈریس پینٹ اور بلیک چمچماتے ہوئے شوز والا پاؤں باہر نکلا تھا.

وہ لب بھینچے دائرہ توڑے ان افراد کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اب گاڑی سے نکلنے والے اُس شخص کو نظروں کے حصار میں لینے لگی جو چہرے پر تفاخر کے رنگ سجائے گاڑی سے جھک کر نکلا اور اپنے کوٹ کو جھٹک کر سامنے کا بٹن بند کرتا مغرور چال چلتا اس تک آیا.اُس کے ہر قدم میں فتح کا خمار تھا.

"کون ہو تم؟اور ہمارا راستہ کیوں روکا ہے؟"

وہ دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے عمیق نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا.

پیچ اور پنک کلر کے برائیڈل ڈریس میں بلاشبہ وہ حسین لگنے کے ساتھ اسے بری لگی. کیونکہ یہ سنگھار اُس کے لیے نہیں تھا جو کہ ہونا چاہیے تھا.

اُس نے اپنی ریڈش براؤن آنکھوں کو سکیڑ کر اسے دیکھا.پھر ایک معنی خیز سا تبسم اُس کے عنابی لبوں پر آن ٹھیرا.

"کیا تمیں لگتا ہے کہ میں تمارے راستے میں ہو؟ وہ تم ہو جس نے میرے تمام

راستے روکے ہیں."

بھاری گھمبیر آواز اور معنی خیزیت سے کہے گئے اس اجنبی کے جملے اسے تپا گئے. وہ پہلے ہی حال کے لیے لیٹ ہو چکی تھی اُوپر سے یہ بکواس. اس نے مڑ کر زرین کو دیکھا جو سیل کو کان سے ہٹائے نم سہمی نگاہوں سے اسے ہی دیکھے جا رہی تھی. شاید اس نے گھر اطلاع کر دی تھی. گہرا سانس بھرتے ہوئے غصے کو پس پشت ڈال کر وہ واپس اپنی کار کی سمت مڑی. کوئی اور وقت ہوتا تو وہ سامنے کھڑے شخص کو اس کی نانی یاد دلا دیتی لیکن اس وقت نہ ہی موقع ایسا تھا اور نہ ہی اس کا حلیہ.

"آآآآآ...اتنی بھی جلدی کیا ہے, ساتھ چلتے ہیں."

وہ یکدم اس کے سامنے آیا تھا. اس کے اس طرح سامنے آنے سے وہ بری طرح بوکھلائی.

"کیا بکواس ہے یہ؟"

درشتی سے کہتے ہوئے وہ اُسے بہت پیاری لگی.

"بکواس نہیں ہے یہ. I have a wedding gift for you

".beb

مسکرا کر کہتے ہوئے اس کا چہرہ یکدم کرخت ہوا. اس سے پہلے وہ کچھ کہتی سمجھتی, گیلا ٹشو اس کے حواس سلب کر گیا تھا. وہ منٹوں میں ہوش و خرد سے بیگانہ ہوئی تھی.

****

رم جھم بارش کی پھوار پڑ رہی تھی. آسمان کو گہرے سیاہ بادلوں نے گھیرے میں لیا ہوا تھا. کہیں کہیں روئی کے سفید گالوں جیسے بادل بھی ان گدلے بادلوں میں اپنی جگہ بنائے ہوئے تھے. ٹھنڈی خوشگوار ہوا ماحول کو محسور کن کیے ہوئے تھی. ہر کوئی موسم انجوائے کرنے باہر نکلا ہوا تھا. ان بہت سو میں وہ بھی شامل تھی. خوش و خرم چہروں میں بے حد اُداس و ملول سی رین کوٹ پہنے چھوٹے چھوٹے وہ قدم اٹھاتی سر جھکائے چل رہی تھی. خاموشی ورنج کا خول مکمل طور پر اسے خود میں مقید

کیے ہوئے تھا. دنیا ومافیہا سے بیگانی وہ اپنی ہی دھن میں چلے جا رہی تھی. کتنے ہی سائے اس کے آس پاس سے گزر رہے تھے. کتنی ہی آوازیں اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں. لیکن ان تمام ساؤں میں اسی کا سایہ نہیں تھا, ان تمام آوازوں میں اسی کی آواز نہیں تھی.

آنکھوں میں آئی نمی اس نے انگلی سے صاف کی. بارش تھوڑی تیز ہو گئی تھی. بادلوں کی آنکھوں سے زمین پر گرتا ہر قطرہ اسے اپنے دل پر گرتے ہوئے آنسوؤں کی مانند لگ رہا تھا. وہ دل جس کو بری طرح کچلا گیا تھا. جس کی رتی برابر بھی قدر نہیں کی گئی تھی.

www.novelsclubb.com

لفٹ میں داخل ہو کر اس نے تھرڈ فلور کا بٹن پش کیا. لفٹ اپنی منزل کی جانب گامزن تھی. لیکن لفٹ میں کھڑی وہ لڑکی اپنی منزل بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی.

لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی وہ اپنے اپارٹمنٹ کی طرف بڑھی.

اپارٹمنٹ کے چھوٹے سے لاؤنج داخل ہوتے ہی اس نے سلام کیا تھا لیکن وہاں

کوئی ہوتا تو جواب دیتا نا. خود پر خود ہی تضحیک آمیز انداز میں مسکراتی وہ اپنے کمرے میں آئی, رین کوٹ اتار کر اسٹینڈ پر لٹکایا اور کمرے میں موجود واحد کھڑکی کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی. شیشے کی سلائیڈنگ ونڈو اس نے سر کائی تھی. تیز ہوا کا جھونکا اس کے صبیح چہرے کو چھو گیا. اس نے اپنا ایک ہاتھ باہر نکالا. بارش کے ننھے ننھے قطرے اس کے ہاتھ پر چھوٹا سا دریا بنانے لگے. ہوا کے جھونکے کے ساتھ بارش کی پھوار اس کے چہرے کو بھگونے لگی. اُس نے اپنی آنکھیں بند کیں. پلکوں کی باڑ گرتے ہی ایک چہرہ دیے کی طرح دل کی سیاہ دنیا میں روشن ہو گیا.

آہ..... اُداس سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس نے آنکھیں کھول دیں.

"تم کو کیسے بھول جاؤں بازل تمھان! تم نے تو میری روح کو ایسے قید کیا کہ یہ تمہاری محبت کے قفس میں پھڑ پھڑائے بس اب قضا کی منتظر ہے. اسے تو نہ ہی تمہاری بے رخی کی پرواہ ہے اور نہ ہی میرے ضبط کی."

غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائے وہ دل میں اس ہرجائی سے مخاطب تھی.

"تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا بازل تہمان؟" جذبات اس کی آنکھوں سے بہنے لگے.

"کیوں مجھے بیچ بھنور کے چھوڑ دیا؟ تم نے یہ تک نہیں سوچا کہ میرا کیا ہو گا؟" اس کی آواز میں بھراہٹ آ گئی تھی. ایک دکھ اس کی آنکھ سے بہہ رہا تھا اور ایک آسمان کی آنکھ سے. لب کاٹتے ہوئے اس نے گدلے آسمان کی جانب نظریں دوڑائی تھیں.

"میری محبت کی تذلیل کر کے آخر تمہیں مل کیا گیا؟ لیکن میں پھر بھی اللہ سے تمہاری خوشیوں کی دعا کرتی ہو کہ مجھے میری محبت نہیں ملی لیکن تمہیں تمہاری محبت ضرور ملے. آہ قسمت بھی کیسے کیسے کھیل کھیلتی ہے. میرے ساتھ جو ہوا اس کے ذمہ دار تم نہیں شاید میری قسمت ہی تھی. صحیح کہتے ہیں, چاہا جانے والے چاہنے والے سے بہتر ہوتے ہیں."

اس نے بارش میں کیا ہوا ہاتھ واپس کھینچ لیا تھا. ہاتھ میں بنا ہوا ننھا دریا انگلیوں سے

پھسل کر بارش کے پانی میں مدغم ہو کر رہ گیا.

"کاش میں بھی چاہے جانے والوں میں سے ہوتی."

کھڑکی کو اس نے بند کر دیا تھا جیسے قسمت اس پر بند ہوئی.

"اس دنیا میں نہ سہی تو کیا ہوا ابازل تہمان! روز محشر تو تم سے ملاقات ہو گی نا. تب تم سے پوچھوں گی آخر کیوں تم نے مجھ کو ٹھکرایا؟ کیوں میری محبت کو رد کیا؟ کیوں مجھے زمانے کی تپتی دھوپ میں بنا چادر کے جھلسنے کیلئے چھوڑ دیا؟"

"آخر کیوں؟"

****

www.novelsclubb.com

بڑی ساری ریوالونگ چیئر میں دھنسا وہ اس پری وش کا چہرہ دیکھنے میں مگن تھا جس نے اس کے دل کی دنیا کو زیر و بم کر دیا تھا. پر تعیش بلیک و گرے کمبینیشن کا آفس سیاہ فرنیچر سے سجا مکین کے سیاہ رنگ سے لگاوٹ کا امین تھا. اے سی کی ٹھنڈی ہوا اس کی صبیح پیشانی کو بڑا لطف پہنچا رہی تھی. وہ اپنی ریڈش براؤن آنکھوں کو اس کی

سیاہ گہری آنکھوں میں گما چکا تھا. جب سرفراز ڈور ناک کرتا ہوا اجازت کا منتظر تھا.

بازل نے ناگواریت سے فون نیچے رکھا اور اسے اندر آنے کی اجازت دی.

چکنے ٹھنڈے فرش پر پاؤں جماتا وہ محتاط انداز میں دروازہ بند کرتا اندر آیا تھا. اور مؤدب سا اس کے سامنے کھڑا ہو گیا جس کے لب آپس میں پیوست تھے اور آئی برو سوالیہ انداز میں اچکی ہوئی تھیں کہ کہو جو کہنے آئے ہو.

"سر! وہ اس بار بھی جومال خاکوانی کی طرف سے آیا ہے اس میں ضرورت سے زیادہ ملاوٹ کی گئی ہے. میں اس پر ایکشن لیا تو اب وہ ہمیں باقی مال دینے سے منع کر رہا ہے. اوپر سے جو ایڈوانس اس نے لیا ہے اسے بھی ضبط کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے."

سرفراز کی بات کو بڑے تحمل سے اس نے سنا تھا. پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا. کوٹ اتار کر کرسی کی پشت پر رکھا. نیوی بلیو ویسٹ کوٹ کے نیچے چھپی براؤن ٹائی کو درست کرتے ہوئے سن گلاسز لگائے اور سیل فون اٹھاتا وہ دھپ دھپ اپنے روم سے باہر

نکلا سرفراز نے بھاگ کر اس کے لیے دروازہ کھولا۔اس کے باہر آتے ہی پیون چوکنا ہو کر کھڑا ہوا تھا۔اس نے جلدی سے لفٹ کا بٹن دبایا۔جب تک بازل وہاں پہنچا لفٹ کھل چکی تھی۔ شیشے کی لفٹ میں وہ جا کر کھڑا ہوا۔سرفراز نے ڈرائیور کو گاڑی ریڈی کرنے کو کہا۔ شیشے کی لفٹ میں سے اس نے اپنے ڈھیر سارے ورکرز کو کام کرتے ہوئے دیکھا جو اس کی شبیہہ کو دیکھ کر اور مستعدی سے اپنے کام میں جت گئے، الرٹ ہو گئے۔

وہ ورکنگ ایریا میں آیا۔ گڈنون کی آوازیں چاروں جانب سے آنے لگیں۔اس نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو منع کیا۔یکدم خاموشی چھا گئی۔وہ ناک کی سیدھ میں چلتا اپنے لیے کھولے گئے دروازے سے باہر نکلا اور بی ایم ڈبلیو میں جا کر بیٹھ گیا۔

گاڑی ایک عام سے آفس کے باہر آ کر رکی تھی۔وہ اپنی مخصوص چال چلتا پتھروں سے بنے آفس میں آیا اور ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر خاکوانی کا انتظار کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"سر آپ کیا لیں گے چائے یا کافی؟"

چہرے پر ضرورت سے زیادہ میک اپ لگائے خاکوانی کی سیکرٹری جو اسے اس کمرے میں بٹھا کر گئی تھی لبوں پر مسکان سجائے اس سے پوچھ رہی تھی.

"اورنج جوس." "مصروف سے انداز میں اس نے سیل پر نظریں جماتے ہوئے کہا.

"اوکے سر! باس ابھی آتے ہی ہیں."

پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ وہ اسے کہہ کر دیکھنے لگی تھی.

کسرتی جسم, سرخ و سفید رنگت, بھر بھرے گلابی و بھورے ہونٹ, ریڈش براؤن آنکھیں, سیاہ بال, ہلکی ہلکی داڑھی اور اس میں چھپے ڈمپل, چھے فٹ سے نکلتا قد, چوڑی پیشانی اور اس پر قبضہ جماتی ہلکی ہلکی تیوریاں, آنکھوں و چہرے پر ٹھیری سرد سی سنجیدگی. وہ بلاشبہ ٹھٹھکا دینے والا ایک پرکشش مرد تھا. وہ بے خود سی اسے تکتی گئی. بازل نے نظریں اٹھا کر ناگواریت سے اسے دیکھا. وہ بری طرح سٹپٹا گئی.

"وہ.....وہ..... سسس... سوری سر."

ایک سیکنڈ سے پہلے وہ کمرے سے بھاگی تھی.

"نان سینس." وہ بڑبڑایا.

دو منٹ میں اورنج جوس اس کے سامنے ٹیبل پر رکھ کر وہ اس کی نظروں سے خائف ہوتی ہوئی باہر چلی گئی تھی. وہ ابھی میسج ہی ٹائپ کر رہا تھا جب خاکوانی کمرے کے دروازے میں ابھرا.

"زہے نصیب, آج قسمت کیسے ہمارے در پر موجود ہے." اٹھاون سالہ شخص نے اس سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا جبکہ گھبراہٹ اس کے چہرے پر واضح پھیلی ہوئی تھی.

"آں مسٹر عبدالوہاب خاکوانی."

اس نے سیل فون سے نظریں اٹھا کر طنزیہ لہجے میں کہا.

"کیسے ہیں آپ؟ میں بازل تہمان."

بھرپور سنجیدگی سے کہہ کر اس نے خاکوانی کا بڑھا ہوا ہاتھ تھاما تھا.

www.novelsclubb.com

"غالباً آپ نے مجھے پہچان لیا.... نہیں؟"

خاکوانی کھسیا کر رہ گیا.

"کمال کرتے ہیں سر, آپ کو کون نہیں جانتا." وہ اپنے لبوں کو تر کرتے ہوئے بولا تھا.

"تو پھر دعا کریں میں کوئی کمال نہ ہی کروں. کیونکہ یہ آپ کے لیے بہتر ہے. نہیں!"

سرد جماد دینے والی آواز سے کہہ کر وہ اس کے منجمند وجود کو دیکھنے لگا.

"سر! وہ دراصل جتنے بھی مال میں ملاوٹ ہوئی ہے وہ میں نے ورکرز کو واپس لانے کو کہہ دیا ہے. کل تک ملاوٹ سے پاک سیمنٹ اور بجری آپ تک پہنچ جائے گی. اور پچھلا جتنا بھی نقصان ہوا اس کی بھی بھرپائے جلد از جلد کر دی جائے گی."

بازل تہمان سے دشمنی مطلب اپنی قسمت سے دشمنی تھی. وہ شیر کی کچھار میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا تبھی اس کی ڈھکی چھپی دھمکی سن کر سیدھا لائن پر آیا. بازل کے

لبوں پر ہلکا سا خم ابھرا۔ آنکھوں کی سختی برقرار رکھے وہ مستحکم لہجے میں بولا۔

"ملاوٹ نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔ آئی جسٹ ہیٹ ملاوٹ, ملاوٹی لوگ, ملاوٹی چیزیں اور ملاوٹی رشتوں کی میری لائف میں کوئی جگہ نہیں۔ کانٹریکٹ بھی میرے لیے رشتے کی طرح ہی ہے جس میں ملاوٹ مجھے قطعی پسند نہیں۔ میں مخلص ہوں تو تمہیں بھی مخلص رہنا پڑے گا۔ دس از دی لاسٹ چانس فار یو۔ سیکنڈ میں دیا نہیں کرتا کیونکہ پھر میں کیا کرتا ہوں اور جو میں کرتا ہوں نا۔"

اس نے کھڑے ہو کر اس کا کالر جھاڑ کر درست کیا۔

"وہ۔" اس نے ڈرامائی وقفہ لیا۔

"چلو چھوڑو وہ تمہیں کر کے دکھاؤنگا زیادہ مزا آئے گا۔ ہمم۔"

اس کا سینہ تھپتھپا کر مڑا پھر واپس پلٹا ایک سپ جوس کا لے کر اس کے پسینے چھڑواتا وہاں سے چلا گیا۔ ابھی وہ گاڑی میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ اس کا سیل فون بجنے لگا۔

سکرین پر نظر پڑتے ہی اس کا چہرہ شگوفوں مانند کھل اٹھا۔ صوفی کالنگ, اس نے

www.novelsclubb.com

جھٹ سے کال اٹینڈ کی.

"اسلام علیکم, بابا کی جان کیسا ہے میرا بیٹا؟ ٹھیک ہو؟ پتا ہے بابا نے آپ کو کتنا مس کیا."

شیریں لہجے میں محبت سموئے وہ بے چینی کی حد تک اس کی آواز سننے کے لیے تڑپ رہا تھا. کتنا عرصہ ہوا اپنی جان کی آواز سنے ہوئے.

"ششش, آہستہ بابا, ممی نے سن لیا تو ناراض ہو نگی."

سلام کا جواب دیتے وہ سرگوشی میں بولی تھی. جیسے وہ چھپ کر بات کر رہی ہو. بازل کے دل پر ہاتھ پڑا. سارا جوش پل میں ضائع ہوا.

"اور ممی تو کیا میں بھی آپ سے ناراض ہوں بابا. کیا آپ کو میری یاد نہیں آئی. پہلے تو آپ کہتے تھے کہ صوفی جب جب مجھے مس کرے گی میں دوڑا چلا آؤں گا. آپ آتے بھی تھے پر اس بار کیا ہوا, میں نے آپ کو کتنا یاد کیا پر آپ نہیں آئے. کیوں بابا؟"

وہ اس کی خفا خفا سی معصوم آواز پر پھیکا سا مسکرایا. بے اختیار دل کو سرزنش کی جسکی خاطر وہ اپنے اتنے عزیز رشتوں سے دور ہو گیا تھا.

"سوری جان, بابا جلد ہی آپ سے ملیں گے. اب آپ جلدی سے بیڈ کے نیچے سے نکلو ورنہ سنیزنگ سٹارٹ ہو جائے گی آپ کو."

صوفی کو ڈسٹ الرجی تھی تبھی وہ متفکر سا بولا.

"اوکے بابا! ٹیک کیئر, آپ جلدی سے ممی سے پیچ اپ کر کے واپس آ جائیں. وہ بہت اپ سیٹ ہیں, آپ کے بغیر اور میں بھی آپ کو بہت مس کرتی ہوں. لو یو بابا. مووہا."

اس نے کال ڈسکنیکٹ کی اور آنکھیں موند کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا. تو آج واقعی طے ہوا. طلسہ امام بازل تہمان کا دل چرا کر تم نے اسے اس کے اپنوں سے دور کر دیا. وہ اپنے جن میں کبھی اس کی جان بستی تھی, آج تم نے اس کی جان کو اپنے دل میں قید کر لیا.

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کتنا ظلم کیا نا تم نے.

....

"ہیلو مسٹر واجد! آپ میرے کیبن میں آیئے گا پلیز."

فون کے رسیور میں بریا کی آواز ابھری تھی.

"یس میم."دوسری جانب سے مؤدب انداز میں کہا گیا.

ابھی واجد اس سے فائل لے کر نکل ہی رہا تھا جب "میں اندر آجاؤں کی آواز اس کے کیبن کے دروازے پر ابھری. بریا نے سر اٹھا کر دیکھا۔سامنے وجدان انکل کھڑے تھے۔وہ فوراً بولی۔

"ارے انکل! پوچھ کیوں رہے ہیں آئیں نا اینڈ تھینک گاڈ، آپ آگئے ورنہ میں آپ کے پاس ہی آرہی تھی۔ایکچوئلی ان فائلز میں سے کچھ پوائنٹس کے مطعلق آپ کی رائے چاہیے تھی۔"

اس نے سامنے پڑی فائلز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

www.novelsclubb.com

"کیوں نہیں بیٹا، دکھاؤ۔" وجدان مرتضیٰ نے خوشدلی سے کہا تھا۔

اپنے پاپا کی کمپنی بریا نے دس ماہ پہلے ہی جوائن کی تھی اس لیے بزنس کے اتار چڑھاؤ ابھی سیکھ رہی تھی۔ وجدان مرتضیٰ اس کے پاپا کے بہت گہرے کالج کے زمانے کے دوست تھے۔ ان کا ایک اکلوتا بیٹا خان مرتضیٰ تھا۔ جو اپنی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد اپنے پاپا کی کمپنی جوائن کر چکا تھا۔ خان مرتضیٰ کی بریا کے ساتھ بہت گہری دوستی ہوگئی تھی۔ اس کی ایک وجہ بازل تمہان بھی تھا۔ کیونکہ بازل تمہان کے ٹھکرانے کے بعد جن دنوں بریا سخت ڈپریشن کا شکار تھی ان دنوں خان کا قیام پاکستان میں تھا۔ اس نے ہی بریا کی بہت ذہنی مدد کی تھی اور ڈپریشن ختم کرنے میں اس کے ساتھ ساتھ رہا تھا جس میں اس کی مخلص دوستی اور اخلاق کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

یہ خان ہی تھا جس نے اس کے پاپا کو سارا کاروبار پاکستان سے وائنڈ اپ کر کے دوبئی شفٹ کرنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے مان بھی لیا تھا یوں ان لوگوں کی پاٹنر

شب بھی ہو گئی تھی۔

ماحول اور جگہ چینج کرنے سے بریا کی زندگی میں ٹھراؤ تو آ گیا تھا لیکن بازل تیمان کی فراق میں اس کی کیا حالت تھی وہ تو صرف بریا کا دل جانتا تھا یا اس کا اللہ۔

****

اس کے پپوٹے شدید بھاری ہو رہے تھے۔ اتنے کہ انہیں کھولنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ درد کی شدت سے سر پھٹا جا رہا تھا۔ وجود بے جان سا لگ رہا تھا۔ حواس بیدار ہوتے ہی اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگی تھیں۔ آنکھوں میں شدید بھاری پن تھا۔ دھندلائی نظر سے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس نے بمشکل اپنی گردن دائیں جانب موڑی تھی۔ ایک منٹ تک اپنی برابر والی سیٹ پر بیٹھے شخص کو خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی جو آنکھوں پر بغیر فریم والا چشمہ لگائے "Un spoken feelings of a gentleman" پڑھ رہا تھا۔ اسے بیدار ہوتا دیکھ وہ اس کی اور مڑا مسکراتے ہوئے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

"We are in the flight,have a sweet dreamy
"sleep dear Talsa

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی سمجھتی پھر سے وہی بو اس کی ناک سے ٹکرائی تھی۔

اور ایک بار پھر وہ حواس کھو گئی۔

****

گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے نمبر ڈائل کیا تھا۔رنگ جا رہی تھی۔ہر جاتی رنگ کے ساتھ اس کا دل ڈوب کر ابھر رہا تھا۔بازل نے لب کچلنے شروع کیے۔یہ اس کے اضطراب کی انتہا تھی۔فون نہیں اٹھایا گیا۔اس نے سختی سے دانت پر دانت جمائے ایسے کہ اس کی دماغ کی نسیں ابھرنے لگیں۔آنکھیں بند کر کے کھولتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سے کال ملائی تھی۔بیل جا رہی تھی۔ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔چار چو تھی بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔دونوں طرف خاموشی تھی۔ گہری جامد خاموشی۔دو منٹ کی جان لیوا طویل خاموشی کو بازل کی بھاری گھمبیر

آواز نے توڑا تھا۔

"اسلام علیکم ! کیسی ہیں آپ؟" دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی پھر جواب دیا گیا۔

'ٹھیک ہوں۔" مختصر جواب۔

بازل لب بھینچتا ہوا ونڈو کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ باہر دوڑتی زندگی اس کی آنکھوں کی ویرانیوں کو کم کرنے کے لیے ناکافی تھی۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کس بیس پر آپ نے صوفی کو مجھ سے بات کرنے سے منع کیا ہے؟" اس کی لہجے میں ہلکی سی خفگی کی جھلک تھی۔ ادھر اُدھر کی بات کرنے کی بجائے وہ ڈائیریکٹ موضوع پر آیا تھا۔

"کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی، صوفی کے ذہن پر کچھ غلط اثر پڑے۔"

ان لفظوں نے گویا اس کے تن بدن میں آگ لگادی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز تیز ہوئی۔

"مت بھولیں کہ وہ میری بھی بیٹی ہے اور آپ اس کو مجھ سے بات کرنے سے منع نہیں کر سکتیں۔" وہ دبے دبے غصے میں چلایا تھا۔ بازل کے چلانے پر ان کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے۔

"میں نہیں بھولی ہوں کہ صوفی تمہاری بھی بیٹی ہے بازل تہمان! تم اتنا بدل جاؤ گے میں نے سوچا نہ تھا۔"

رندھی آواز پر بازل کے دل پر مکا پڑا تھا۔ ہابی کا رونا ہی تو اس سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔

"میں نہیں بدلا ہوں ہابی اور آپ کو لگتا ہے میں بدل سکتا ہوں۔" اس کے لہجے میں شکایت ہی شکایت تھی۔ "اور پلیز، آپ رونا بند کریں۔ آپ جانتی ہیں یہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔"

ہابی اس کے اعتراف پر اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئیں۔ وہ کتنا سنجیدہ انسان تھا۔ کم گو چھپا چھپا سا اپنی فیلنگز دل کے مقفل خانوں میں قید کر کے رکھنے والا۔

بہت کم ہی اعتراف اس کی زبان کی نوک پر آتا تھا اور جب بھی آتا تھا ہابی کیلیئے آتا تھا یا پھر صوفی کیلیئے۔ سب کیلیئے بولنے والا کنجوس بازل صوفی کیلیئے کھلے دل کا مالک ثابت ہوتا تھا۔ اعترافِ محبت، کھیل کود، مستی مزاق، ہنسنا نان سٹاپ بولنا صرف صوفی کیلیئے تھا۔ وہ دن میں ہزار بار کہتا تھا کہ اسے اس سے محبت ہے اور اس میں اس کی جان بستی ہے لیکن مہینوں میں وہ ہابی سے اعتراف کرتا تھا اور جب کرتا تھا ہابی کے دل میں انبساط کی لہر دوڑا دیتا تھا۔ اپنا آپ بہت قیمتی سا محسوس ہوتا تھا۔ ہوتا ہے نا کہ جن سے محبت ہو، جب وہ اعتراف کریں تو شادمانی و مسرت ہر جگہ ڈیرہ جمانے لگتی ہے۔ اپنی محبت کی شدتوں کو عمل سے دکھانے والے جب منہ سے بولتے ہیں نا تو یوں ہی دل بھر بھر جاتا ہے۔

"ٹھیک ہیں روتی رہیں لیکن ایک بات یاد رکھیں، آپ کی آنکھوں سے گرنے والا ہر قطرہ میرے دل پر گر کر اسے جلا رہا ہے اور اس کی جلن اتنی شدید ہے کہ دل میں بھرتے دھوئیں کی سبب میری سانسیں اٹکنے لگی ہیں۔"

مدھم آواز میں کہہ کر وہ انہیں ساکت کر گیا۔

"اگر اتنی ہی پرواہ ہے میری تو مت جوڑو اس کے ساتھ رشتہ، نکال دو اسے ہم لوگوں کی زندگی سے۔"

ہابی کی بات بڑے ضبط کے ساتھ اس نے برداشت کی تھی لہجے کو متوازن کر کے بولا۔

"اسلام میں تو چار کی اجازت ہے ہابی اور میں تو ابھی۔۔۔۔"

ہابی نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

"اجازت ہے مگر طریقے کی شادی کی۔"

"ہابی مجھے فضول کی بحث میں نہیں پڑنا، بس اب آئندہ صوفی سے متعلق کوئی بات نہ سنوں میں جو میری برداشت سے باہر ہو پلیز۔"

اس نے بات ختم کرنا ہی مناسب سمجھا تھا۔وہ اپنے اور ہابی کے بیچ حائل تلخی کی دیوار کو جلد از جلد گرانا چاہتا تھا جو کہ اس موضوع سے چٹان کی طرح کھڑی ہو سکتی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔

"ہاں اب تمہیں ہماری باتیں فضول ہی لگیں گی۔"

ہابی کے آنسوں پھر سے شروع ہو چکے تھے۔ بازل نے بے بسی سے موبائل کی طرف دیکھا۔

"خیر تمہیں نئی زندگی مبارک ہو، خوش رہنا، رہی صوفی کی بات تو اس کی سمر وکیشنز شروع ہوتے ہی میں اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گی۔"

اللہ حافظ کے ساتھ ہی ہابی نے فون بند کر دیا تھا۔

****

وہ کرسی سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ دل پھر سے اس ظالم کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ بوجھل پن پر آنسوں نکل کر گالوں کو بھگونے لگے تھے۔

اس سے پہلے وہ پھر سے دل برداشتہ ہو کر ضبط کھو جاتی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔ بریانے جلدی سے خود کو سنبھالا۔

www.novelsclubb.com

"مس اپ سیٹ، تمہیں کیا معاف ہے کسی کا فون اٹھانا۔"

خان جھنجھلاتا ہوا اندر آیا تھا۔

"کیا مطلب؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ فون چیک کرواپنا، پچاس کالز کر چکا ہوں اور سو میسجز مگر مجال ہے ایک بھی جواب آیا ہو۔"

وہ کیبن میں موجود صوفے پر دھڑام سے گرنے والے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔ بریا نے اس کے کہتے ہی اپنا موبائل اٹھایا اور پھر شرمندگی سے بولی۔

"وہ سائلنٹ پر تھا اس لیے پتا نہیں چلا۔"

"تم نے پھر سائلنٹ پر لگا دیا" خان نے بے یقینی سے پوچھا۔ کیونکہ فون کی ٹیون آن کرتے ہوئے اس نے بریا کو لاسٹ وارننگ دی تھی کہ اب وہ دوبارہ اسے سائلنٹ پر نہیں لگائے گی اور یہ کام تو وہ بیچارہ تقریباً ہر روز ہی کیا کرتا تھا۔

"تم نا ایک کام کرو فون رکھنا ہی چھوڑ دو تا کہ ہم جیسے بیچارے جو تمہیں دن میں

دس بار فون کرتے ہیں اور تم اٹھاتی نہیں ہو کم از کم اس خواری سے تو بچ جائیں گے۔" وہ زچ ہو کر بولا تھا۔

"ہے نا۔ میں بھی یہ ہی سوچ رہی تھی۔" بریانے اسے چڑانے والے انداز میں کہا۔

خان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہ "تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا" والے انداز میں اس کے قریب آیا۔ موبائل اٹھا کر رنگ ٹیون آن کی اور روز کا وہی گھسا پٹا ڈائیلاگ بولنے لگا۔

"اگر اب تم نے ٹیون بند کی تو۔۔۔" ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ بریانے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"کال کیوں کر رہے تھے؟"

"ارے ہاں دیکھو تمہارے چکر میں بھول ہی گیا میں لنچ کیا تم نے؟"

خان کے پوچھنے پر بریانے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مجھے پتا تھا اب جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹو اور دو منٹ میں نیچے آؤ اور یاد رکھنا بل

www.novelsclubb.com

تم پے کرو گی۔"

جاتے جاتے اس نے شرارت سے کہا تھا۔پہلے وہ اسی نیت سے آیا تھا کہ وہ لوگ آرڈر کر لیں گے مگر بری کی آنکھوں کی سرخی سے وہ جان گیا کہ وہ اس سمے کس قدر تکلیف میں ہے اور بریا کی ہی تکلیف تو تھی جو اس سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔وہ اپنی اتنی پیاری دوست کو کیسے اداس دیکھ سکتا تھا بھلا.

****

کانوں میں مدھم مدھم سے گیت کی آوازیں آرہی تھی۔ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے اس کے وجود پر سرسراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔سر میں درد کی شدت کم معلوم ہوتی تھی۔آنکھوں کا بھاری پن بھی پہلے سے بہت کم تھا۔ہوش میں آتے ہی بہت خوبصورت سوندھی سی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ آنکھیں کھولے بنا ہی اس کے ماتھے پر تیوریاں ابھریں۔آہستہ آہستہ اس نے پلکوں کی باڑیں اٹھانا شروع کیں۔بڑے سے آئینے میں اسے خود کا وجود نظر آنے لگا۔اس

نے آنکھیں میچ کر پھر سے کھولیں۔دھند لکا چھٹا وہ خود کو لیٹے ہوئے شیشے میں دیکھنے لگی۔

بیڈ کی چھت پر نصب شیشہ چاروں اور سے زرد لائٹس و پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے پھولوں سے سجا تھا۔وہ اٹھ کر بیٹھی جس میں اس کا عکس بالکل واضح تھا. شیشے سے ہٹ کر اس کی نظریں کمرے کا احاطہ کرنے لگیں۔

بیڈ کی چھت ان چار تھموں کی وجہ سے کھڑی تھی جو لکڑی کے بنے تھے۔اور جن کا ڈیزائن ٹیڑھا تھا۔لکڑی کے تھمز پر زرد لائٹس کی بیلیں لگی تھیں جو کہ اس وقت جل رہی تھیں۔

پورا کمرا لکڑی سے بنا تھا۔دیواریں،دروازے،کبڈ سب لکڑی کا تھا۔کمرے کی شہتیر والی چھت پر بڑے بڑے شیشے کے بلب لگے تھے جن میں زرد لائٹس اور افشاں بھری تھی جو کہ اس وقت جل کر کمرے کو خوابناک بنا رہے تھے۔سامنے والی دیوار پر دروازے کے ساتھ بڑی ساری ایل ای ڈی نصب تھی۔اس کے دائیں

جانب کبڈ کے ساتھ ڈریسنگ ٹیبل تھی جس کا شیشہ بیڈ کے شیشے کی طرح ہی سجا تھا۔

ڈریسنگ کے ساتھ ہی واش روم کا دروازہ تھا۔جبکہ کمرے کے بائیں جانب صوفے سیٹ کے ساتھ بھاری کرٹینز دیوار پر گرے تھے۔پورا کمرا براون لکڑی سے بنا تھا جبکہ بیڈ شیٹ، رگز، صوفہ فلفلی بلی کے کھال جیسے سفید اور باریک پروں والے نرم تھے۔حتیٰ کہ پردے بھی بلی کے کھال جیسے تھے۔

کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈال کر وہ اپنا ہاتھ سر تک لے جانے لگی کہ ٹھٹھک گئی۔اس کی انگلیاں مہندی کے ڈیزائن سے سجی تھیں۔اس نے جلدی سے ہاتھ سے سیدھے کیے۔ہتھیلیاں خالی تھیں اور انگلیاں سرخ رنگ میں رنگیں اس کے وجود کو دھکا لگا گئی تھیں۔

وہ مہندی نہیں لگاتی تھی اسے پسند ہی نہیں تو پھر یہ مہندی۔سن دماغ نے کام کرنا شروع کیا تو اسے آہستہ آہستہ سب یاد آتا گیا۔اس کی شادی، پارلر سے نکلنا گاڑیوں

کا ان کا راستہ روکنا، پھر اس انجان آدمی کا آنا اور پھر وہ تلخ کلامی اور ہوش و خرد سے بیگانہ ہونا۔

"My God i am kidnapped"

سر پکڑتے ہوئے اس نے آنکھیں میچی تھیں۔"زرین"اس کے دماغ نے جھماکا کیا وہ فوراً بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

"زرین کہاں ہے؟وہ تو میرے ساتھ ہی تھی۔"سوچتے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ ناب کے گھومنے پر وہیں رک گئی۔دروازہ کھلا اور ایک ستائیس اٹھائیس سالہ لڑکی مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

".Hello mam good after noon"

چہکتی آواز کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔طلسہ لب بھینچے اس فرانسیسی لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو جگ سے جوس گلاس میں انڈیل رہی تھی۔وہ اس کے قریب آئی اور اس کا بازو دبوچتے ہوئے دبے دبے لہجے میں

غرائی۔

"میں کہاں ہوں؟ یہ کونسی جگہ ہے؟اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟اور میری بہن،وہ کدھر ہے؟"

"میم !آپ یہ جوس پی لیں۔میں سر کو بھیجتی ہوں۔"

آرام سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے وہ سپیڈ سے دروازے کی جانب لپکی تھی۔اس سے پہلے کہ طلسہ اس تک پہنچتی وہ دروازہ لاک کر گئی۔طلسہ دروازے کی جانب بڑھی اور زور آزمائی کرنے لگی۔ناب کو پوری قوت سے اس نے ہلا ڈالا تھا مگر دروازہ نہ کھلا۔زوردار ٹھوکر دروازے کو مار کر وہ ونڈو کی جانب بڑھی۔ایک جھٹکے سے پردے کھینچ کر ہٹائے۔دیوار گیر شیشے کی ونڈو بھی لاکڈ تھی۔ جھنجھلاتے ہوئے وہ پھر دروازے کی جانب بڑھی اور اسے پیٹنا شروع کر دیا۔

"کھولو دروازہ،کھولو۔پلیز۔"وہ حلق کے بل چلائی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ اور زور آزمائی کرتی ناب کے گھومنے پر جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی۔کلک کی آواز کے

ساتھ دروازہ کھلا اور وہی شخص لبوں پر مسکراہٹ بکھیرے اس کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا۔

"کون ہو تم؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ اور میری بہن کہاں ہے؟"

اس کے چہرے کو پہچانتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں شروع ہو گئی تھی۔ بازل نے مڑ کر ڈور بند کیا اور دو قدم چلتا اس تک آیا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ڈئیر پوری زندگی پڑی ہے ایک دوسرے کو جاننے کیلیئے، تھوڑا مائنڈ کو تو ریلیکس کرو۔"

ڈریس پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ تھوڑا سا اس کی طرف جھک کر بولا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یو بلڈی۔" جھٹکے سے پیچھے ہوتے ہوئے اس نے گالی منہ میں ہی دبالی تھی۔ بازل اس کے پاس سے نکلتا ہوا صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ صوفے کی پشت پر پھیلے تھے۔ بڑی گہری نظروں سے وہ اس "Thief of heart" کو دیکھنے لگا جس نے اس کے دل کو چرا کر اسے لاچار کر

دیا تھا۔

اس کی نظریں اس کے سراپے پر تھیں۔گہری سیاہ جھیل سی غلافی آنکھیں، تیکھی ناک بھرے بھرے گال، گلابی پنکھڑیوں سے ہونٹ، سفید و گلابی رنگت، لمبے سیاہ کمر سے نیچے جاتے بال اور اس کے حسن کو چار چاند لگاتا تھوڑی پر پڑا ڈمپل، پانچ فٹ اور آٹھ انچ سے نکلتا قد۔آسمانی رنگ کی شلوار قمیض پر کھلے بالوں اور ستے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ بازل کو مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔طلسہ کو بازل کا مسکرانا بہت بری طرح کھلا تھا۔اس کے اس طرح دیکھنے پر وہ تنک ہی تو گئی تھی۔

"اب اگر تمہاری گھٹیا آنکھوں کی ٹھنڈک پوری ہو گئی ہو تو بتانا پسند کرو گے کہ کون ہو تم؟اور میری بہن کدھر ہے؟مجھے یہاں کیوں لایا گیا۔"

اس کے تنک کر کہنے پر بازل نے لمحے بھر کو اسے دیکھا پھر نارمل لہجے میں وقفہ لیکر بولا۔

"ویل سوال تو اچھے ہیں لیکن اگر میں ان کا جواب نہ دوں تو؟

ٹانگ کو جھلاتے ہوئے وہ اس بپھری حسینہ کو اور آگ بگولہ کر گیا۔

"دیکھو، بکواس بند کرو اور بتاؤ میری بہن کہاں ہے؟"

"بکواس" لفظ پر بازل نے آنکھیں سکیڑی تھیں۔

"ہم تو یعنی تمہیں جاننا ہی جننا ہے۔" اس نے پاؤں کو نیچے کیا اور دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بنا کر آگے کو جھک کر بیٹھا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو مجھ سے؟"

"زیادہ کچھ نہیں صرف ایک کانٹریکٹ۔"

"کیسا کانٹریکٹ؟"

طلسہ کے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں بازل مبہم سا مسکرایا۔

"لائف ٹائم کانٹریکٹ، تمہاری لینگوج میں نکاح۔"

طلسہ کے تو گویا ان لفظوں پر چھت سر پر گری تھی۔

"کیا بکواس ہے یہ ہوش میں تو ہو تم، کیا کہہ رہے ہو میری شادی تو۔۔۔"

کہتے کہتے وہ یکدم رکی تھی۔اس کی تو شادی ہونے والی تھی صہیب کے ساتھ اور وہ یہاں ہے تو یعنی شادی نہیں ہوئی؟ مطلب بدنامی ورسوائی، شرمندگی و ندامت۔اسے اپنے پاپا کی جھکی نظریں دکھنے لگیں۔ماما کا روتا ہوا چہرا نظر آنے لگا۔ لوگوں کی باتیں طرح طرح کے الزمات، چہ میگوئیاں، خاندان کے لوگ اور صہیب، اس کا کیا ری ایکشن ہو گا۔وہ سیاہ فیوچر کو سوچ کر کپکپانے لگی۔وہ سب برداشت کر سکتی تھی لیکن اپنے پاپا ماما کی انسلٹ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

بازل بڑے غور سے اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔لوہا گرم تھا اور نے صحیح اثر کرنا تھا سو اس نے وار کیا۔

"نکاح کرنا ہو گا تمہیں مجھ سے اگر ایسا کرو گی تو تمہاری بہن صحیح سلامت گھر پہنچ جائے گی دوسری صورت میں مجھے تمہیں ایسے ہی رکھنے میں کوئی پرابلم نہیں ہے اور زرین کو عبد کو دینے میں۔"اس نے اپنے دوست کا حوالہ دیا.

"اب فیصلہ تمہارا ہے اور میں جانتا ہوں تم زیادہ ذہین ہو اپنا نہ سہی اپنی بہن کا تمہیں

www.novelsclubb.com

بہت خیال ہے۔"

بازل کی دھمکی اس کا چہرہ سرخ کر گیا۔

"سوچ لو تم دونوں گھر سے دور ہو کیا بیت رہی ہو گی تمہارے گھر والوں کے دل پر۔"

طلسہ کے دل میں آگ لگی۔وہ جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھی اور اس کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔

"بکواس بند کرو اپنی اور اگر اب اپنی گندی زبان سے میری بہن کا نام لیا تو اچھا نہیں ہو گا۔اکیلی ہوں تو کمزور مت سمجھو مجھے۔تم جانتے نہیں میری پہنچ کہاں تک ہے۔"

بازل نے اپنی آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں ڈبائیں اور غصے کو پس پشت ڈال کر بولا۔

"جانتا ہو تمہاری پہنچ بہت اونچی ہے یہ تو وہاں تک چلی جاتی ہے جہاں عام انسان کی

رسائی تک نہیں۔ تم تو پتھر میں سوراخ کردو۔"اس کا اشارہ اپنے دل کی طرف تھا۔

"اب دیکھو خود تم میرے اتنے نزدیک ہو، ہاتھ ہٹالو ورنہ میں نے ہٹائے تو بولو گی چھونے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہوں۔"

طلسہ نے ایک جھٹکے سے اس کا کالر چھوڑا تھا۔ بازل اسے درست کرتا اس کے مقابل آکر کھڑا ہوا۔

"دیکھو، نہ میں تمہیں جانتی ہوں اور نہ ہی میری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی ہے۔ پلیز مجھے اور میری بہن کو جانے دو۔"اب کی بار وہ نرم پڑتے ہوئے منتوں پر اتر آئی تھی کہ اس کے علاوہ اب کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

"ایکچوئلی! اگر آپ میری بات مان لیں تو میں آپ کی بہن کو جانے دونگا ورنہ۔۔۔"

ورنہ کہہ کر اس نے کاندھے اچکائے تھے۔ طلسہ کے اندر شعلیں بھڑکنے لگے۔ اتنی

بے بس تو وہ آج سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔

"تم ایک نہایت خبیث اور ڈھیٹ انسان ہو۔ نفرت ہو رہی ہے مجھے تم سے۔" اس کی طرف نفرت سے دیکھتے ہوئے وہ زہر خند لہجے میں بولی تھی۔ اس کی بد تمیزی پر بازل کے کان سرخ ہوئے تھے وہ اس سر پھری لڑکی کو ایک سیکنڈ میں درست کر سکتا تھا لیکن اس وقت اسے تحمل کے ساتھ ساتھ صبر کی ضرورت تھی جو کہ وہ کر رہا تھا تبھی اس کی تلخی کو نظر انداز کر کے تحمل سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"اب جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں کیا کر سکتے ہیں اور ہاں۔۔۔"

وہ جاتے جاتے پلٹا۔

"اچھے سے تیار ہونا ہمم...."

"Don't waste your precious time baby"

یہ کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے لفظوں نے طلسہ کا غصہ و بے بسی سے برا حال کر دیا۔ مٹھیاں بھینچ کر آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ وہ نیچے بیٹھتی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چلی گئی۔

****

مطلع صاف ہو چکا تھا۔ کئی دنوں کی جاری بارش اب مکمل طور پر تھم چکی تھی۔ بارش کے بعد موسم خاصا خوشگوار ہو چکا تھا۔ ہر چیز نکھری نکھری سی تھی لیکن جب انسان کے اندر ہی اداسی چھائی ہو تو کوئی بھی خوشگوار چیز بھلی نہیں لگتی۔ کہیں بھی دل نہیں کھنچتا، کوئی بھی لمحہ متاثر نہیں کرتا۔

یہی حال بریا کا تھا۔ وہ بالکونی میں بیٹھی خوشگوار موسم میں اداسی گھول رہی تھی۔ اداسی کی دبیز چادر میں دبکی وہ آسمان پر جانے کیا تلاش رہی تھی۔ اس کی نم پلکیں جانے کس کی کھوج میں تھیں۔ آنکھوں کے کینوس جانے کن رنگوں کے منتظر تھے۔ اس سے پہلے اشک بہتے کوئی اس کے پاس آکر بیٹھا تھا۔ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس نے اپنی ویران نظریں اٹھائیں۔ پاپا اس کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ اس کی آنکھوں کی ویرانی دیکھ کر ان کا دل کٹ سا گیا مگر مصنوعی بشاشت

سے پوچھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں پاپا۔" مختصر جواب آیا۔

بریا کے شکست خوردہ درد سے لبریز لفظوں پر ان کا دل ڈوب کر ابھرا لیکن انہیں پھر سے خود کو سنبھالنا پڑا۔

"خان کا فون آیا تھا۔ تمہارے ساتھ لنچ کرنے کا کہہ رہا تھا۔ تم سو رہی تھی اس لیے میں نے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہو سکتا ہے تھوڑی دیر تک آجائے چلی جانا موڈ اچھا ہو جائے گا۔ ہمم۔"

وہ اس کے اڑتے بال کان کے پیچھے کرتے ہوئے بولے تھے۔ بریا ہولے سے مسکائی پھر عدم دلچسپی سے کہنے لگی۔

"آپ خان کو منع کر دیجیے پاپا میرا موڈ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب موڈ نہیں ہے۔" انہیں اب ہلکا سا غصہ آیا۔

"دیکھو بیٹا! ہر وقت کی مایوسی اللہ کو سخت ناپسند ہے۔انسان جتنا مایوسی کو اپنے اوپر حاوی کرتا ہے اتنی ہی آزمائش اس کے حصے میں لکھ دی جاتی ہے۔زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے عظیم ترین نعمت ہے جو ایک بار ہی ملتی ہے تو کیوں ہم اس ایک بار ملنے والی نعمت کو گنوائیں کیوں خود کو گنہگار بنائیں کیوں اپنے رب کی نظروں میں گریں۔"

وہ گھٹے گھٹے آنسوؤں میں ان کی نصیحت سن رہی تھی۔

"اللہ چاہتا ہے ہم صبر و شکر سے کام لیں جو جتنا حصے میں لکھ دیا گیا ہے اس پر مطمئن رہیں۔اس کی ہر رضا پر راضی ہو جائیں نا کہ ہر وقت شکوہ و شکایت کرتے رہیں۔وہ تمہارے معاملے میں وہی فیصلہ کرتا ہے جو تمہارے حق میں بہتر ہو گا بیٹا۔"

بہت دھیمے اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں وہ اسے سمجھا رہے تھے جس پر وہ اچانک بولی تھی۔

"پر پاپا میں تو اس فیصلے سے ناخوش ہوں نا۔توڑ کر رکھ دیا ہے اس فیصلے نے مجھے بکھر

کر رہ گئی ہوں میں جب وہ دیکھ رہا ہے کہ کتنی اذیت میں ہوں میں تو وہ میرے حق میں فیصلہ کیوں نہیں کر رہا مجھے ایسا لگ رہا میں ہمیشہ کیلئے اسے کھو رہی ہوں۔"

وہ مسلسل آنسوں بہاتے ہوئے کہہ رہی تھی جب انہوں نے اسے ٹوکا۔

بُری بات بیٹا! ایسے نہیں کہتے، وہ تمہاری تمام اذیتوں اور آنسوؤں سے واقف ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس کا ایسا اجر دے جو تمہارے گمان میں بھی نہ ہو لیکن صبر شرط ہے سمجھی میری پیاری بیٹی۔"

مسکرا کر پوچھنے پر بریا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور آنسوں صاف کرنے لگی۔ انہوں نے اس کی پیشانی پر بوسا دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تو پھر خان کے ساتھ جاؤ گی؟"

"جی پاپا۔"

اس کا جواب سن کر وہ مطمئن ہو کر پلٹ گئے۔ بریا نے تھکن زدہ انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

****

آف وائیٹ روایتی پشواز پر انتہائی قیمتی و نازک ڈل گولڈن کام تھا۔ڈل گولڈن
سٹونز سے مزین بہت بھاری پشواز کے ساتھ ڈیپ ریڈ کلر کا گولڈن بارڈر سے سجا
دوپٹہ بہت خوبصورتی کے ساتھ اس کے سر پر پن اپ تھا۔دوپٹے پر کہیں کہیں
ٹمٹماتے سنہری تارے آسمان پر چمکتے ستاروں کی مانند لگ رہے تھے۔لائیٹ میک
اپ کے ساتھ بھاری جیولری اور ڈیپ ریڈ کلر کی لپ اسٹک اس کے حسن کو
چار چاند لگا رہی تھی۔وہ پہلے سے بڑھ کر حسین لگ رہی تھی اتنی کہ اس پر نظر نہ
ٹھہرتی تھی۔آنکھوں اور چہرے پر پھیلے سوز نے اس میں عجیب سی جاذبیت پیدا
کر دی تھی۔تیار ہو کر وہ روم میں ہی بیٹھی رہ گئی تھی۔اس نے بازل تہمان کو طلب
کیا تھا۔کچھ باتیں تھیں جنہیں کلئیر کرنا تھا۔کچھ عہد تھے جو کروانے تھے پھر ہی
نکاح ہونا تھا۔

بیڈ پر پاؤں لٹکائے دونوں ہاتھ گود میں رکھے وہ اس کے انتظار میں تھی جو کہ طویل

نہ تھا۔بیوٹیشنز کے جاتے ہی وہ اس کے کمرے میں آیا تھا۔طلسہ نے دروازے کی جانب دیکھا۔بلیک شیروانی میں جیل سے بال جمائے آنکھوں پر بغیر فریم کے سفید نظر کے گلاسز لگائے وہ ہیپناٹائز سا اسے دیکھ رہا تھا۔طلسہ کھڑی ہوئی اور قدم قدم چلتی اس کے مقابل آگئی۔ بازل کو اپنا دل بہکتا ہوا محسوس ہوا۔ان شوریدہ جذبوں سے وہ خود ہی ڈر گیا۔گہرا سانس بھرتے ہوئے خود کو کنٹرول کیا۔

"جب نکاح سادگی سے ہونا تھا تو یہ سب ڈرامہ کیوں ؟کیوں مجھے تکلیف دینے پر تلے ہو؟"طلسہ نے لب کھولے نم آواز پر بازل نے گہرا سانس بھرا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے تمہیں یہ سب تکلیف دینے کیلئے کیا گیا ہے۔نہیں ہر گز نہیں تمہیں تکلیف دینے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

طلسہ تضحیک آمیز انداز میں مسکرائی۔

"اور یہ سب ڈرامہ نہیں ہے تمہیں میرے لیے سجایا گیا ہے۔بھلے نکاح سادگی سے ہو رہا ہے، ہو تو رہا ہے تم میری بیوی بننے جارہی ہو، سو یہ سب میرا حق ہے لیکن اگر

تم چاہ رہی ہو کہ یہ سب سادگی سے نہ ہو تو تو صرف پچیس منٹ انتظار کر لو تمہاری ہر خواہش کا احترام کیا جائے گا۔"

سینے پر ہاتھ باندھے وہ اسے بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچا رہا تھا۔

"تم مرد کتنے خود پسند ہوتے ہو نا، تمہیں صرف اپنی لگی ہوتی ہے۔ چاہے سامنے والا جائے بھاڑ میں، بازل تھمان! تم کون ہو میں نہیں جانتی۔ تم یہ سب کیوں کر رہے ہو مجھے معلوم نہیں لیکن میں ایک بات جانتی ہوں، تم میری نظروں سے بری طرح گر رہے ہو۔ میں تم سے کتنی نفرت کرنے لگی ہوں تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔"

www.novelsclubb.com

گیلی آواز کو کنٹرول کرتے ہوئے اس کی تھوڑی کانپنے لگی تھی۔

"تمہاری پہلی والی بات سے میں بالکل بھی اتفاق نہیں کرتا کیونکہ میرا اس کیٹیگری سے کوئی تعلق نہیں رہی دوسری بات تو اس کا اندازہ مجھے اچھے سے ہے اب چلیں خاصی دیر ہو گئی ہے۔" اس نے بات سمیٹتے ہوئے کہا تھا۔

"میں چل تو پڑوں تمہارے ساتھ لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ نکاح کے بعد تم میری بہن کو بحفاظت گھر پہنچا دو گے جبکہ اب تک میں نے اسے دیکھا بھی نہیں۔" وہ بھی اس کے انداز میں کھڑی ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھتی بولی تھی۔

بازل نے پلکیں جھپکیں۔

"میں تمہاری اس سے بات کروا دوں گا۔"

"اس بات کی بھی کیا گارنٹی ہے، میں کیسے تمہارا یقین کروں؟" اس کے خدشات تھے کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ زرین کے معاملے میں وہ ایسے ہی کانشس ہو جایا کرتی تھی۔

"طلسہ مجھے صرف تم سے ہی مطلب تھا جو کہ پورا ہوا مزید کی کوئی گنجائش نہیں ہے ٹرسٹ میں۔"

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔

"تو ٹھیک ہے بازل تمہان! آج سے طلسہ امام کے ساتھ تمہارا نام جڑتا ہے لیکن ایک

بات یاد رکھنا صرف نام۔"

بازل نے چلنے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا جسے اگنور کر کے وہ آگے بڑھ گئی۔

****

سنو! تم نے ساحل پر بکھری کبھی ریت دیکھی ہے؟

سمندر ساتھ بہتا ہے

مگر اس کے مقدر میں ہمیشہ پیاس رہتی ہے۔

سنو! تم نے کبھی صحرا میں جلتے پیڑ دیکھے ہیں؟

سبھی کو چھاؤں دیتے ہیں

مگر ان کو صلے میں ہمیشہ دھوپ ملتی ہے۔

سنو! تم نے کبھی شاخوں سے بچھڑتے پھول دیکھے ہیں؟

وہ خوشبو بانٹ دیتے ہیں

بکھر جانے تلک

www.novelsclubb.com

لیکن ہوا کا ساتھ دیتے ہیں۔

سنو! تم نے کبھی میلے میں بجتے ڈھول دیکھے ہیں؟

عجب المیہ ہے ان کا

بہت ہی شور کرتے ہیں

مگر اندر سے خالی ہیں

یہی میرا فسانہ ہے

اتنی سی پہلی ہے

یہی میری کہانی ہے۔

مایوسی کی مالا سے وہ ایک ایک کر کے موتی نکال تو رہی تھی مگر دکھ کی زنجیر ابھی بھی اس کی گردن سے چمٹی ہوئی تھی۔ ابھی بھی اس کی پلکیں بھیگنے سے رکتی نہیں تھیں۔ وہ جتنا ماضی سے دور بھاگتی تھی اتنا ہی وہ کسی آسیب کی طرح اس سے چپکا رہتا تھا۔

www.novelsclubb.com

اپنی ہی سوچوں میں گم وہ ماضی میں کھوئی ہوئی تھی جب اس کا سیل بجنے لگا۔اس نے چونک کر فون اٹھایا۔سکرین پر خان کا نام چمک رہا تھا۔وہ جب بھی ماضی میں گم ہوتی اسی طرح خان کی کال اسے جھنجھوڑ کر نکال لیتی تھی جیسے اس کے پاس کوئی آلہ ہو جس سے وہ اس کے بارے میں جان لیتا ہو۔

اکثر خان کا یہ عمل اسے اکتاہٹ میں مبتلا کر دیتا تھا جس وجہ سے وہ فون سائلنٹ پر لگا دیتی تھی تاکہ اس کی کالز اسے ڈسٹرب نہ کریں۔معمول کے برعکس آج اس نے پہلی بار میں اس کی کال اٹینڈ کر لی تھی۔

"ہمم بولو۔"رسمی علیک سلیک کے بعد اس نے استفسار کیا تھا۔

"بری ایک کام کرو اگر تو اپنے کمرے میں ہو تو فوراً ونڈو کے پاس آؤ۔"بریا کے لہجے کو نظر انداز کرتا وہ جلدی سے بولا تھا۔

"مگر کیوں؟"وہ حیران ہوئی تھی اس کی اچانک فرمائش پر۔ونڈو تک آتے آتے پوچھا۔

"اوہو تم آؤ تو۔"

"آ گئی ہوں۔" بریا نے بتایا تو خان نے چھوٹتے ہی کہا۔

"اب اوپر دیکھو۔"

"کیا؟" بریا کو اچنبھا ہوا۔

"آسمان صاف ہے یا ابر آلود؟"

خان کے استفسار پر وہ چڑ ہی تو گئی تھی۔

"صاف ہے اور یہ تم مجھ سے موسم کی رپورٹ کیوں لے رہے ہو؟" بریا نے حیرت میں گھر کر پوچھا۔

"اس لیے کہ تم نے آج فرسٹ رنگ پر میری کال اٹینڈ کی ہے۔" وہ جیسے اس سے بھی زیادہ حیران تھا۔ بریا کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"فضول حرکتیں مت کیا کرو خان! اگر یہی بات کرنی تھی تو میں فون بند کر رہی ہوں۔" بریا نے زچ ہو کر کہا۔

"اے رکو، رکو! کال اس لیے نہیں کی تھی۔" خان اس کی دھمکی پر فوراً بولا تھا۔

"تو پھر؟"

"تو پھر یہ کہ جلدی سے ڈریس اپ ہو کر نیچے آؤ جلدی، میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

خان نے عجلت میں کہا۔ بریا نے نیچے جھانکا۔ کار کے بونٹ سے ٹیک لگائے اس کا چہرہ اوپر کی طرف ہی تھا۔ بریا کے دیکھتے ہی اس نے ہاتھ ہلایا تھا۔

"پر کیوں؟" اس نے ایک اور سوال کیا۔

"کتنے سوال کرتی ہو تم بری! کبھی ایسے بھی میری بات مان لیا کرو۔"

وہ کوفت زدہ سا ہی تو ہو گیا تھا۔ بریا کھسیا گئی۔

"اب بتا تو دو۔"

"کتنی بھلکڑ ہو تم۔ میں تم سے یہ ہی امید رکھتا تھا اور اب میں ناراض ہونے لگا ہوں۔"

خان نے انتہائی خفگی سے کہا تھا۔

"بھلکڑ۔ کیا مطلب کیا کہہ رہے ہو؟" وہ اب بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

"آج کیا ڈیٹ ہے؟" خان نے پوچھا تو بریا نے فوراً جواب دیا۔

"یکم مارچ۔"

"اور یکم مارچ کو کیا ہوتا ہے؟" خان کا اگلا سوال آیا۔

"کیا؟" بریا نے ڈرتے ڈرتے مدھم لہجے میں پوچھا۔ بریا کے پوچھنے پر خان تقریباً چیخ ہی تو پڑا تھا۔

"یکم مارچ کو میری برتھ ڈے ہوتی ہے بری۔"

"اوہ ہاں، ایم سوری میں بھول گئی تھی۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" بریا کو افسوس ہوا بھولنے پر۔

"روکھا پھیکا وِش نہیں چاہیے مجھے اور سوری وری کو چھوڑو، تیار ہو کر نیچے آؤ۔ میرے فرینڈز کی طرف سے پارٹی ہے۔ ڈنر بھی وہیں کریں گے کیونکہ جب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تمہیں میری برتھ ڈے ہی یاد نہیں تو گفٹ کیسا، مادام اپنی آمد کی صورت ہی تحفہ دے دیجئے۔" بریا اس کی بات پر مسکرائی تھی۔

"اوکے میں آتی ہوں۔"

پانچ منٹ میں بریا اس کے سامنے تھی۔ خان نے ادب سے اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔ بریا کے بیٹھتے ہی وہ گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھا۔

"چلیں؟"

"ہاں چلو۔" بریا کے کہتے ہی وہ گاڑی بھگا لے گیا۔

****

"ممی! ہم بابا کی طرف کب جائیں گے؟"

صوفے نے سنک پر برتن دھوتی ہابی سے پوچھا اس کے لفظوں میں ہچکچاہٹ تھی۔

ہابی نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا ایک لحظے کو ان کے ہاتھ تھمے تھے۔

"صوفی آپ نے ہوم ورک کر لیا۔" انہوں نے دانستہ بات بدلی تھی۔

"ممی میں نے کرلیا ہے کیا میں بابا کو اپنا ہوم ورک دکھا سکتی ہوں؟"

ہابی نے غصے سے سکربنگ گلوز اتار کر پھینکے اور صوفی کی جانب مڑیں۔

"آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو صوفی، پہلے بھی تو آپ بابا سے بات کرتی ہو کیا مجھ سے پوچھتی ہو؟ اور کیا کل بھی بات کرتے ہوئے آپ نے مجھ سے پوچھا تھا۔"

لہجہ نرم تھا مگر خفگی کی سختی تھی۔ صوفی نظریں نیچے کیے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے کھیلنے لگی۔ چہرے پر شرمندگی کے رنگ تھے۔

"مجھے بابا کی یاد آرہی تھی۔" وہ رکی پھر توقف کے بعد بولی۔ "مجھے بابا کے پاس جانا ہے ممی۔"

www.novelsclubb.com

گیلی آواز سن کر وہ گہرا سانس بھر کر اس کے قد پر آئی تھی۔

"ہم بابا کے پاس ضرور جائیں گے، سمر و کیشنز سٹارٹ ہو جائیں تو میں آپ کو ان کے پاس بھیج دونگی، پرامس۔"

صوفی نے سر اٹھایا تھا۔

"پر میں وہاں اکیلی نہیں جاؤ نگی آپ بھی میرے ساتھ چلیں گی۔"

ہابی اسے دیکھتی رہیں پھر انہوں نے اپنا سر ہلتا ہوا دیکھا۔

"میں بھی جاؤ نگی اب آپ جاؤ بابا کو ہوم ورک دکھادو۔"

اس کا گال تھپکاتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تھیں لیکن اندران کے ایک طلاطم برپا تھا۔صوفی کے جاتے ہی انہوں نے فون اٹھا کر میسج کیا۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے بازل تمہان! میں دعا کرونگی تمہاری ان خوشیوں میں کسی کی آہ نہ شامل ہو۔"

****

www.novelsclubb.com

جیت ایک ایسا نشہ ہے جو دل ودماغ پر حاوی ہو کر انسان کے تمام حواس سلب کر لیتا ہے۔خوشی وشادمانی پورے وجود میں ڈیرہ جما کر اسے ہر دوسرے احساس سے عاری کر دیتی ہے پھر مات کھائے ہوؤں کے آنسوں دکھتے ہیں اور نہ ہی ان کی تکلیف۔یاد رہتی ہے تو فقط اپنی کامرانی۔

بازل تہمان بھی اپنے جیت کے نشے میں چور خراماں سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب اس کے سیل کی رنگ ٹیون بجنے لگی۔طلسہ جو کمرے سے باہر نکل رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے دروازے کی اوٹ میں ہو گئی۔راستہ صاف دیکھ کر اس نے نکلنے کا سوچا تھا لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی۔

"اسلام علیکم ہابی کیسی ہیں آپ؟"خوشی سے لبریز آواز کے ساتھ اس نے پوچھا تھا اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ اس وقت ان کے دل پر کیا گزر رہی تھی۔

"تو یعنی تم نے اپنی ضد پوری کرلی، میری ناراضگی، میرے آنسوں، میری محبت، میری۔۔۔۔"بھراہٹ کے سبب وہ درمیان میں اٹک گئیں تھی۔

"میری ریکوئسٹ بھی تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی بازل تہمان! تم نے مجھے بہت دکھ دیا ہے اب تو تم میرے میسجز کا جواب بھی نہیں دیتے۔"وہ خاموشی سے ہابی کے گیلے لفظ سنتا گیا۔

"نکاح کی وجہ سے۔۔۔سیل فون آف تھا۔"وہ مدھم لہجے میں بولا۔کچھ دیر فون

میں خاموشی چھائی رہی۔

"تم نے نکاح کر لیا؟ان کے لفظوں میں دنیا جہاں کا دکھ تھا۔

"تم نے صوفی کا بھی دھیان نہیں کیا۔اس پر کیا گزرے گی۔کیا وہ طلسہ کو ایکسپٹ کر پائے گی۔اس کا کیا ری ایکشن ہو گا؟سوچا ہے تم نے؟"

بازل نے سنجیدگی سے اپنی بھنویں کھجائی تھی۔طلسہ نے دروازے کی جھری سے اس کا چہرے کو دیکھا۔وہ کہہ رہا تھا۔

"وہ میری بیٹی ہے ہابی،اپنے بابا کی بات کو ضرور سمجھے گی ویسے بھی وہ ابھی بہت چھوٹی ہے۔مجھے امید ہے طلسہ کو جلد ایکسپٹ کر لے گی۔"

حیران کن پھٹی آنکھوں کے ساتھ منہ پر ہاتھ رکھے وہ اس انکشاف کو ہضم کرنے کی سعی میں تھی۔

ہابی نے آنکھیں میچ کر کھولیں پھر اپنے ڈوبتے دل کو تھامتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے اسے منایا کیسے؟مجھے صرف سچ سننا ہے۔"

www.novelsclubb.com

"پہلے آپ رونا بند کریں گی پلیز اور یہ بتائیں پہلے کتنے جھوٹ بولے ہیں میں نے آپ سے۔" اس کی سخت آواز ابھری۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔" جب اسے اس کی پرواہ نہیں تھی تو وہ کیوں کرتی۔

بازل نے سرد آہ بھری پھر بول کر اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔اور طلسہ کے اندر شعلے بھڑکا کر اسے زلزلوں کے نظر کر گیا۔دراصل اپنی شامت کو خود آواز دی تھی۔

"میں نے اس سے جھوٹ بولا کہ اس کی بہن میرے قبضے میں ہے۔نکاح کرنے کے بعد ہی میں اسے جانے دونگا جبکہ اسے تو میں وہیں ڈرائیور کے ساتھ ہی چھوڑ آیا تھا اور وہ صحیح سلامت گھر پہنچ گئی تھی۔"

طلسہ کا اس دھوکے پر رونے کا جی چاہا بلکہ آنسوں مسکارے سے بھری پلکوں سے ٹوٹ کر گرنے بھی لگ گئے۔اپنے آپ کو طرم خاں سمجھنے والی کتنی بڑی مات کھا بیٹھی تھی۔اس نے جھٹکے سے دروازہ بند کیا وہ فوراً متوجہ ہوا تھا۔

"ہاں میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" کہتے ساتھ ہی اس نے کال کاٹ کر سیل کی جیب میں اڑسا۔ طلسہ نے دروازہ لاک کر دیا۔ مشتعل سی وہ ڈریسنگ کی طرف بڑھی اور اس پر موجود تمام اشیاء کو زمین بوس کر دیا۔ زیور خود پر سے نوچ کر اس نے یہاں وہاں پھینکے اور بیڈ شیٹ کو فل طاقت لگا کر کھینچ ڈالا۔ شدت سے آنسوں اس کی غلافی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ وہ رونے کے ساتھ چیخ بھی رہی تھی۔

طلسہ! دروازہ کھولو، یہ پاگل پن نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔"

بازل کو اندر سے توڑ پھوڑ کی آوازیں آرہی تھیں۔ ناب کو پکڑ کر اس نے پوری قوت سے گھمایا تھا۔ پریشانی و غصے سے اس کے دماغ کی نسیں پھٹنے کے قریب تھیں۔

"طلسہ! تمہیں سمجھ نہیں آرہی کھولو دروازہ، نہیں تو میں توڑ دونگا۔"

طلسہ پردوں کی جانب لپکی اور ان پر لٹکتی موتیوں کی لڑیاں دونوں ہاتھوں سے کھینچ ڈالیں۔ ایسا کرنے سے اس کے دونوں ہاتھ لہولہان ہو گئے تھے۔ بازل کی فضول

سی دھمکی سے اس کا پارا مزید چڑھا تھا۔

"For God sake please leave me alone"

ہیجانی انداز میں وہ حلق کے بل چیخی تھی۔ڈور کے ساتھ زور آزمائی کرتے ہوئے بازل کے ہاتھ تھمے تھے۔دانت پیستا وہ وہاں سے ہٹا اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگ کر سٹڈی میں آیا۔دروازے کو زور سے بند کر کے اس نے شیر وانی کے بٹن کھول کر اسے قوت سے زمین پر پٹخا۔بلیک ٹی شرٹ میں اس کا کسرتی جسم نمایاں تھا۔جینز کی پاکٹ سے اس نے سیل فون نکالا۔اس کی انگلیاں برق رفتاری سے میسج ٹائپ کر رہی تھیں۔

"مبارک ہو تمہارے آنسوں، تمہاری بد دعائیں رنگ لے آئیں۔"

سینڈ کرتے ہی اس نے سیل فون دور اچھالا تھا۔دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے سر جھکائے وہ خود پر کنڑول کر رہا تھا۔

****

بازل کی ہدایت پر کسی نے طلسہ کو ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ وہ خود بھی اسی رات بزنس کے سلسلے میں چند روز کیلیئے گلاسکو چلا گیا تھا اس لیے وہ تین دن کمرہ بند رہی تھی۔ خوب اپنی قسمت پر رو دھو کر اس نے اپنا برا حال کر لیا تھا۔ نہ وہ کچھ کھا رہی تھی اور نہ ہی پی رہی تھی۔ سینڈی کی بھرپور منتوں کے بعد اس نے دروازہ تو کھول لیا تھا مگر کھانے کو ہاتھ نہیں لگا رہی تھی۔ ضد کی پکی تھی۔ ضد میں بہت کچھ غلط کر جاتی تھی۔ اب بھی اپنی ہی جان کو نقصان پہنچا رہی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی اور سینڈی پاکستانی کھانوں سے سجی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اندر لائی۔

www.novelsclubb.com

"گڈ مارننگ میم! پلیز ناشتہ کر لیں۔" وش کرنے کے بعد اس نے تھکے سے انداز میں ڈنر کی ٹرالی کو دیکھا۔ جو ویسی کی ویسی پڑی تھی۔

"مجھے نہیں کھانا تم واپس لے جاؤ۔" اس نے دو ٹوک لہجے میں کہا تھا۔

"پر میم، سر کی سخت ہدایت ہے کہ آپ کو وقت پر کھانا دیا جائے۔ پلیز ضدمت

کریں۔" اس کے انکار پر وہ سخت پریشان ہو گئی تھی۔ طلسہ نے کڑی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ ڈر گئی۔

"اپنے سر کو کہو کہ وہ خود وقت پر کھائیں دوسروں کیلئے انہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تنفر سے پھنکاری تھی۔ سینڈی اس کے غصے کی نوعیت کو بھانپتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو کارڈلیس اس کے ہاتھ میں تھا۔

"میم! سر آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔" وہ کارڈلیس طلسہ کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی تھی۔

"میں جانتی ہوں تمہارے سر نے کیا بات کرنی ہے۔ ان سے کہو کہ طلسہ کوئی کٹھ پتلی نہیں ہے جسے وہ اپنے اشارے پر نچائیں گے۔ جو میرے دل میں آئے گا میں وہی کرونگی۔" وہ بضد تھی۔ سینڈی نے کارڈلیس کو کان سے لگایا اور اپنی زبان میں کچھ کہہ کر بے بسی سے طلسہ کی جانب دیکھا اور وہاں سے چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

وہ روز اپنی نگرانی میں طلسہ کے کمرے میں کھانا لگوا رہی تھی۔ سرونٹ ناشتہ رکھ جاتے تو وہ یونہی لنچ تک پڑا رہتا۔ لنچ رکھ کر جاتے تو وہ ڈنر تک اور ڈنر صبح تک ویسے ہی بنا چھوئے رکھا رہتا۔ بازل کو گئے چھ دن ہو گئے تھے۔ سینڈی مسلسل طلسہ کے بارے میں انفارم کرتی رہتی تھی۔

طلسہ کی بچگانہ حرکتوں نے اسے پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ گلاسکو میں اس کا کام دو ہفتوں کا تھا مگر جیسے تیسے وہ چھ دنوں میں ہی کام وائنڈ اپ کر کے آ گیا تھا۔ وہ ساڑھے نو بجے گھر پہنچا تھا۔ اور سیدھا طلسہ کے کمرے میں آیا تھا۔ وہ اس وقت کمبل میں منہ دیے گہری نیند سو رہی تھی۔ اس نے طلسہ کو اٹھانے کی بجائے وہیں صوفے پر بیٹھ کر اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے پر اکتفا کیا۔

بارہ بج چکے تھے مگر وہ ہنوز اسی طرح سوئی رہی۔ اس کے اسطرح سونے پر وہ تھوڑا تشویش میں مبتلا ہوا۔ ڈیڑھ بجے یہ تشویش پریشانی میں بدل گئی تھی۔ وہ اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے کی بجائے اسے آوازیں دینے لگا۔ جب وہ آواز پر بھی نہیں اٹھی

تو وہ اسے ہلانے لگا۔

"اٹھ جاؤ طلسہ بہت دیر ہو چکی ہے۔" بازل نے کمبل اس کے منہ سے ہٹایا اور وہیں ٹھٹھک گیا۔ وہ بہت زرد کمزور و بیمار لگ رہی تھی۔

"طلسہ !" بازل نے پھر اسے پریشانی میں آواز دی۔اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے ایسا لگا جیسے اس نے جلتے توے پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔اس نے جلدی سے سیل فون نکال کر اپنے فیملی ڈاکٹر کو کال ملائی تھی۔پندرہ منٹ بعد ڈاکٹر وہاں موجود طلسہ کا چیک اپ کر کے اسے انجیکشن لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خوراک کی کمی اور شدید سٹریس کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے۔بخار ہے لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ان کی ڈائیٹ پر توجہ دیں اور جتنا ہو سکے انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ تھوڑی دیر تک انہیں ہوش آجائے گا۔آپ یہ میڈیسنز باقاعدگی سے انہیں دیں۔اور شادی مبارک ہو۔"

بازل نے سر کے ہلکے سے خم کے ساتھ ان کی مبارک باد قبول کی تھی۔ڈاکٹر

دواؤں کا نسخہ اور تمام ہدایت دے کر چلا گیا تھا۔

شام کو طلسہ کو ہوش آیا تھا۔ نقاہت کے سبب اس کا وجود بے جان آنکھیں بھاری اور سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر وہ درد کو برداشت کر رہی تھی۔ اسے ہوش میں آتا دیکھ بازل کرسی کھینچ کر اس کے قریب عین اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ بازل پر نظر پڑتے ہی لاکھ بند باندھنے کے باوجود بھی آنسوں اس کی آنکھوں سے نکل کر تکیے میں جذب ہونے لگے۔ اس سے پہلے کے وہ منہ پھیرتی بازل نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسوں اپنے پوروں پر چنے تھے۔ طلسہ نے اس کا ہاتھ جھٹکنا چاہا مگر اس کی مضبوط گرفت پر وہ ہار مان گئی کہ اس وقت اس میں احتجاج کرنے کی بھی ہمت نہیں تھی کجا کہ وہ اس سے مقابلہ کرتی۔ ایک ہاتھ سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر وہ اس کی آنکھیں صاف کرنے لگا تھا۔ گرم سیال اور تیزی سے بہنے لگا۔

"امم ہمم، شش۔ بس بہت ہو گیا طلسہ، ڈونٹ کرائے۔" اس کے آنسوں اچھے سے صاف کر کے وہ اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ اس کے دہکتے ماتھے پر

بازل کا ٹھنڈا ہاتھ عجیب سی طمانیت پہنچا رہا تھا۔وہ ہولے ہولے ماتھے کو دبانے لگا۔

دس منٹ بعد اس نے سینڈی کو سوپ لانے کو کہا تھا۔

"تم ایک برے انسان ہو۔" وہ نقاہت ذدہ آواز میں بولی تھی۔

"بہت برا۔" بازل نے اس کے لفظوں کا مان رکھتے ہوئے کہا۔

"تم دوزخ میں جاؤ گے۔" وہ زیر لب مسکایا۔

"یقیناً۔" (اللہ نہ کرے)

"تمہای موت بہت بھیانک ہو گی۔لوگ اس سے پناہ مانگیں گے۔" اس کی مسکراہٹ جلدی مٹی۔وہ خاموش رہا۔

"تمہاری قبر میں ڈھیر سارے کیڑے ہونگے اتنے کہ تمہارا بال بھی نظر نہیں آئے گا۔وہاں چھپکلیاں بھی ہونگی ان شاءاللہ۔تمہاری روح سے بدبو آئے گی اور۔"

بازل نے بے چینی سے اسے درمیان میں ٹوکا۔

"تھوڑا سا تو رحم کرو طلسہ۔تم دنیا کی بددعائیں دے لو قبر تک کیوں جا رہی ہو۔"

خوف سے جھرجھری کھاتے ہوئے وہ برہمی سے کہہ رہا تھا۔

"آخرت میں تمہارا چہرہ کالا ہو گا دیکھنا تم۔" بازل نے بے بسی میں گہرا سانس بھرا۔

دروازے پر ناک ہونے سے وہ طلسہ سے تھوڑا دور ہوا تھا۔ سینڈی ٹرے لیکر اس کے قریب آئی اور بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر چلی گئی۔ طلسہ کہنی کے بل اٹھ کر بیٹھی۔ اس کے کھلے بال دائیں بائیں جانب ڈھلک گئے۔

"آرام سے۔" بازل نے اسے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"مے آئی۔" بازل نے سوپ کا باؤل اٹھا کر اجازت طلب کی تھی۔

"تمہارے ہاتھ سے تو میں زہر پینا پسند نہ کروں۔" اس کے ہاتھ سے باؤل لیکر وہ سوپ پینے لگی کہ اب بھوک ہڑتال کی اس میں سکت نہیں تھی۔ ضد کو مزید طول دینا نری بے وقوفی تھی اگر اس گھر سے نکلنا تھا تو طاقت چاہیے تھی جو کہ اس میں مفقود تھی۔

"تمہیں میں زہر پلاؤں گا بھی کیوں۔ میرے بس میں ہو تو میں آب حیات دے

دوں تمہیں۔" وہ اس کی کملائی ہوئی رنگت کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ آنکھوں کے نیچے بھی اچھے خاصے ہلکے ہو گئے تھے۔ ہونٹوں پر ہلکی ہلکی پپڑی جمی تھی۔ چہرہ بھی کمزور ہو گیا تھا۔ اسے بالکل اچھا نہیں لگا۔ سوپ ختم کرنے پر بازل نے باؤل اس کے ہاتھ سے لیکر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور گلاس میں پانی بھر کر میڈیسنز اس کی جانب بڑھائیں۔ وہ تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ تو وہ طلسہ نہیں تھی جسے وہ کچھ روز پہلے چھوڑ کر گیا تھا۔

"اپنا خیال رکھا کرو طلسہ۔"

اس نے چپ چاپ میڈیسنز بازل کے ہاتھ سے لیکر کھائیں اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

"طلسہ! اس طرح نفرت میں خود کو ختم مت کرو۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا پھر کہہ رہا ہوں اس سے صرف تمہیں نقصان پہنچے گا۔ تمہیں اذیت ہو گی۔" وہ اسے لیٹتے دیکھ بولا تھا۔

"جیسا بھی ہوں، اچھا یا برا اب تمہارا شوہر ہوں۔ پرواہ ہے مجھے تمہاری۔ چاہتا ہوں کہ تم خوش رہو۔ ہم ساتھ میں خوش رہیں۔ میں نے جو بھی کیا اس کی سزا خود کو تو مت دو۔" بازل بولے جا رہا تھا اور وہ کروٹ بدلے اپنی بے بسی پر آنسو بہائے جا رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے پر۔۔۔۔" وہ ایک لمحے کو رک کر دوبارہ بولا۔ "پر اب میں تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرونگا۔ ٹرسٹ می۔ پلیز اس طرح خود کو اذیت میں پہنچا کر مشکل میں مت ڈالو۔ آئی ہوپ تم میری بات سمجھ رہی ہو گی۔ چلتا ہوں ٹیک کیئر۔" کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک نظر سر تک کمبل تانے طلسہ پر ڈالی پھر کر لائیٹ آف کر کے چلا گیا۔ طلسہ نے آنسو صاف کیے اور نفرت سے دانت پیستے ہوئے کمبل سر پر تان لیا۔

****

"رابیل کب آ رہی ہے؟" بریا کے سوال پر خان کا بڑا برا منہ بنا تھا۔

"کل۔" اسی برے منہ کے ساتھ یک لفظی جواب دیا۔

"برتھ ڈے گفٹ دیا اس نے تمہیں۔" بریا نے پھر سے پوچھا۔

"ہاں دیا۔" اس نے بے زاریت سے جواب دیا۔ بریا کو اس کی بے زاریت ایک آنکھ نہ بھائی۔

"مت ناراض ہوا کرو اس سے۔ تم سے بہت محبت کرتی ہے وہ۔" اس نے خان کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"پرواہ ہے اسے میری۔" خان نے پرواہ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں ہے۔" بریا فوراً بولی۔

خان نے اسے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا اور بولا۔

"اگر اتنی ہی پرواہ ہوتی تو میری برتھ ڈے والے دن آتی یوں منہ اٹھا کر چار دن بعد نہ آ رہی ہوتی۔ ایک میں ہی پاگل ہوں جو ہر سال دوڑا چلا جاتا ہوں۔"

میڈ نے کافی لا کر دونوں کے درمیان رکھی تھی۔ وہ اس وقت خان کے گھر پر تھی۔

کافی دیکھ کر بریا کا چہرہ پھیکا پڑا تھا۔کسی کی یاد بڑی زور سے ان دونوں کے درمیان آئی تھی جسے سر جھٹک کر اس نے پرے کیا۔خان سمجھ گیا تھا تبھی میڈ کو آواز دی۔

"بری کیلئے جوس لے آئیں۔اسے لے جائیں۔"

میڈ ایک کافی کا مگ اٹھا لے گئی۔

"ڈونٹ ٹیل می خان کہ اب تم بھی بچوں جیسی حرکتیں کرو گے۔بی میچور اگر وہ نہیں آسکی تو اس کے پیچھے بھی ایک سولڈ ریزن تھا۔فائنل ایگزام چل رہے تھے اس کے سب کچھ وائنڈ اپ کرنے میں ٹائم لگتا ہے۔"

بریا کو یقین نہیں آرہا تھا کہ خان اس طرح کی باتیں کر سکتا ہے تبھی اس کی آواز میں حیرت پنہاں تھی۔

"بری! تم اس کی یہاں وکالت کرنے آئی ہو۔" خان نے برا مناتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں وکالت تو مجرم کی کی جاتی ہے جبکہ وہ تو بے قصور ہے ہاں میں یہاں ایک سنکی کا دماغ ضرور ٹھیک کرنے آئی ہو جس میں ضرورت سے زیادہ بھوسا بھر گیا ہے۔"

مسکراتی نظروں سے اس نے خان کی خشمگیں نظریں سہی تھیں۔

"تو تم مجھے یہاں ذلیل کرنے آئی ہو۔"

"نہیں علیل کرنے وہ بھی اپنی پیاری سی معصوم سی دوست رابیل کی محبت میں۔"

خان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

"وہ تو میں پہلے سے ہی ہوں۔" کرسی کی پشت پر نیم دراز ہوتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"ڈرامے باز۔" بریا بڑبڑائی۔

رابیل وجدان مرتضیٰ کے فرسٹ کزن جبار اکبر کی اکلوتی بیٹی تھی۔اس کے علاہ جبار اکبر کے دو بیٹے رامس جبار اور کبیر جبار تھے۔کبیر سب سے بڑا بیٹا تھا۔اس کے بعد رامس اور پھر رابیل تھی۔کبیر نے ایم بی اے کرنے کے بعد بڑے ہونے کا فرض بخوبی انجام دیتے ہوئے اپنے ڈیڈ کے بزنس کی باگ دوڑ سنبھال لی تھی۔باپ اور بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رامس نے بھی بزنس سنبھال لیا تھا۔

رابیل ان دونوں سے چھوٹی تھی اور پڑھ رہی تھی۔اس کا فائنل ائیر اختتام کو پہنچا تھا۔اس لیے پیپرز دیتے ہی وہ تمام کام وائنڈاپ کر کے فٹافٹ دوبئی واپس آرہی تھی۔رابیل اور خان کی پسند اور ایک دوسرے میں دلچسپی دیکھتے ہوئے بڑوں نے دوسال پہلے ان کی منگنی کر دی تھی اور دونوں نے بخوشی یہ رشتہ قبول بھی کر لیا تھا۔

خان وجدان ایک باصلاحیت ،نیک اور دوست فطرت انسان تھا۔پر خلوص رشتوں کا احترام کرنے والا باکردار انسان, جسے دیکھتے ہوئے جبار اکبر نے اپنی اکلوتی بیٹی کو اسے سونپنے کا سوچا تھا۔وجدان مرتضیٰ کے توسط سے ہی جبار اکبر اور ان کی فیملی بریا کی فیملی کو جانتی تھی اور ان کے آپس میں گہرے مراسم سے بھی واقف تھے۔چندماہ سے ان لوگوں کا بریا کے ہاں آنا جانا تھا۔رامس کبیر سے چھوٹا اور لاپرواہ تھا۔اس لیے بریا کو اس کی موجودگی نہیں کھلتی تھی جبکہ کبیر کی موجودگی میں وہ ان کمفرٹیبل ہوجایا کرتی تھی کیونکہ وہ خود کو اس کی نظروں کے حصار میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

محسوس کرتی تھی جو کہ اس کیلئے بہت چڑچڑاہٹ کا باعث تھا۔ کبیر کی آمد پر وہ کمرے میں بند ہو جایا کرتی تھی۔

وہ اکثر سوچا کرتی تھی کہ اگر بازل تھمان اسے یوں بیچ راہ میں نہ چھوڑ کر جاتا تو کون اس کی طرف دیکھنے کی جرات کرتا لیکن بازل تھمان اس کی زندگی میں نہیں تھا اور یہ اس کی زندگی کی تلخ ترین حقیقت ہے۔

****

بہت دنوں بعد اس نے کمرہ بندی ختم کی تھی۔ فریش ہو کر وہ گیلے بال کھلے چھوڑے باہر آئی۔ کمرے کے باہر چھوٹی سی گیلری تھی۔ گرے ٹھنڈے ماربل پر پاؤں رکھے وہ سٹائلش سی ریلنگ کو تھامتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔ سیدھی شیشے سے بھی صاف سیڑھیوں پر قدم جماتی وہ محتاط سے اتر رہی تھی۔ سیڑھیوں کے بائیں جانب دیوار پر تین بلاکس میں رنگین گھوڑوں کی پینٹنگز لگی ہوئی تھیں اور وقفے وقفے سے جدید لالٹینز بھی لگی ہوئی تھیں۔ وہ نیچے آئی بڑا اسارا لاؤنج اس کا

www.novelsclubb.com

منتظر تھا۔فل کارپیٹڈ فلور،جدید صوفہ سیٹ،فلاور واز،لیمپس دیواروں پر لگی قدیم وجدید پینٹنگز،چھت پر جھلملاتا فانوس،ڈسٹ لیس لاؤنج ایسا لگتا تھا جیسے مٹی کا ذرہ بھی یہاں نہ پھٹکا ہو۔شیشے سے بھی صاف لاؤنج کو مزید چمکانے کیلئے ایک میڈ سینٹرل ٹیبل کو صاف کر رہی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ میڈ اس کی جانب متوجہ ہوتی سینڈی وہاں پہنچ گئی۔

"میم آپ کو کچھ چاہیے تھا کیا؟"

"کچن میں جانا ہے۔"

طلسہ کے کہنے پر وہ اسے لاؤنج سے لے کر دائیں جانب بنی راہداری کی سمت چل دی جس کے آخر میں کچن تھا۔کچن بھی باقی گھر کی طرح منفرد اور جدید طرز کا تھا۔ہلکے فیروزی رنگ کے کچن میں ایک شیف کام میں لگا ہوا تھا۔اسے دیکھتے ہی ادب سے پیچھے ہوا۔

سینڈی کو دیکھ کر اسے شک ہوا تھا۔لاؤنج میں کام کرتی میڈ کو دیکھ کر اس کے شک

کو مزید ہوا لگی۔ اب اس شیف کو دیکھ کر اس کا شک یقین میں بدلنے لگا تھا کہ وہ پاکستان میں نہیں ہے۔

سینڈی کو وہاں سے بھیج کر وہ شیف سے بولی تھی۔

"کیا آپ کو انگلش آتی ہے؟" اس کے پوچھنے پر کورئین دکھتے شیف نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"گڈ! پھر سائیڈ پر ہو جائیں آپ, مجھے کھانا بنانا ہے۔"

شیف سائیڈ پر ہوا اور اسے مطلوبہ چیزیں مہیا کرتا رہا۔

بازل جوگنگ سے لوٹا تو لاؤنج میں پھیلی زبردست خوشبوؤں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ ٹاول سے چہرہ اور گردن پونچھ کر وہ انرجی ڈرنک پی رہا تھا جب سینڈی نے آکر اسے اطلاع دی کہ طلسہ کچن میں ہے اور ناشتہ بنا رہی ہے۔

یہ بات اس کیلئے کسی خوشگوار شاک سے کم نہ تھی۔ سینڈی کو ٹاول پکڑاتا وہ ورطہ حیرت میں گھرا وہ کچن میں آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی شیف کچن سے باہر چلا گیا۔ وہ

مکمل طور پر پوریاں تلنے میں مگن تھی اسلئے بازل کی آمد کو محسوس نہ کر پائی۔ بازل اس کے قریب آیا پھر ٹھہرتے ہوئے بولا۔

"مجھے اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کر لیکن۔" وہ لمحے بھر کو رکا کھولتے ہوئے آئل کو دیکھا اور پھر توقف کے بعد بولا۔

"یہ کام تھوڑا رسکی ہے اگر تم کچھ اور کرنا چاہو تو۔"

طلسہ اس کی آواز سن کر چونکی تھی پھر اس کی بات درمیان میں کاٹ کر بولی۔

"مجھے کچن میں اور یہی کام کرنا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارا دیا پہنوں اور کھاؤں تو مجھے یہی کام کرنا ہے کیونکہ اتنا تو مجھے اندازہ ہو ہی چکا ہے کہ جب تک میں نہیں مر جاتی یا تم نہیں مر جاتے میری جان نہیں چھوٹنے والی۔"

طلسہ کی فضول گوئی کو اس نے دانت پیستے ہوئے برداشت کیا تھا۔

"کیا تم نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب بولی گی اول فول ہی بولو گی۔" طلسہ نے جھٹکے سے پوریاں تیل سے نکالیں اور بازل کی طرف مڑی۔

"بات سنو میری اس تیل کی طرح میرا دماغ کھولا ہوا ہے اگر ایک لفظ بھی تم نے اور کہا تو بخدا میں نے یہ تیل تمہارے منہ پر اچھال دینا ہے۔"

"حد ہے۔" کڑوے انداز میں اسے دیکھ وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر گیا تھا۔ طلسہ نے جلدی سے کچن کے بیک ڈور کو دیکھا جو بیک یارڈ میں کھلتا تھا مگر وہ بھی موٹے تالے سے بند تھا۔ بدمزہ سی وہ واپس آکر اپنے کام میں جت گئی۔ فریش ہو کر جب وہ ڈائننگ ٹیبل پر آیا تو گریٹا بریک فاسٹ لگا چکی تھی۔ وہ آکر اپنی مخصوص چیئر پر بیٹھا۔ طلسہ نے ایک نظر سینڈی اور گریٹا پر ڈالی اور بازل سے تیسری کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔

"آپ لوگ جائیں۔" بازل کی مخاطب وہ دونوں تھیں۔ ان کے جاتے ہی اس نے کھانا سٹارٹ کیا تھا۔

"اوہ تو یعنی تم ایک اچھی کک بھی ہو مطلب میرا انتخاب پرفیکٹ ہے۔" ناشتہ ختم کر کے وہ پورے دل سے بولا تھا۔

www.novelsclubb.com

طلسہ نے زہریلی نظروں سے اسے دیکھا تھا لفظ چباتے ہوئے بولی۔

"مسٹر واٹ ایور اپنی حد میں رہو تم جانتے نہیں ہو مجھ سے پنگا لیکر تم نے کس شامت کو دعوت دی ہے۔"

"وہ تو تمہیں دیکھ کر ہی مجھے پتا چل گیا تھا کہ میری شامت آگئی ہے۔" بازل قدرے شوخ ہوا۔ طلسہ دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے آج سب کچھ سچ سننا ہے۔ اپنے تمام سوالات کے جواب چاہیں مجھے کوئی پہلیاں نہیں۔ بتاؤ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ کہاں ہوں میں؟ کونسی جگہ ہے یہ اور کیوں کیا ہے تم نے نکاح مجھسے؟"

بازل نے ڈائننگ ہال کے گولڈن جالی دار دروازے کو دیکھا پھر طلسہ کو دیکھ کر مخاطب ہوا۔

"بیٹھ جاؤ بیٹھ کر بات کرو۔ بیٹھو گی تو ہر سوال کا جواب دونگا ورنہ کھڑی رہو یونہی۔"

www.novelsclubb.com

طلسہ تلملاتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"بولو اب کیوں لائے ہو مجھے یہاں؟ کیا دشمنی ہے تمہارے ساتھ ہماری؟"

بازل نے کافی کا سپ لیتے ہوئے مگ ٹیبل پر رکھا۔

"تمہارے ساتھ میری دشمنی یہ ہے کہ تم نے میرا دل چرایا ہے اور چوری کرنے والوں کو میں اتنی جلدی معاف نہیں کیا کرتا سو سزا کے طور پر تم یہاں ہو اس لیے میری بیوی ہو۔"

طلسہ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس کی بات ہضم کی تھی۔

"فرسٹ آف آل بیوی نہیں منکوحہ۔" اس نے انگلی اٹھائی۔ "سیکنڈ مجھے بکواس نہیں سننی میں سیریس ہوں تو جواب بھی سیریس ہی چاہتی ہوں۔"

"تم سے کس نے کہا کہ میں غیر سنجیدہ ہوں۔" اس نے اپنی ریڈش براؤن، سنجیدہ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"دوسری بات تم میری بیوی ہو۔ تمہاری رخصتی ہو چکی ہے دماغ میں ڈالو یہ بات۔

ریلیکسیشن دی ہے اس لیے کیونکہ میں ہمارے رشتے کو پیچیدہ نہیں کرنا چاہتا اور تمہیں ٹائم دینا چاہتا ہوں تاکہ تم اپنا مائنڈ سیٹ کرسکو لیکن اگر تمہیں رخصتی کی چاہ ہے تو ڈونٹ وری میں فوراً اس کا انتظام کرتا ہوں۔"

"واٹ ڈو یو مین؟" وہ پھر سے کھڑی ہوئی تھی۔ "تم کہنا چاہ رہے ہو کہ تم مجھے میری شادی والے دن اٹھا کر لے آئے مجھ سے زبردستی نکاح کیا اور۔۔۔۔"

بازل نے اس کی بات درمیان میں اچک لی۔

"غلط بیانی مت کرو طلسہ، ہمارا نکاح زبردستی نہیں ہوا تھا۔ تمہاری دلی رضامندی سے ہوا تھا۔ یہ بات میں نے اسی دن تم سے واضح طور پر کلیئر کردی تھی کہ میں زبردستی کے نکاح کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی اسلام میں اس کی کوئی گنجائش ہے۔ ریممبر اٹ۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ جب تک تم دل سے راضی نہیں ہوتی یہ نکاح نہیں ہوگا تم اپنا ٹائم لے سکتی ہو۔"

طلسہ نے لب کاٹے تھے۔

"یہ بھی مت بھولو مسٹر وہ ٹائم کتنے گھنٹوں پر مشتمل تھا اور سچوئیشن اس وقت کتنی سٹریس فل تھی۔ بہر حال مجھے اس فضول کی ڈسکشن میں نہیں پھنسنا۔ مجھے یہ جاننا ہے کہ میں کہاں ہوں؟"

"ڈونٹ وری تم ایشیاء میں ہی ہو۔" بازو فولڈ کرتا وہ اٹھا تھا۔

"میں پاکستان میں ہوں یا نہیں؟" ایک اور سوال آیا تھا۔

"نہیں۔" یک لفظی جواب پر وہ چیخی تھی۔

"تمہارا کھیل ختم ہوا بس بہت ہوا مجھے میرے گھر جانا ہے ابھی اور اسی وقت۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے اتنی دور لانے کی۔ مجھے میرے گھر بھیجو۔ رائیٹ ناؤ۔"

اسکے چیخنے پر بازل نے دونوں انگلیاں کان میں ٹھونسیں۔

"ہو گیا۔"

"ہاں۔" غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"تو اب سنو تم اپنے ہی گھر میں ہو۔" اس نے اپنے پر زور دیا۔ "اور تمہیں اب یہیں

رہنا ہے۔ ہمم۔"

سنجیدگی سے کہتا وہ ڈائننگ ہال کا ڈور کھولتا چلا گیا۔ طلسہ پیچھے سے دھاڑی تھی۔

"نہیں ہے یہ گھر میرا۔ نہیں رہنا مجھے یہاں سنا تم نے۔"

بازل اس کی آواز نظرانداز کرتا سٹڈی میں چلا گیا۔

****

"کبیر بیٹا آج بریا کے گھر کا چکر بھی لگا لو کافی دن سے تم نہیں گئے۔ بریا کی ماما تمہارا پوچھ رہی تھیں۔"

جبار اور کبیر پورچ کی طرف جا رہے تھے جب کبیر کی ماما نے پیچھے سے کہا تھا۔

"جی ماما آج جاتا ہوں ان کی طرف۔"

کہتے ہوئے وہ گاڑی کی طرف بڑھا۔ ڈرائیور نے ان کیلیئے دروازہ کھولا۔ وہ دونوں بیک سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی مین گیٹ سے نکال کر روڈ پر ڈال دی۔

"تمہاری ماما چاہتی ہیں کہ اب رابیل کی شادی کر دی جائے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جبار صاحب مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہو کر کہہ رہے تھے۔ کبیر نے سیل فون نیچے رکھا۔

"بات تو ماما بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں پر آپ پہلے رابیل اور خان سے پوچھ لیں کیا پتا ابھی وہ وقت چاہتے ہوں۔"

کبیر نے اپنی رائے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"دو سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے لیکن پھر بھی میں نائلہ سے آج اس سلسلے میں بات کرتا ہوں۔"

جبار اکبر نے کبیر کی ماں کا نام لیتے ہوئے کہا۔

"جی۔" اس نے بھی حامی بھری جب جبار صاحب نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر بولے۔

"برخودار کچھ اپنا بھی سوچا ہے آپ نے؟" کافی عرصے سے آئی دل میں بات انھوں نے کہہ ڈالی تھی۔ کبیر نے مسکراتے ہوئے اپنے ڈیڈ پلس بیسٹ فرینڈ کو

دیکھا جنہیں وہ بلا جھجھک ہر بات کہہ دیا کرتا تھا۔

"اب میں آپ کی اس خوبصورت مسکراہٹ کا کیا مطلب سمجھوں۔"

جبار صاحب نے اپنے بیٹے کے چہرے پر پھیلی پر اسرار سی معنی خیز مسکراہٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے ڈئیر ڈیڈ۔" وہ اپنے ڈیڈ کی آنکھوں کی بڑھتی ہوئی چمک کو دیکھ کر بولا تھا۔

"چلو مان لیا جیسے تمہاری مرضی لیکن میں اس معاملے میں سنجیدہ ہوں اور چاہتا ہوں کہ رابیل کے ساتھ تمہاری بھی شادی ہو جائے۔"

جبار صاحب نے سنجیدگی سے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

"مجھے سوچنے کیلئے کچھ وقت چاہیے۔" اسنے بھی سنجیدگی سے کہا تھا کہتے سمے بریا کا معصوم چہرہ اس کے سامنے لہرا گیا۔

"ٹیک یور ٹائم بٹ بریا اچھی ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ ان کی بات پر بری طرح چونکا۔ جھٹ چہرے کے رنگ کو کنٹرول کیا۔

"یقیناً وہ بہت اچھی ہے لیکن اس وقت اس کا ذکر کہاں سے آ گیا۔" بوکھلاہٹ کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ حتی المقدور نارمل لہجے میں بولا۔ جبار صاحب کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"رامس کیلئے سوچ رہا ہوں اسے، تمہارا کیا خیال ہے۔"

کبیر کو سخت قسم کا جھٹکا لگا تھا۔

"واٹ؟ آر یو سیریس ڈیڈ؟ آپ کو لگتا ہے رامس اور بریا۔ آ آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے۔ رامس اور بریا کی عمر میں فرق ہے اور وہ ایک ساتھ جچے گے بھی نہیں اور۔۔۔۔"

اسے اپنی بات درمیان میں روکنی پڑی وجہ جبار صاحب کا قہقہ تھا۔ وہ اپنا سا منہ لیکر بیٹھ گیا۔

"میں تو مزاق کر رہا تھا تمہاری تو جان پر بن گئی۔" وہ پھر بھی اسے چھیڑنے سے باز

نہیں آئے تھے۔

"میں تو اتیج ڈفرنس کی وجہ سے کہہ رہا تھا۔آپ پتا نہیں کیا سوچنے لگ گئے ہیں۔"

اس نے جلدی سے خود پر کنٹرول کیا اور سیل فون میں بزی ہو گیا۔

جبار صاحب کا "جی جی۔" اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ سنا تھا

****

وہ پاکستان میں نہیں ہے یہ بات اس کیلئے بڑی تشویش ناک تھی۔اس کے گھر والوں پر کیا بیت رہی ہو گی۔پاپا،ماما،زرین سب کتنے پریشان ہونگے۔انگلیاں مروڑے وہ پزل سی بیٹھی تھی۔بازل تیمان نکاح کر کے مکمل طور پر اسے قید کر چکا تھا۔اس کے کمرے میں کوئی فون یا موبائل نہیں تھا۔لاؤنج میں بھی صرف ایک سیٹ رکھا تھا۔وہ بھی سینڈی کی نگرانی میں ہوتا تھا اور بقول اس کے اس میں آؤٹ گوئنگ سسٹم نہیں تھا۔لاؤنج کے باہر بھی ایک گارڈ مسلسل کھڑا تھا مطلب وہ ہر طرح سے قید تھی۔

تین چار دن تک اس نے خوب گھر کے راستوں کو نقش کیا تھا۔ ہر وہ جگہ جاننے کی کوشش کی تھی جہاں سے وہ فرار ہو سکتی مگر اسے ایسا کوئی بھی راستہ نہیں ملا تھا جو اسے اس قید خانے سے آزاد کروا سکے۔ بہت سوچ کر اس نے پلان بنایا تھا اور بڑی احتیاط سے اس پر عمل کرنے کا سوچا تھا۔

وہ کچن میں آئی جو کہ اس وقت خالی تھا۔ اسٹو لائیٹر اٹھانے کی بجائے اس نے میچ باکس اٹھایا اور اپنے کمرے میں آگئی۔ پتا نہیں اس عمل سے اسے نجات ملنی تھی یا اس نے اور پھنس جانا تھا جو بھی تھا اس نے میچ سٹیک جلا کر پروں والے پردے میں لگا دی۔

نرم و ملائم سلک کے دھاگے سے بنے پردوں نے سیکنڈوں میں آگ پکڑی تھی۔

جونہی آگ بھڑک کر اوپر نیچے پردے پر پھیلنا شروع ہوئی وہ کمرے سے باہر نکل کر شور مچانے لگی۔

"آگ آگ میرے کمرے میں آگ لگی ہے۔"

www.novelsclubb.com
NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کی آواز اور دھوئیں کی سمیل سونگھتے ہی تمام سرونٹس اوپر کی سمت دوڑے تھے۔منٹوں میں وہاں ہڑ بڑی مچ چکی تھی۔اس ہڑ بڑی میں وہ طلسہ کو بھلا بیٹھے تھے۔موقع جان کر وہ لاؤنج کا دروازہ کھڑکانے لگی۔گارڈ نے دروازہ کھولا تھا۔وہ جھٹ سے باہر نکلی۔

"میرے کمرے میں آگ لگی ہے۔ان سے بجھ نہیں رہی جاؤ اور ان کی مدد کرو۔"

اس نے اتنا حواس باختہ ہو کر کہا تھا کہ لاؤنج کے باہر کھڑا گارڈ اور گیٹ کیپر دونوں اندر کی جانب بھاگے تھے۔طلسہ موقع دیکھ کر پورچ کو عبور کرتی بڑا سارا گولڈن جالی دار گیٹ فل طاقت سے کھول کر باہر چلی گئی۔جاتے ہوئے اس نے ایک الوداعی نظر اس قید خانے پر ڈالی تھی۔

"الوداع بازل تمہان! پھر کبھی نہیں ملیں گے۔"

****

"کیا آج تمہارے بابا نہیں آئیں گے؟"

جولی کے سوال پر ٹرافی تھامے صوفی کے لب کپکپائے تھے۔ یہ پہلی بار تھا جب بازل آج کے دن اس کے پاس نہیں تھا۔

"بابا بزی ہیں اس لیے نہیں آسکے۔"

مدھم آواز میں بولتے ہوئے اسے دکھ پہنچا تھا۔ فرسٹ آنے کی ساری خوشی ہوا میں بکھر گئی۔ ٹرافی کو بیگ میں رکھتے ہوئے وہ گیٹ کی طرف اپنے ننھے ننھے قدم سر جھکائے مایوسی سے اٹھا رہی تھی جب اس نے دیکھا اس کے قدموں کے ساتھ کسی کے قدم آکر ملے ہیں۔ ہولے سے اس نے سر اٹھایا اور وہ خوشی جو ہوا میں بکھری تھی سارے جہان کو اپنی لپیٹ میں لے گئی۔ صوفی کے ساتھ پوری دنیا خوش تھی اس کے فرسٹ آنے پر۔

بازل نے لبوں کو پھیلایا۔ دونوں گالوں پر داڑھی کے نیچے گڑھے بن گئے۔ سن گلاسز اتار کر ریڈش براؤن آنکھوں سے اپنی پرنسز کو دیکھا جو اب خوشی سے چیخ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بابا آپ یہاں ہیں، اوہ مائی گاڈ! آپ نہیں جانتے میں نے آج آپ کو کتنا زیادہ مس کیا۔"

صوفی کی آنکھیں بے انتہا خوشی کی وجہ سے ستاروں کی مانند ٹمٹمانے لگی تھیں۔

"بابا کی جان یاد کرے اور بابا حاضر نہ ہوں ایسا ہو سکتا ہے بھلا۔" وہ اسے گود میں اٹھائے چوم رہا تھا۔اس کے سب سے ہینڈسم بابا اب پورے سکول کی نظروں میں تھے۔

"میں جانتی تھی کہ آپ ضرور آئیں گے۔" اس کے گردن میں بازو ڈالے وہ اس سے چپک گئی تھی۔ بازل نے ایک ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور صوفی کو گود میں لیے ہی بیٹھ گیا۔

"مجھے تو آنا ہی تھا، آپ کا رزلٹ جو تھا۔ ویسے صوفی آپ کی ٹیچر نے کمپلین کی ہے مجھ سے کہ آپ بہت بولتی ہو، کم بولا کرو۔" گاڑی کو سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

صوفی ہنسی تھی۔

"بابا ٹیچر خود کہتی ہیں انہیں میرا بولنا اچھا لگتا ہے اس لیے میں بولتی ہوں۔" بازل اس کے چپڑ چپڑ بولنے کی عادت سے واقف تھا جانتا تھا کہ یہ چھوٹی پٹاخہ کیسے دوسروں کا سر آسانی سے کھا سکتی ہے تبھی سر جھٹک کر مسکرایا۔

"اچھا اب بتاؤ گفٹ کیا چاہیے؟ کہاں جانا ہے؟" صوفی نے اس کی گردن سے منہ نکالا۔ بازل کی آنکھوں میں وہ اپنی ریڈش براؤن آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی۔ اس کی اور بازل کی آنکھوں کا رنگ ایک جیسا ہی تھا یہی چیز تو تھی جو اس نے بازل سے چرائی تھی باقی تو وہ پوری کی پوری بابی پر رہی تھی۔

"پکا لیکر جائیں گے۔" وہ جان گیا صوفی کہاں جانے کا کہنے والی ہے۔

"ہنوئی آپ میرے ساتھ سمر وکیشنز کے بعد چلیں گی۔" صوفی نے برا سا منہ بناتے ہوئے واپس اس کی گردن میں چہرے کو چھپا لیا۔

"پھر مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" بازل نے گہرا سانس بھرا تھا۔

"بابا سے خفا ہو گئی ہو۔" اسے صوفی کے تیز تیز سانسوں کی آواز آنے لگی تھی یعنی

وہ سونے لگی ہے۔

"مجھے سونا ہے۔" اور پانچ منٹ میں وہ سو بھی گئی تھی۔ شناسا راستوں سے گزرتے ہوئے بازل نے ایک گیٹ کے باہر ہارن دیا تھا۔ اس کے ہارن دیتے ہی فوراً دروازہ کھول دیا گیا۔ وہ پتھروں سے بنے پورچ میں گاڑی کو روکنے لگا۔ ہابی پر اس کی نگاہ پڑ گئی تھی جو کہنی پر پرس جمائے کہیں جانے کی تیاری میں تھیں۔ بازل کو دیکھ کر تھم گئیں۔ وہ صوفی کو اپنی بانہوں میں لیکر اترا۔ لائیٹ پرپل کلر کی شلوار قمیض میں پیاری لگتی ہابی کو سلام کیا اور صوفی کو لیے اندر آ گیا۔ صوفی کو اس کے کمرے میں لٹا کر وہ جلدی سے باہر آیا تھا کہ مبادہ ہابی چلی ہی نا جائیں۔ مگر وہ وہیں تھی۔ اپنا بیگ صوفے پر رکھ رہی تھیں۔ بازل چلتا ہوا ان کے نزدیک آیا۔

"کیسی ہیں آپ؟" ہابی کی آنکھیں جھلملائیں۔

"تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" بازل انہیں دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر انہیں خود میں سمو لیا۔

"آپ جانتی ہیں، آپ سے مجھے کتنا فرق پڑتا ہے۔" وہ ان کے گلے لگے ہوئے بولا تھا۔

"ہٹ جاؤ بازل، اپنی طلسہ کے پاس جاؤ۔" وہ اسے جھٹک رہی تھیں۔ بازل نے گرفت اور مضبوط کی۔

"اب آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ میں اتنی دور سے آیا ہوں اور آپ مجھے جانے کا کہہ رہی ہیں۔" وہ جانتا تھا ہابی اسے معاف کر دیں گی تبھی مسکراتی آواز کے ساتھ بولا تھا۔

"تم صوفی کیلئے آئے ہو، میرے لیے نہیں۔" بازل ان سے الگ ہوا۔ پرپل دوپٹے کے ہالے میں مقید ان کا چہرا دیکھ کر بولا۔

"میں آپ دونوں کیلئے ہی آیا ہوں۔" ہابی کے چہرے پر تنفر ابھرا۔

"تمہارے دل میں ذرا بھی خوف خدا نہیں جاگا ایسا کرتے ہوئے۔ تمہارے ضمیر نے کیسے اجازت دے دی تمہیں۔"

ہابی پھر سے شروع ہو گئیں تھی۔ بازل نے آنکھیں بند کر کے خود کو پر سکون رہنے کا کہا۔

"ہابی کیا ہم اس ٹاپک کو کلوز نہیں کر سکتے؟ سیریسلی میں عاجز آگیا ہوں ایک ہی بات سن سن کر۔"

وہ حقیقتاً زچ لگ رہا تھا۔ ہابی نے حلق میں پھنسے گولے کو نگلا اور بولیں۔

"ٹھیک ہے نہیں کرتی بات، صوفی اٹھے گی تو اس سے مل لینا۔" وہ بیگ اٹھاتی باہر کی سمت چل دیں۔ بازل نے دانت کچکچائے اور ان سے پہلے نکل کر چلا گیا۔ وہ غصے میں تھا غصے سے ہی گاڑی بھگا لے گیا۔ اس کے جاتے ہی ہابی کی آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ کر گرے تھے مگر انہوں نے خود کو مضبوط کیا اور گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

****

گھر سے باہر نکلتے ہی اس کے اعصاب شل ہونے لگے تھے۔ بوکھلاہٹ اس پر طاری ہو گئی تھی مگر فی الحال اسے بوکھلانا نہیں تھا عقل سے کام لینا تھا تبھی وہ کافی دور آکر

سائیکل نمار کشے میں بیٹھ گئی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ کہاں جارہی ہے یا یہ جگہ کونسی ہے۔بس وہ پریشان سے آس پاس دیکھے جارہی تھی۔ عجیب چائینز و کورئنز طرز کے لوگ مکھیوں کے چھتے کی طرح سڑکوں پر منڈلا رہے تھے۔ کہیں سرخ پوشاک میں ملبوس سر پر پوشاک جیسی ہی گول بڑی سی ٹوپی پہنے ہنستی مسکراتی نوعمر لڑکیاں کھڑی تھیں تو کہیں تنکوں والی تکون کیپ پہنے عورتیں سبزی والے سے گپے ہانک رہی تھیں۔نیلے پلاسٹک کے سٹولوں پر براجمان بے تحاشہ لوگ اوپن ائیر کیفے کا مزہ لیتے ہوئے کھلکھلاتے دکھائی دے رہے تھے تو کہیں فٹ پاتھ پر بیٹھے ضعیف تاش کھیلنے میں مگن تھے۔ڈھیر ساری سائیکلوں، سکوٹرز اور بڑی بڑی سبزی کی ٹوکریاں بڑی ساری رسی کی مدد سے شانوں پر لٹکائے سبزی فروش یہاں وہاں منڈلا رہے تھے۔

جگہ جگہ لہراتے جھنڈوں سے وہ جان گئی کہ وہ ویت نام کے کیپٹل ہنوئی میں ہے۔

تنگ گلیاں پرانے طرز کے بنے گھر آرکیٹیکچر کا منہ بولتا ثبوت تھے۔اس نے وہ

رکشہ رکوایا۔ بریسلٹ اتار کر رکشے والے کو دیتی لوگوں کے ہجوم میں کھڑی وہ پریشان حال سی یہاں وہاں دیکھ رہی تھی۔اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ کہاں جانا چاہیے؟ کی کشمکش میں وہ فون بوتھ کے پاس پہنچی تھی۔ جھٹ سے دماغ نے سگنل دیا اور وہ شیشے کا دروازہ بند کر کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔اس کا دل زوروں کا دھڑکنے لگا۔بس ابھی کال جائے گی۔اس کے پاپا کال اٹھائیں گے۔وہ انہیں سب بتائے گی اور پھر وہ اسے یہاں سے لے جائیں گے۔جوش،ڈر،بے چینی سے اس کا وجود کپکپانے لگا تھا۔یہ کپکپاہٹ تب تھمی جب کال نہیں لگی۔اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کیا مگر بے سود۔

بے بسی سے اس نے فون کی سائیڈ پر جھانکا اور سر جھکاتی باہر آ گئی۔

کاش وہ بازل تہمان کے گھر سے کچھ پیسے ہی لے آتی۔فون بوتھ سے باہر نکل کر اس نے نظریں اپنی دائیں جانب ڈالیں اور سانس حلق میں لے کر فوراً بائیں جانب کو چلنے لگی۔اگر پولیس والوں نے اس سے پاسپورٹ طلب کر لیا تو وہ کیا جواب

www.novelsclubb.com

دے گی۔ دھڑکتے دل اور شل اعصاب کے ساتھ چل رہی تھی اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ اس وقت بازل پر کیا مصیبت ٹوٹ پڑی تھی۔

وہ ائیر پورٹ سے سیدھا اپنے آفس آیا تھا۔ تھکا ہوا تھا اس لیے اس نے ڈسٹرب کرنے سے منع کر دیا تھا۔ یہ تھکن سفر کی نہیں تھی بلکہ ہابی کے اس طرح روٹھ جانے کی وجہ سے تھی۔ وہ ساری دنیا سے اس چیز کی توقع رکھ سکتا تھا لیکن ہابی سے نہیں. کرسی کی بیک پر سر گرائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا جب اس کے سیل پر سینڈی کی کال آنے لگی۔ بدمزہ سا ہو کر اس نے کال رسیو کی تھی۔

"سر طلسہ میم کے کمرے میں آگ لگ گئی تھی جس پر ہم نے قابو پالیا ہے مگر۔۔۔" بازل کے کال اٹینڈ کرتے ہی سینڈی نے کہا تھا۔

"واٹ! طلسہ ٹھیک ہے؟" فکر مندی سے وہ کھڑا ہوا تھا۔ جلدی سے اپنا والٹ اٹھا کر جیب میں رکھا۔ گاڑی کی کیز اٹھا ہی رہا تھا جب سینڈی نے ڈرتے ڈرتے اسے کہا۔

"سر طلسہ میم گھر سے چلی گئی ہیں۔" بازل کے سر پر گویا اس نے بم پھوڑا تھا۔

"چلی گئی؟ کیسے چلی گئی وہ۔" غصے سے اس کی رگیں تننے لگیں۔ پھنکارتے ہوئے پوچھا۔

"سر! آگ کا سن کر ہم سب خوف سے ان کے کمرے کی جانب بھاگے تھے۔ پیچھے سے انہوں نے گارڈ کو بھی اندر بھیج دیا اور خود موقع ملتے ہی نکل گئیں۔"

وہ خوف زدہ تھی تبھی اس کی آواز لرزش آمیز کپکپاتی تھی کیونکہ بازل کے غصے سے وہ اچھے سے واقف تھی۔

"آگ لگی تھی کوئی جہنم نہیں بھڑک پڑی تھی جو تم لوگ خوف زدہ ہو گئے تھے آگ سے زیادہ تم لوگوں کو طلسہ پر فوکس کرنا چاہیے تھا خیر تم لوگوں کو تو میں آکر پوچھتا ہوں۔" طیش میں آکر اس نے کال کاٹی اپنے بندوں کو ہدایت دیتا خود بھی چابیاں اٹھاتا چل دیا تھا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا طلسہ کا حشر کر دے۔ شام کے سائے اپنے پر پھیلانے لگے

تھے۔ مغرب کا ٹائم ہوا چلا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے سٹئیرنگ تھامے دوسرے سے کال سن رہا تھا۔ جس میں اسے طلسہ کے ملنے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ گاڑی کو اس نے غصے کی زیادتی سے موڑا اور ایک جگہ آکر روک دیا۔

اس کلچر سے بھرے شہر میں جب وہ چلتے چلتے تھک گئی تو ایک بینچ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کیا کرے کس کی مدد لے۔ بازل تہمان کی قید سے تو رہائی پالی تھی مگر اب اپنے ٹھکانے تک کیسے پہنچے۔ تھک کر اس نے دونوں ہاتھوں میں سر گرالیا تھا۔ اس سے فاصلے پر بیٹھے بزرگ کپل وائلن کی تاروں سے کھیلتے، مدھر گیت فضا میں بکھیر رہے تھے۔ بینچ کی پشت پر لگا بوسیدہ درخت خزاں کی سختی جھیل نہ پایا تھا۔ زرد پتوں کا بھار اس کی ڈالیوں کو جھکا کر ہلکان کیے دے رہا تھا۔ ضعیف ڈالی پر ترس کھاتی ہوا پوری شدت سے آکر ان پتوں سے اس کی جان چھڑا دیتی اور زرد پتے جھوم کر اڑتے ہوئے سڑک پر اور بینچ پر بیٹھے لوگوں پر پیلاہٹ کی بارش کر دیتے۔

بازل نے ایک سخت نگاہ اس پر ڈالی اور دانت پیستے اس کے برابر آکر بیٹھ گیا۔ ہوا کے جھونکے کے ساتھ آتی خوشبو کو اس نے پہچان کر سر اٹھایا اور بری طرح کانپ گئی۔ ریڈش براؤن آنکھیں شعلیں بھڑکاتی اس کے آہنی وجود کو راکھ کرنے کے درپے تھیں۔ طلسہ گھبرا کر کھڑی ہوئی مگر بازل کی گرفت نے اسے واپس بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

"چھ۔۔چھ۔۔چھوڑو میرا ہاتھ۔"

وہ اس کے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ بازل نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت اور مضبوط کی۔

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی گھر سے قدم باہر نکالنے کی۔" جھٹکے سے اسے اپنی اور کھینچتا وہ دبی دبی آواز میں دھاڑا تھا۔

"بازل تہمان! میرا ہاتھ دکھ رہا ہے۔" خوف سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی ایسا جارحانہ روپ۔۔۔وہ پہلی بار اس سے ڈر رہی تھی۔ بازل کی گرفت میں جنون

www.novelsclubb.com

تھا جو طلسہ کا سانس اٹکانے لگا.

"اور جو میرا دل دکھا تھا۔ تمہارے کھو جانے کے خوف سے۔"

اس نے مزید اسے قریب کیا۔ طلسہ کا گھٹنا بازل کے گھٹنے سے ٹکرانے لگا تھا۔

"اس کا کیا؟ ہمم بولو۔"

"تمہاری غلام نہیں ہوں میں۔ خریدا نہیں ہے تم نے مجھے۔ نہیں رہنا چاہتی تمہارے ساتھ تو بس بات یہیں ختم ہوتی ہے اور اگر تم نے میرے ساتھ ذبردستی کرنے کی ذرا بھی کوشش کی تو میں شور مچا دوں گی۔"

بازل اس کی طفل دھمکی پر غصے کی ذیادتی سے ہنسا تھا پھر مکمل سنجیدہ ہوا۔ پارا خود بخود آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔

"غلام نہیں ملکیت ہو میری کیونکہ تم میری بیوی ہو اور چلانے کی دھمکی نہ ہی دو تو بہتر ہے کیونکہ اس سے خسارے میں تم ہی رہو گی۔" اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے تھامتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔ چھوڑو میرا ہاتھ۔ ہیلپ ہیلپ پلیز سم ون ہیلپ می۔

چھوڑو۔"

وہ چلائی تھی اور کسی نے اس کے چلانے کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ کچھ فاصلے پر کھڑی

گاڑی میں اسے روئی کے گالے کی طرح ڈالتا وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھا تھا۔

طلسہ بری طرح دروازے کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ بازل نے اب بھی اس کا ہاتھ اپنی

گرفت میں لیا ہوا تھا۔

"چھوڑا میرا ہاتھ تم جاہل انسان۔" وہ جتنا اس سے ہاتھ چھڑوانے کی سعی کر رہی

تھی اتنی گرفت بڑھتی جا رہی تھی۔ طلسہ نے ناخنوں سے اس کے ہاتھ کی پشت

زخمی کر دی۔

"پلیز چھوڑ دو میرا ہاتھ۔" درد کی شدت سے وہ چیخ پڑی تھی۔ آنسوں سیل رواں کی

طرح اس کا شبنمی چہرہ بھگو رہے تھے۔

بازل کے ہارن دینے پر گیٹ کھلا تھا۔ طلسہ نے زرا سی بھی جنبش نہیں کی۔ چپ

چاپ اس کے کھینچنے پر باہر نکلی تھی۔اسے لگا اگر وہ زرا سا بھی مزید ہلی تو اس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔وہ اسے گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لایا اور جھٹکے سے اسے چھوڑتے ہوئے دروازہ بند کیا تھا۔طلسہ کا سر بیڈ کے پلر سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

وہ ابھی سیدھی ہی ہوئی تھی کہ بازل نے اسے بازو سے تھام کر پلر سے لگایا۔

"آئندہ اگر تم نے اس گھر سے باہر قدم رکھنے کا سوچا بھی تو تمہاری جان لے لوں گا میں۔ایک بات اپنے اس چھوٹے سے دماغ میں بٹھالو، تمہارا جینا مرنا سب میرے ساتھ اسی گھر میں ہے تو اپنی جان کو آزمائش میں مت ڈالو۔میں تمہارے ساتھ سخت نہیں ہونا چاہتا مجھے مجبور مت کرو سختی پر۔تم نہیں جانتی میں جتنا اچھا ہوں اس سے کہیں زیادہ برا ہوں اگر تم اس برے بازل کے عتاب سے بچنا چاہتی تو انسان بن کر رہو۔کتنے بھیڑیے ہیں باہر اس کا اندازہ ہے تمہیں، چیر پھاڑ کر رکھ دیتے پتا بھی نا چلتا تم طلسہ۔۔۔"

وہ چیخ رہا تھا جب اس کی ہلتی تھوڑی اور آنسوں بھری آنکھوں پر تھما. موٹے موٹے آنسوں اس کے نین کٹوروں سے چھلکنے لگے تھے۔وہ ڈھیلا پڑ گیا۔گہرا سانس بھرتا ہوا پیچھے ہوا۔ایک نظر سرخ کلائی کو دیکھا پھر کچھ بھی کہے بغیر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"تم مر جاؤ بازل تہمان۔"

اس نے روتے ہوئے اپنی بے جان کلائی کو دیکھا تھا۔

****

"آپ کتنے بے مروت ہو خان۔آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں آپ کو بھول گئی ہوں۔"رابیل خان کے سامنے بیٹھی آنسوں بہا رہی تھی۔

"میں صرف آپ کیلئے جلدی آئی ہوں اور آپ ہیں کہ پھر بھی مجھ سے ناراض ہیں۔"

"تو بڑا احسان کیا، کرم آپ کا اب بھی نہ آتی۔"

خان ہمیشہ رابیل کی ایسی پوزیشن سے لطف اندوز ہوتا تھا۔اب بھی وہ خوب حظ اٹھا رہا تھا اور جان بوجھ کر اسے مزید تنگ کر رہا تھا۔خان کی سنگدلی پر وہ اور روہانسی ہو گئی۔دھڑ دھڑ گرتے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔

"آپ بہت برے ہو خان۔بہت برے۔میری بالکل بھی پرواہ نہیں کرتے۔ہر وقت مجھے ہرٹ کرتے رلاتے رہتے ہیں۔آپ کی وجہ سے میں کتنے امپورٹنٹ کام چھوڑ کر آئی ہوں اور آپ ہیں کہ۔۔۔"

رونے کے سبب بات پوری نہیں ہو سکی تھی۔وہ بہت دلجمعی سے رو رہی تھی۔

خان نے بڑے عام سے انداز میں ٹشو باکس اس کی جانب بڑھایا۔رابیل نے دو تین ٹشو لیے اور ناک پونچھنے لگی۔

ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔خان رابیل سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر مصنوعی روٹھ جاتا اور وہ اسے منانے کیلئے منوں آنسوں بہاتی۔رابیل کی ایسی حالت خان کو بہت پسند تھی۔

وہ اس کی آنکھوں ذریعے بہتے آنسوؤں میں اپنے لیے محبت دیکھتا تو خان کا دل مزید

رابیل کی طرف کھنچتا تھا پھر وہ اور سے تنگ کرتا اور اپنے دل میں اس کی محبت کو ہوا دیتا۔

"ہاں میں ہی برا ہوں۔ تمہیں ہرٹ کرتا ہوں۔ تمہاری پرواہ نہیں کرتا۔ بولو کیا کرو گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ میرے نام کی انگوٹھی اتار دو گی۔ پاپا سے کہہ کر مجھ پر بے وفائی کا الزام لگوا دو گی۔ جیل بھجوا دو گی مجھے۔ بولو۔"

وہ ہمیشہ کی طرح بولا تو بنا سوچے سمجھے بولتا ہی چلا گیا۔ رابیل کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ خان کے بے رحم لفظوں نے اس کا دل بری طرح جکڑ لیا تھا۔ وہ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"آپ ایسا کہہ بھی کیسے سکتے ہو خان کہ میں آپ کے نام کی انگوٹھی اتار دونگی۔ آپ سے قطع تعلق کر لوں گی۔ میں مر سکتی ہوں پر ایسا ہر گز نہیں کر سکتی۔"

ہمیشہ کی طرح رابیل کے الفاظ خان کے دل پر نقش ہو گئے۔ اس کی والہانہ محبت سے لبریز نگاہیں رابیل کے متورم چہرے پر جمی ہوئیں تھی۔ رابیل کے منہ سے

اپنے لیے اس طرح کے الفاظ اسے سرشار کر گئے تھے۔بہت مشکل سے محبت لٹاتی

نگاہوں اور مسکراہٹ پر قابو پاتے ہوئے وہ بولا تو لہجہ صاف لاپرواہ تھا۔

"اب یہ اپنے مگرمچھ کے آنسو بند کرو۔گھر بھی چلنا ہے۔پتا نہیں تم لڑکیاں اتنے

آنسوں کہاں سے لے آتی ہو۔"

رابیل نے بھیگی پلکوں سے اس کا زچ زدہ چہرہ دیکھا۔

"خان! آپ واقعی مجھ سے محبت نہیں کرتے۔"

خان نے بل پے کر کے کہا۔

"تم چل رہی ہو یا میں جاؤں۔"وہ کھڑا ہو گیا تھا۔رابیل نے دکھی دل سے آنکھیں

صاف کیں اور اس کے پیچھے چل دی۔

****

وہ لاؤنج میں بیٹھی سینڈی کی دی ہوئی کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔وہ غاروں

کی دنیا میں بھٹکی ہوئی تھی۔اتنی گم تھی کہ اسے پتا ہی نا چلا کب بازل اس کے پاس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آ کر بیٹھا۔ پانچ منٹ تک وہ اسے دیکھتا رہا پھر اس کے ہاتھ سے کتاب لیکر صوفے پر الٹا کر رکھ دی۔

طلسہ اس عمل سے چونکی تھی۔ بازل کی یہ حرکت اسے ایک آنکھ نہ بھائی۔ وہ اٹھ کر جانے لگی مگر بازل نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ طلسہ کے منہ سے "سی" کی آواز نکلی تھی۔ بازل نے فوراً وہاں سے ہاتھ ہٹا کر اسے کہنی سے تھام لیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں۔" سرد آواز سے کہا۔

"پلیز بیٹھ جاؤ طلسہ! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" شائستہ آواز میں کہا۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ مجھے تنگ مت کرو۔" وہ جانے لگی تھی۔ بازل نے جھٹکے سے اسے صوفے پر بٹھایا۔

"تمیز سے رہو۔" وہ چیخی تھی۔ بازل نے اس کی کلائی پر موجود سرخ نشان کو دیکھا جس میں سے ایسا لگتا تھا جیسے ابھی خون ابل پڑے گا۔ بازل کو تاسف ہوا۔

"ایم سوری۔" اس نے نرمی سے ان نشانوں پر انگلی پھیری۔ ضبط کے باوجود طلسہ کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آنکھوں میں نمی بھر آئی۔

"غصے میں کیا کر جاتا ہوں پتا ہی نہیں چلتا۔" اس کی آواز میں ندامت گھلی تھی۔

"طلسہ! بس تمہیں کھونے سے ڈرتا ہوں میں۔ دنیا بہت ظالم ہے بہت بے رحم۔ میں نہیں چاہتا تھا تمہارے ساتھ کچھ بھی غلط ہو۔ وسوسے طرح طرح کے خدشات دماغ میں ابھر رہے تھے جب پتا چلا تم یہاں سے چلی گئی ہو بس انہی کے زیر اثر تمہارے ساتھ سختی کر بیٹھا۔ پلیز مجھ سے بدگمان نہ ہو۔"

وہ التجا کر رہا تھا۔ معافی مانگ رہا تھا اس سے جو اس کا دل تھی جس میں اس کی جان بستی تھی۔

www.novelsclubb.com

طلسہ نے اپنا ہاتھ کھینچا۔

"لفظوں کے جال اچھے بنتے ہو مگر یاد رکھو مسٹر میں جال میں پھنسنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ جو تم میرے ساتھ کر چکے ہو نا اس کا حساب تو اللہ ہی تم سے لے گا۔"

وہ دور ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ فلرٹ کسی اور کے ساتھ ہی کرنا۔"

بازل مبہم سا مسکرایا۔

"مادام! بیوی کے ساتھ فلرٹ نہیں محبت کی جاتی ہے۔پاکیزہ محبت۔"

طلسہ جانے لگی تھی مگر بازل نے ایک بار پھر سے اسے کھینچ کر بٹھالیا۔بازل نے اس بار دوسرا ہاتھ پکڑا تھا۔وہ جھٹکا دیتے ہوئے چیخی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔"

"اگر نہ چھوڑوں تو۔۔۔؟"

طلسہ نے پوری جان لگا کر ہاتھ چھڑواتے ہوئے جھک کر اس کا کالر پکڑا تھا۔

"اپنی حد میں رہا کرو تم سمجھے،اگر آئندہ تم نے مجھ سے گھٹیا گفتگو کرنے کی کوشش بھی کی تو میں تمہیں ختم کر ڈالوں گی۔اس ضم میں مت رہو کہ تمہارے رحم و کرم پر پڑی ہوں تو جو چاہے تم میرے ساتھ کرتے رہو گے۔"

غصے کے مارے اس کے منہ سے کف نکل رہا تھا۔بازل نے اپنے کالر پر رکھے اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے ہاتھوں پر ہاتھ جمائے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ طلسہ نے ہاتھ چھڑانے کی سعی کی مگر ناکام رہی۔ وہ قدم بڑھاتا اسے الٹا چلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ تیسرے قدم پر وہ سنگل صوفے پر گری تھی۔ اس کی پشت صوفے کی پشت سے جا لگی۔ بازل نے اس کے ہاتھوں کو آزاد کیا اور جھک کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے دائیں بائیں رکھ دیے۔ طلسہ اس بندش پر گھبرا گئی۔

"ڈئیر طلسہ! ختم تو تم مجھے کب کا کر چکی ہو اور کتنا ظلم کرو گی۔"

وہ اس پر جھکا کہہ رہا تھا۔ اس کے لب مزید کچھ کہنے کیلئے کھلے تھے مگر سیل کی رنگ ٹیون نے اس کا منہ تک کڑوا کر دیا۔ وہ شدید بدمزہ ہوا تھا۔

"وقت تمہارے ساتھ جا رہا ہے بیوی۔"

سیدھے ہوتے ہوئے اس نے نمبر دیکھا۔ ہابی کالنگ جھٹکے سے پیچھے ہوتے ہوئے اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔ طلسہ موقع غنیمت جان کر بھاگ گئی۔

****

آسمان پر موجود ڈھیر سارے تاروں کو دیکھتی ہوئی وہ مسکرا رہی تھی۔اس کی آنکھیں ان ستاروں کی روشنی کو اپنے ذریعے دل میں اتار کر اس میں طمانیت کا احساس جگا رہی تھیں۔اس نے آنکھیں بند کیں جیسے دل کی تسکین پوری ہو گئی ہو، چاہ مکمل ہوئی۔طلب نے منزل پا لی۔ٹھنڈی ہوا کو گہرا سانس بھر کر خود میں انڈیلنے کے بعد وہ اندر آئی۔روم فریج سے کیک نکال کر میز پر رکھا اور اس پر کینڈل جلا دی۔

"ہیپی برتھ ڈے صوفی،اللہ تمہیں ڈھیر ساری خوشیوں کے ساتھ لمبی زندگی عطا کرے صحت دے۔"اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"آئی مس یو جان۔"کیک کاٹ کر اس نے بائیٹ لی پھر مسکرا دی۔

"بڑی ہو گئی ہو گی تم۔پتا نہیں مجھے یاد بھی رکھا ہو گا یا نہیں یا شاید اپنے بابا کی طرح بھول گئی ہو گی مجھے۔ہنسی خوشی تینوں زندگی گزار رہے ہو گے اور ایک میں ادھر ہوں۔"

اسے خود پر اپنے بے بس دل پر غصہ آیا تھا۔ کیک واپس روم فریج میں رکھ کر وہ تیار ہو کر باہر آ گئی۔

"کہیں جا رہی ہو بری؟" ماما کے پوچھنے پر اس نے جواب دیا تھا۔

"میرا آؤٹنگ کا دل ہے باہر جا رہی ہوں۔" اس کی ماما نے غور سے مڑ کر اس کے چہرے کو دیکھا۔ ان کے دل میں یہ خوف آن سمایا تھا کہ کہیں یہ گھومنے جانا ڈپریشن نکالنا تو نہیں تھا کیونکہ وہ اکثر اوقات یونہی باہر چلی جاتی تھی اور جب لوٹتی تھی تو اس کی حالت دل دہلا دیتی تھی۔

"اچھا تو کیا خان بھی ساتھ جا رہا ہے؟" بریا نے اپنی ماں کے چہرے پر درج ڈر پڑھ لیا۔ وہ ہولے سے مسکائی۔

"وہ بھلا کیوں جائے گا میرے ساتھ۔ میں ٹھیک ہوں ماما ڈونٹ وری جلدی آ جاؤں گی۔"

انہیں تسلی دے کر وہ باہر آئی۔ اس کے باہر جاتے ہی اس کی ماما نے کسی کو فون

کھڑکایا تھا۔

سڑک کے کنارے چلتے ہوئے وہ خوشگوار ہوا میں مصنوعی خوش سا چل رہی تھی۔ وہ خوش رہنے کی کوشش کر رہی تھی۔دل سے مسکرائے جا رہی تھی مگر جیسے سب خالی خالی سا لگ رہا تھا۔وہ ریسٹورنٹ گئی وہاں ڈنر کیا۔اجنبی لڑکی سے ڈھیر ساری باتیں کیں۔فلور تک ڈانس کی غرض سے بھی گئی مگر گنوارہ نہیں کیا تو واپس آگئی۔نوعمر لڑکیوں کے ٹولے کا ڈھیر سارا فوٹو شوٹ بھی کیا۔رائیڈز بھی لیں اور اس کے بعد شاپنگ کی۔بے تحاشہ شاپنگ کر کے جب وہ مال سے باہر نکل رہی تھی تو اس نے دیکھا خان حواس باختہ سا اس کی سمت دوڑا چلا آرہا ہے۔بریا نے اسے دیکھ کر زور سے ہاتھ ہلایا۔وہ نزدیک پہنچا اور جھٹ سے بولا۔

"ارے تم یہاں کیا اتفاق ہے میں بھی شاپنگ کرنا چاہ رہا تھا چلو ساتھ کرتے ہیں۔"

وہ اس ڈرامہ باز کی ایکٹنگ پر گہرا مسکرائی۔

"لیکن میں نے تو شاپنگ کر لی ہے۔" خان نے بھنویں اچکائیں۔

"اور اب میں سوپ پینے جا رہی ہوں۔" خان ہنسا تھا بے ڈھنگا سا۔

"اوہ اچھا صحیح، میں نے بھی اپنا ارادہ بدل لیا ہے اور اب میرا بھی سوپ پینے کو دل کر رہا ہے۔" وہ اس کے ساتھ ہی قدم اٹھانے لگا۔

"ارے مجھے یاد آیا میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو ہاٹ چاکلیٹ پی ہے اس لیے اب میں نے سوپ پینے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ میں زنگر کھانے جا رہی ہوں۔" وہ پاس ہی بنے چھوٹے سے فاسٹ فوڈ کارنر کی اور چلنے لگی۔ خان بے بھی اس کے قدم پکڑے تھے۔

"تم کتنی بری ہو نا بریا تمہیں ہرگز بھی برگر کا نام نہیں لینا چاہیے تھا کیونکہ اس نام سے مجھے یاد آ گیا ہے کہ میں دوپہر سے بھوکا ہوں۔"

وہ منہ بناتا کہتا اس کے سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھا۔ بریا اس کی ڈرامہ بازی پر ہنس دی۔ ہنستی چلی گئی۔ خان اسے دیکھتا رہا تھا کتنا اچھا ہو نا اگر اس کی یہ مسکان ہر وقت لبوں کے ساتھ رہے۔

"تم بہت بڑی فلم ہو خان سیدھا کیوں نہیں کہتے ماما نے تمہیں میرے پیچھے بھیجا ہے۔" ہنستے ہوئے ہی اس نے آرڈر کیا تھا۔خان کو اس کی ہنسی کی فیکنس نظر آ گئی۔

"پورے چار گھنٹے تلاشا ہے تمہیں اور تم ہو کہ مجھ پر ہنس رہی ہو۔ایک کام کرو بریا اپنی بہت ساری دوستیں بنالو تا کہ مجھ غریب پر کچھ رحم ہو۔" برگر کے ساتھ بھرپور انصاف کرنے کے ساتھ ساتھ وہ بولے بھی جارہا تھا۔

"ڈھیر ساری کیوں مجھے میری ایک ہی دوست کافی ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ برگر صرف ایک ہی آرڈر کیا تھا جواب خان کے پیٹ کا حصہ بن رہا تھا۔

"وہ آنسوؤں کی ٹینکی۔" اس کا اشارہ رابیل کی طرف تھا۔بریا نے کیچپ کی بوتل ضبط کی۔

"خبردار جو اگر تم نے میری اتنی پیاری دوست کو الٹا سیدھا کہا تو۔" خان نے کیچپ لینے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ بریا نے اسے پیچھے کر لیا۔

"روندو کو روندو ہی کہا جاتا ہے۔اور تم کیچپ دو کیچپ کے ساتھ کوئی مزاق نہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہے۔" وہ بریا کے ہاتھ سے کیچپ چھیننے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"کیچپ کے ساتھ کوئی مزاق نہیں۔" یہ جملہ اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح برسنے لگا۔اس نے آنکھیں بند کر کے خود پر کنٹرول کیا۔خان سمجھ گیا اسے کس کی یاد آئی ہے تبھی جلدی سے بات سمیٹتے ہوئے بولا۔

"چلو آؤ تمہاری اس روندو کو چل کر سرپرائز دیتے ہیں۔اٹھ بھی جاؤ جلدی۔" بل پے کرتا وہ اسے آواز دے رہا تھا۔پس منظر میں کسی کے کیک کاٹنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ایک نظر کیچپ پر ڈال کر وہ خان کے پیچھے ہولی۔

****

www.novelsclubb.com

یہ بازل کے گھر کے گارڈن کا منظر تھا۔جہاں وہ عبد کے ساتھ بیٹھا کسی کام میں مصروف تھا۔اس کے ماتھے پر تیوریاں تھیں اور چہرے کا رنگ سرخ تھا۔بار بار ایک ہی پیج کو پڑھنے کے بعد اس نے طیش میں لیپ ٹاپ کی سکرین کو گرایا۔

"دو دن میں مجھے پتا کر کے بتاؤ کہ یہ کون ہے جو غدار ہے۔اتنا کم مال، اس میں پوری

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بلڈنگ بنی تھی اور اب مجھے فرما رہے ہیں کہ سامان کم ہے۔ جب میں نے پورے پیسے دیے تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ کس کی اتنی ہمت ہوئی ہے جو بازل تھمان کے سامان کی چوری کرے۔"

وہ غیض و غضب کی تصویر بنا اس سہانے موسم میں تپا ہوا تھا۔ عبد نے اپنا لیپ ٹاپ اس کے سامنے سے ہٹایا۔

"ٹیم بنائی ہے میں نے تفتیش کیلئے، تم فکر مت کرو۔ بھابھی کیسی ہیں؟" اس نے جان بوجھ کر بات بدلی تھی کیونکہ بازل کا غصہ سوا نیزے پر پہنچا ہوا تھا۔

"جلد از جلد پتا کرواؤ، میں خود بھی آتا ہوں کچھ دنوں میں۔" کافی کا مگ اٹھا کر اس نے لبوں سے لگایا۔ عبد نے اس کے گھر کی اور نگاہ دوڑائی تھی۔

"ویسے مجھے نہیں لگتا کہ طلسہ اتنی پاور فل ہے۔ جس طرح تم نے پیون کے ہوتے ہوئے گارڈ بھی ہائیر کیا ہوا ہے اس سے یہ گمان ہوتا ہے جیسے وہ کوئی آئرن لیڈی ہو جو اس بندش کو توڑ کر بھاگنے کا ہنر رکھتی ہو۔" بازل اس کی بات پر ہنسا اب وہ اسے

کیا بتاتا کہ وہ ایسا کر بھی چکی ہے۔

"بہت معصوم بے ضرر سی لڑکی ہے۔اس کیلئے ایسی سکیورٹی کی کیا ضرورت۔" ہٹا کٹا سیاہ فام گارڈ مسلسل لاؤنج کے دروازے پر نگاہ گاڑے کھڑا تھا۔عبد نے اسے دیکھ کر جھرجھری بھری۔

"طلسہ اور معصوم؟ واٹ آ جوک۔" اس نے دل میں سوچا تھا۔

"تم ابھی جانتے ہی کب ہو اپنی بھابھی کو بیٹا جو جیسا دکھتا ہے نا وہ ویسا ہوتا نہیں۔" ہنوئی کی خوشبودار ہوا اس کے بالوں کو آکر بکھیر گئی۔

"ہاں جیسے کہ تو۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔بازل بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا۔

"چل پھر ملتے ہیں۔" وہ اس سے بغل گیر ہو کر چلا گیا۔بازل اندر آیا۔سامنے ہی طلسہ ٹی وی دیکھتی پائی گئی۔وہ اس کے پاس آکر بیٹھا۔ٹی وی پر نگاہ ڈالی۔پاکستانی نیوز چینل اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

"آجاؤ لان میں چل کر بیٹھتے ہیں باہر بہت اچھی ہوا چل رہی ہے۔" اس کے ہاتھ

سے ریموٹ لے کر آواز بند کرتا بولا تھا۔طلسہ نے اپنے چہرے کا رخ اس کی جانب کیا۔بازل مسکرایا۔

آتشی رنگ کی فراک میں کھلے بالوں کے ساتھ اس کی تھوڑی کا ڈمپل مبہوت کرنے کیلئے کافی تھا۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے کیوں مجھے فضول میں زچ کرتے ہو۔" بازل نے شانے اچکا دیے۔

"مجھے مزا آتا ہے جب تم اس طرح عاجز ہوتی ہو تو بہت اچھی لگتی ہو۔"اس نے دل کی بات کہی تھی۔طلسہ نے خون کے گھونٹ بھرے۔

"پتا نہیں وہ کونسی بدقسمت عورت ہو گی جو تمہارے ساتھ اپنی پوری زندگی گزارے گی مجھے افسوس ہے اس سے۔"

بازل نے آگے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"یعنی تم خود کو قابل رحم سمجھ رہی ہو انٹرسٹنگ۔"اس کی نگاہیں بولتی ہوئی

مسکراتی تھیں۔طلسہ کو لگا وہ اس کا مزاق اڑا رہا ہے۔

"غلط فہمی ہے تمہاری، میں بہت جلد تمہاری اس قید سے رہائی حاصل کر لوں گی۔"

وہ ایک عزم سے بولی تھی۔بازل سنجیدہ ہوا۔

"چلو یہ تو وقت کی بات ہے، ایک طفل سوچ، امید کرتا ہوں تمہاری یہ سوچ حقیقت میں ڈھل جائے۔ابھی تو تم فی الحال چلو میرے ساتھ میرا دل کر رہا ہے ہم دونوں لان میں بیٹھ کر ایک ساتھ کافی پیں باتیں کریں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامے کھڑا ہو گیا۔طلسہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

****

جب انسان کے اندر ہی خاموشی چھائی ہو تو کہاں زمانے کا شور اور خوشیاں بھلی لگتی ہیں تب نہ ہی موسم کی خوشگواریت طبیعت کو بدل سکتی ہے اور نہ ہی لوگوں کی سنگت۔

وہ خاموش سی نظریں جھکائے نائلہ کے سامنے بیٹھی تھی جنہوں نے آتے ہی والہانہ پن سے اس کا ماتھا چوما تھا۔ جہاں ایک طرف وہ ان کے جذبوں کی قدر کرتی تھی وہیں دوسری طرف وہ اکتا بھی جاتی تھی۔ زیادہ اکتاہٹ کا باعث کبیر کی نظریں ہوتی تھیں جو مکمل طور پر اسے اپنے حصار میں لیے ہوتی تھیں۔

"بیٹا کتنا عرصہ ہوا تمہیں دیکھے ہوئے کب سے دل چاہ رہا تھا میرا، آج خاص ٹائم نکال کر آئی ہوں تم سے ملنے کیلئے۔"

نائلہ کی باتوں پر بریا نے زبردستی ہونٹوں کو کھینچا تھا۔

"آپ کا شکریہ وقت نکالنے کیلئے۔" بریا کی ماما نے تشکرانہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں آنٹی، اس میں شکرے کی کیا بات ہے۔" کبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ تو ہمارے لیے اعزاز کی بات ہے کہ آپ جیسے اچھے اور مخلص لوگوں کے ساتھ فیملی ریلیشن بڑھے ہیں ورنہ آج کل کے دور میں کہاں اتنے اچھے لوگ ملتے ہیں۔"

اب کے اس کی نظریں بریا کی جانب تھیں۔

"ایکسکیوز می۔" بریا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ کبیر نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے پیچھے نائلہ اور بریا کی ماما باتوں میں مگن ہو گئیں۔

وہ تھوڑی دیر انتظار کر کے بولا۔

"آنٹی! اف یو ڈونٹ مائنڈ میں بریا سے بات کر لوں۔"

"جی بیٹا! بالکل اس میں مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے۔" وہ جواباً تھینکس کہتا وہاں سے اٹھ آیا۔ اس کا رخ ٹیرس کی جانب تھا۔ حسب توقع بری وہیں کھڑی تھی۔ ریلنگ پر ہاتھ رکھے ایک جگہ نظر جمائے ہوئے۔

"مجھے لگا ہی تھا آپ یہاں ہو نگی۔" وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ بریا نے اسے اگنور کیا تھا۔

"آپ یہاں کیوں آ گئی ہیں؟" کبیر نے سوال کیا۔

بریا خاموش رہی پھر فیصلہ کرتے ہوئے صاف گوئی سے بولی۔

"کیونکہ میں اکتاہٹ کا شکار ہو گئی تھی۔"

"اکتاہٹ کا شکار، پر کیوں؟" ناسمجھی سے پوچھا۔

"کیونکہ آپ کی نظریں مجھے ٹیز کر رہی تھیں۔"

اس نے ٹھوس لہجے میں کہا تو کبیر چونک گیا۔ یکدم شرمندگی اس کی آنکھوں میں در آئی۔

"آپ پلیز آئندہ مجھے اس طرح مت دیکھئے گا کیونکہ مجھے یہ سب بالکل پسند نہیں، میں ان کمفرٹیبل ہو جاتی ہوں۔"

کب کی آئی دل میں بات وہ آج بول گئی تھی۔ کبیر کو شدید برا لگا۔

"آپ کو لگتا ہے میں آپ کو بری نظر سے دیکھتا ہوں؟" اس نے مایوسی و بے یقینی سے پوچھا۔

"نظر اچھی ہو یا بری میں کسی طور برداشت نہیں کر سکتی خاص کر ان لوگوں کی جن کا میرا ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔" دوٹوک لہجے میں اس نے کہا تھا۔

"اگر تعلق قائم ہو جائے تو؟" کبیر نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ کیونکہ بریا کی باتوں نے اسے بہت ہرٹ کیا تھا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟" وہ بری طرح چونکی تھی۔

"مطلب آپ خود نکال لیجئے گا اتنی ذہانت تو رکھتی ہیں نا آپ۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا اسے خطروں کے گرداب میں چھوڑ گیا۔

****

گھر میں ایک غیر معمولی سی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اس ہلچل کی وجہ ہابی کی آمد تھی۔ ہابی کی آمد کی سبب بازل نے پورے گھر کو سر پر اٹھالیا تھا۔ اس نے ہابی کے آنے کی خوشی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہابی نہیں بلکہ عید آگئی ہو۔ جو اتنی صفائیاں اور انتظامات ہو رہے تھے۔ وہ طلسہ کے کمرے میں آیا جو پھر سے کسی کتاب میں مگن تھی۔ اسے دیکھ کر اس نے واپس نظریں کتاب پر گاڑلیں۔

بازل چلتا ہوا اس تک آیا اور اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"یہ کتابیں تمہیں وہ خوشیاں نہیں دیں گی جو انسانوں سے بات کرنے میں ملتی ہیں۔ میں جب دیکھتا ہوں تم بکس میں بزی رہتی ہو۔ کم آن طلسہ باتیں کیا کرو مجھ سے اور جو گھر میں باقی لوگ ہیں ان سے، اچھا لگے گا تمہیں۔"

اس کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال کر وہ ویسے ہی کتاب میں غرق رہی جیسے پہلے تھی۔ بازل نے گہرا سانس بھرا اور پھر ہاتھ آگے بڑھا کر کتاب کو ضبط کر لیا۔ طلسہ کچھ برا کہتے کہتے رک گئی۔

"جب میں تم سے بات کیا کروں تو صرف مجھے سنا کرو طلسہ، میری اور دیکھا کرو۔"

"کیوں تم پرائم منسٹر ہو گیا۔" وہ تڑخ کر بولی تھی۔

"ہاں تمہارا پرائم منسٹر تو میں ہی ہوں۔ تم میری حکومت جو ہو۔ میری طلسہ، میری بیوی۔" وہ پھر اسے تنگ کر رہا تھا۔ طلسہ نے غصے سے جل کر ہونٹ چبائے۔ بازل کا قہقہہ برجستہ تھا۔

"اوکے سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔ میں تمہیں یہ کہنے آیا تھا کہ ہابی آ رہی ہیں۔ ان سے

اچھے سے ملنا۔ان کے ساتھ اچھے سے رہنا۔طلسہ تمہارے اور میرے بیچ جو چل رہا ہے میں چاہتا ہوں وہ ہم دونوں تک ہی رہے پلیز۔"

طلسہ کو یاد پڑا یہ وہی ہابی ہیں جس کا ذکر شادی کی رات اس نے سنا تھا۔اس کے چہرے کے زاوے بگڑے۔

"مجھے نا ہی تم میں دلچسپی ہے اور نا ہی تمہاری ہابی میں،اس لیے مجھے میری کتاب واپس دو۔" بازل کھڑا ہوا۔طلسہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں ہابی کو لینے جا رہا ہوں،جب وہ آئیں تو ان سے تہذیب سے ملنا۔"کتاب اس نے طلسہ کی گود میں رکھی اور ہابی کو لینے چلا گیا۔

ہابی کو دیکھ بازل کا چہرہ گلنار ہوا تھا۔انہیں ہگ کر کے اس نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

"آں میری جان۔"صوفی کو گود میں اٹھا کر اس بے چوما تھا۔وہ خوشی سے نہال ہی تو ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"میں نے آپ کو بہت مس کیا ہابی۔ شکریہ مجھے معاف کرنے کیلئے۔" ان کے گرد بازو پھیلا کر وہ بولا تھا۔

"میں نے بھی تمہیں مس کیا۔ تم جانتے ہو میں زیادہ دیر تک تم سے ناراض نہیں رہ سکتی۔" ہابی کہہ رہی تھیں جب ان کے پیچھے سے شمامہ کیری بیگ گھسیٹتے ہوئے آئی تھی۔ بازل نے سوالیہ نظروں سے ہابی کو دیکھا۔ ان میں خفگی کا عنصر بھی شامل تھا۔

"بس اب بہت ہو گیا ختم بھی کرو اب تم دونوں اپنی لڑائی۔" ہابی کے کہنے پر شمامہ آگے بڑھی تھی۔

"ایم سوری بازل۔" وہ نم آنکھوں سے بولی۔

"اٹس او کے اسٹوپڈ۔" بازل نے اس کے بال بکھیرتے ہوئے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

ہابی مسکا دیں۔

"طلسہ کیسی ہے؟" گھر آکر انہوں نے پوچھا تھا۔ صوفی اس کی گود میں سوئی ہوئی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔ بازل نے اسے کمرے میں جا کر لٹایا اور ان دونوں کے درمیان بیٹھ کر بولا۔

"توپ ہے۔" سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ شمامہ ہنسی تھی۔

"میری بات نہیں مانو گے تو یونہی خسارے میں رہو گے۔" ہابی نے ناراضگی سے کہا تھا۔

"آپ کی بات مان کر بھی میں خسارے میں ہی رہتا۔" ہابی نے اسے گھوری لگائی تھی۔

"اب ڈرائیں تو نا۔" وہ مصنوعی خوف سے بولا تھا۔

"تم اور ڈرنے والی چیز۔۔" شمامہ نے درمیان میں لقمہ دیا تھا۔

"رہنے ہی دو۔" وہ وہاں سے اٹھ کر گئی تھی۔ ہابی نے بازل کی جانب رخ کیا۔

"سب ٹھیک ہوا۔" بازل نے گہرا سانس بھر کر نفی میں سر ہلایا۔

"چلو پھر تمہاری توپ سے ملنا ہی پڑے گا۔" ہابی اس کے بال بکھیرتی کمرے کا پوچھ کر چل دیں۔

وہ بیڈ پر بیٹھی کتاب پڑھنے میں مگن تھی جب دروازے پر ناک کے ساتھ پوچھا گیا۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"

انہیں دیکھتے ہی طلسہ سیدھی ہوئی تھی۔

"آئیں ناپلیز۔"

بتیس تینتیس سالہ خوبصورت سی ہابی صوفے پر آکر بیٹھ گئیں۔

"کیسی ہو؟" انہوں نے شائستہ لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک۔" بے تاثر سا کہا گیا۔

"مجھے تو جان گئی ہو گی تم میں ہابی ہوں بازل کی بڑی بہن۔"

اس تعارف پر طلسہ کو چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا لگا تھا اگر ہابی بازل کی بہن تھیں تو پھر صوفی؟ بے تحاشہ سوال اس کے دماغ کے دریچوں میں دستک دینے لگے۔ اس نے انہیں غور سے دیکھا۔ وہ کافی حد تک بازل کی شباہت دیتی تھیں۔

"میں یہ امید کر رہی تھی کہ تم مجھ سے ملنے آؤ گی۔" انہوں نے شکوہ کیا۔

"ہو سکتا ہے ہابی صوفی کو پال رہی ہوں۔" وہ خود ہی اندازے لگائے جا رہی تھی۔

"وہ میرے سر میں درد تھا تو۔۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

ہابی ایک نظر اسے دیکھتی رہیں پھر بولیں۔

"دیکھو طلسہ ! میں جانتی ہوں بازل نے جو تمہارے ساتھ کیا وہ بہت غلط تھا۔ میں اس لیے اس سے ناراض بھی تھی حالانکہ میں نے کبھی اسے اتنے عرصے ایسے نظر انداز نہیں کیا مگر جو فعل اس نے انجام دیا تھا اس کی میں نے خوب اسے سزا دی۔ قطع تعلق کیے رکھا یہاں تک کہ صوفی کو بھی اس سے دور رکھا لیکن اس نے یہ سب چیزیں برداشت کیں کیونکہ اسے تمہیں حاصل کرنا تھا۔ ہم لوگوں پر اس نے تمہیں فوقیت دے دی طلسہ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے تم اس کیلئے کتنی اہمیت رکھتی ہو۔ وہ ایک نہایت ہمدرد اور صاف دل انسان ہے جو کبھی کسی کا برا نہیں چاہ سکتا۔"

طلسہ کو ہابی اچھی لگی تھیں۔ شائستہ لہجے میں ان کی بات کاٹی۔

"پلیز ہابی، میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

اس کے ملتجی لہجے پر وہ یکدم چپ ہو گئیں پھر بات بدلتے ہوئے بولیں۔

"تم تو ماشاءاللہ بہت پیاری ہو تصویروں سے بھی زیادہ، اللہ تمہیں بہت خوش رکھے۔"

انہوں نے اٹھ کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ طلسہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔ اتنے عرصے بعد اس طرح کا مٹھاس بھرا لہجہ جو سنا تھا اس نے۔

****

وہ اپنے کمرے سے باہر آ رہی تھی جب اسے گیلری میں اپنی ڈول کے ساتھ کھیلتی ہوئی فیری فراک میں گپو گپو سی بچی نظر آئی۔ صوفی اسے دیکھتے ہی اس کی جانب بڑھی۔

"اسلام علیکم! میرا نام صوفی ہے اور آپ کا؟" صوفی کے اتنے معصومیت بھرے انداز پر طلسہ کو بے اختیار پیار آیا۔ آگے بڑھ کر اس نے صوفی کو بانہوں میں لیا پھر وہ اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئی بولی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میرا نام طلسہ امام ہے اور آپ کا نام تو بہت ہی پیارا ہے۔"

"اور میں پیاری نہیں ہوں۔"

صوفی نے منہ پھیلاتے ہوئے پوچھا۔طلسہ کو اس میں زرین کی جھلک نظر آنے لگی، روہانسی ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی بہت پیاری ہو بالکل پری جیسی۔"

طلسہ کی تعریف پر صوفی کی ریڈش براؤن آنکھیں چمک اٹھیں۔پھولے پھولے گلابی گال اور لال ہو گئے۔

"آپ آئیں نا مجھے آپ سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔"اس نے "بہت" پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں نہیں۔"

طلسہ اسے کمرے میں لے آئی صوفی بڑے حق سے اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اچھا تو بتاؤ آپ کون ہو؟" صوفی نے اپنی سٹف ڈول کو گود میں لٹاتے ہوئے پوچھا۔

"ارے ابھی بتایا تو میں طلسہ ہوں۔"

"اوہو۔" صوفی نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا جیسے اس کی کم عقلی پر افسوس کیا ہو۔

"آپ بابا کی کیا ہو؟" بڑوں کے سے انداز میں اس نے بابا پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔ طلسہ کو وہ یکدم بازل لگی۔ تھی تو اسی کی کاربن کاپی ہو بہو بازل جیسی۔

"اور یہاں کیوں آئی ہیں؟" ایک بعد اس نے دوسرا سوال پوچھا تھا۔ طلسہ اس کے سوالوں پر تھوڑی ڈسٹرب ہوئی تھی پھر اس نے کمال مہارت سے بات بدلی تھی۔

"ارے یہ آپ کی ڈول تو بہت پیاری ہے۔"

طلسہ کے کہنے پر صوفی کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور وہ پر جوش انداز میں کہنے لگی۔

"ہے نا یہ میرے پاپا نے لا کر دی تھی جب میں پوری پانچ سال کی ہوئی تھی۔" اس نے اپنی پانچوں انگلیاں کھول کر کہا۔

طلسہ چونکی صوفی کے ریشمی بالوں میں چلتی انگلیاں تھمی تھیں۔

"پاپا مطلب بازل ہے نا؟"

"اوف ہو۔" صوفی نے ایک بار پھر اپنا ماتھا پیٹا۔

"وہ تو میرے بابا ہیں۔ پاپا تو میرے غضنفر ہیں۔ میری ماما کے ہزبنڈ۔" اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"مطلب آپ اپنے پاپا کی بیٹی ہو؟" طلسہ الجھ گئی تھی۔

"یس لیکن میں بابا کی بھی بیٹی ہوں۔" طلسہ نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا کیونکہ یہ معمہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

"آپ کی برتھ ڈے کب تھی؟" طلسہ نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"پانچ جنوری کو۔" صوفی نے پھر انگلیاں کھول کر بتایا۔

"اوہو، تو یعنی میں نے آپ کی برتھ ڈے مس کر دی۔" طلسہ کو جیسے افسوس ہوا۔

"ہاں پتا ہے میری برتھ ڈے پر ہم سب نے بہت مزے کئے تھے۔" صوفی

پرجوش انداز میں اسے اپنی برتھ ڈے کی تفصیلات سے آگاہ کرنے لگی۔ طلسہ بڑے اشتاق سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"کیا آپ مجھے اپنی فرینڈ بنائیں گی؟" صوفی نے بات کے اختتام پر طلسہ سے پوچھا۔

"ہاں بالکل، آج سے ہم دونوں کی پکے والی دوستی ہو گئی۔"

طلسہ نے اس کے دائیں ہاتھ سے ہاتھ ملایا تھا۔

"تو پھر میں آپ کو کیا بلاؤں۔" ہاتھ ملانے کے بعد صوفی نے اس سے پوچھا تھا۔

"جو آپ کا دل چاہے۔" طلسہ نے اس کے گداز گالوں کو چھوتے ہوئے کہا۔

"اوکے پھر میں آپ کو سوچ کر بتاؤں گی۔" صوفی اس کی گود سے اتری اور باہر بھاگ گئی۔

اس دن کے بعد طلسہ کی صوفی کے ساتھ اچھی خاصی فرینڈشپ ہو گئی تھی۔ کبھی وہ صوفی کی فرمائش پر کچن میں گھسی کچھ بنا رہی ہوتی تو کبھی اس کی ڈول کے ساتھ کھیلتی اور اس سے گھنٹوں باتیں کرتی۔ طلسہ کو تو صوفی کی صورت میں راہ فرار مل گئی

تھی. یہی وجہ تھی کہ جو دن پہلے کٹتا نہیں تھا اب کیسے گزر جاتا پتا ہی نا چلتا۔

"اسلام علیکم۔" مدھم آواز میں سلام کرتی وہ صوفی کے ساتھ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ہابی نے طلسہ کو دیکھا پھر شامہ کی جانب نظریں گئیں تھی۔وہ جب سے آئیں تھی تب سے طلسہ کا بازل کیلیئے خشک اور سرد رویہ دیکھ رہی تھیں۔ہابی کے آتے ہی بازل کو ارجنٹ ایک ہفتے کیلیئے سری لنکا جانا پڑا تھا۔آج وہ ہفتے بعد آیا تھا تو تب بھی طلسہ کی لاتعلقی اس کی منتظر تھی۔ہابی کو یہ دیکھ کر شدید افسوس ہوا۔

"وعلیکم اسلام۔"سب نے مل کر جواب دیا تھا۔شامہ اس کی اور دیکھ کر مسکرائی تھی۔اس کا اور طلسہ کا تعارف ہو چکا تھا۔شامہ اس کی طرف اپنا جھکاؤ کرتی مگر طلسہ کے لئے دیئے رویے کی وجہ سے وہ اس سے فاصلے پر رہ رہی تھی۔

"آج میں آپ کے ہاتھ سے کھانا کھاؤں گی۔"طلسہ کو اپنی جانب متوجہ پا کر صوفی نے لاڈ سے کہا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔"طلسہ نے پیار سے اس کا گال کھینچا اور اسے اپنے ہاتھ سے ناشتہ

کروانے لگی۔ بازل آنکھوں میں استعجاب لئے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ پل خوشگوار بھی تھے اور حیران کن بھی۔

"پتا ہے بابا میری اور ان کی ابھی فرینڈ شپ ہوئی ہے۔" صوفی کے فخریہ انداز میں بتانے پر وہ مسکرایا تھا۔

"آپ کی اور طلسہ کی دوستی کب ہوئی؟"

ڈائننگ ہال سے سب سے پہلے طلسہ اٹھ کر گئی تھی۔ ہابی اور شمامہ کے جاتے ہی اس نے صوفی سے پوچھا تھا جو ناشتہ کرنے کے بعد اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گئی تھی۔ بازل کے پوچھنے پر صوفی نے پہلے دن سے لے کر اب تک کی ساری باتیں گوش گزار دیں۔ بازل تمہان بہت محظوظ سا اس کے ایکشنز دیکھ رہا تھا۔ اس کی کافی ختم ہو گئی تھی پر صوفی کی باتیں ختم نہیں ہوئیں۔ اس نے خالی خالی مگ ٹیبل پر رکھا اور اسے محویت سے دیکھنے سننے لگا۔

"تو بابا میں انہیں کیا بلاؤں، میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

اپنی بات کے اختتام پر صوفی نے بہت فکر مندی سے پوچھا جیسے یہ اس کیلئے ایک معمہ ہو جسے وہ سلجھانہ پا رہی ہو۔

"بابا کی جان۔" بے اختیار ہی بازل کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے جنہیں سوچ کر وہ خود بھی ٹھٹھک گیا۔

"بابا کی جان۔" صوفی نے اس کے الفاظ دوہرائے تھے۔

"پر بابا کی جان تو میں ہوں نا۔" ماتھے پر تیوریاں ڈالے وہ تھوڑے نروٹھے پن سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بابا کی جان ہو۔" بازل نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے اس کی تیوریوں کو ہٹایا۔

"مگر وہ بھی بابا کی جان ہیں۔" بازل نے ٹھہر ٹھہر کر لفظ ادا کئے تھے۔

"پر وہ کیوں بابا، وہ آپ کی جان کیوں ہیں؟" صوفی کے بہت اشتیاق سے پوچھنے پر وہ مسکرا دیا پھر بولا۔

www.novelsclubb.com

"کیونکہ وہ بابا کی وائف ہیں جیسے ماما آپ کے پاپا کی۔" صوفی نے اپنی آنکھیں پر سوچ انداز میں گھمائیں اور جیسے یاد آجانے پر بولی۔

"بٹ بابا! جب میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے نہیں بتایا تھا۔"

"وہ بھول گئی ہونگی اس لئے نہیں بتایا ہوگا۔" بازل نے اس کی بات سن کر گہرا سانس بھر کر کہا تھا۔

"اوکے تو پھر میں آج سے انہیں بابا کی جان ہی کہوں گی ویسے بھی وہ مجھے بہت پسند آئی ہیں۔"

حتمی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے سر ہلا کر کہا تھا۔

"ویری گڈ پر پہلے آپ کو مجھ سے ایک پرامس کرنا ہوگا۔"

بازل کے کہنے پر صوفی نے پوچھا۔

"کیا بابا۔"

"یہی کہ آپ یہ تمام باتیں طلسہ کو نہیں بتائیں گی۔ اسپیشلی بابا کی جان والی بات۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بازل نے تنبیہی والے انداز میں کہا۔

"پرامس بابا میں نہیں بتاؤں گی۔" اس نے جھٹ سے وعدہ کیا تھا۔ بازل نے اس کا دائیاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بولا۔

"پکے والا وعدہ۔" صوفی نے جواباً اُس کا ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"پکے والا۔"

****

ہوا تو کچھ بھی نہیں

بس تھوڑا سامان ٹوٹا ہے

تھوڑے سے لوگ بچھڑے ہیں

تھوڑے سے خواب بکھرے ہیں

بس تھوڑی سی نیندیں اڑ گئی ہیں

تھوڑی سی خوشیاں چھن گئی ہیں

www.novelsclubb.com

ہوا تو کچھ بھی نہیں

بس اپنا آپ گنوایا ہے

آنکھوں کو برسنا سکھایا ہے

چاہتوں کا صلہ پایا ہے

ہوا تو کچھ بھی نہیں

بس کسی اپنے نے رلایا ہے

کبیر کی بات اسے بہت پریشان کر گئی تھی۔وہ اپنی سوچوں میں گھری مسلسل ایک ہی بات سوچ رہی تھی۔

"اگر تعلق قائم ہو جائے تو۔۔۔۔؟"

لفظوں کا یہ زہر آہستہ آہستہ اس کے بدن میں سرایت ہوتا اسے بے حال کر رہا تھا۔

گھٹن پھر اس کے اندر پروان چڑھنے لگی تھی۔بڑھتی فرسٹریشن سے نجات حاصل کرنے کیلیئے وہ سیل فون اٹھا کر باہر آگئی۔

www.novelsclubb.com

آج سنڈے تھا، آفس کی چھٹی تھی اور یہاں وہ خان کے سوا کسی کو نہیں جانتی تھی اور خان سے بات کرنے کا فی الحال اس کا موڈ نہیں تھا۔اس وقت وہ صرف اپنی ذات تک ہی محدود رہنا چاہتی تھی۔وہ پیدل نکلی تھی۔جب چلتے چلتے تھک گئی تو سڑک کنارے بینچ پر آ کر بیٹھ گئی۔

بازل کی سوچیں منہ زور سیلاب کی طرح اس کے دماغ میں ٹھوکریں مار رہی تھیں۔

وہ فرسٹریشن کی انتہا تک پہنچنے لگی۔وجود پر ہلکی ہلکی کپکپی طاری ہوتے ہی عجیب سی بے چینی و ہلچل اس میں مچنے لگی۔وقفے وقفے سے سانس چھوڑ کر وہ اپنی مٹھیوں کو بھینچنے لگی تھی۔اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے ہو کیا رہا ہے۔اپنے لب کاٹتی وہ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں موجود موبائل کی سکرین وقفے وقفے سے روشن ہوتے ہوئے کالز آنے کا عندیہ دے رہی تھی۔

معمول کے برعکس آج وہ بریا کو شدت سے یاد آ رہا تھا۔جانے کیوں اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اسے بلا رہا ہے۔اسے یاد کر رہا ہے۔بازل کو اس کی ضرورت ہے۔بے بسی

سے وہ رونے لگی۔اس کا شدت سے دل کر رہا تھا کہ وہ بازل سے ملے،اس سے بات کرے اسے دیکھے مگر وہ بے بس تھی۔اس قدر بے بسی،اس قدر بندھے ہاتھ۔وہ ہچکیوں کے ساتھ سسکنے لگی تھی۔اس کی آنکھوں سے دکھ بہنے لگا تھا۔ لبوں پر کرب و ملال رقم تھا۔سڑک سے گزرنے والے لوگ اسے حیران و پریشان نظروں سے دیکھ رہے تھے پر وہ بغیر کسی کو دیکھے اپنی قسمت پر ماتم کناں تھی۔اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

خوب رو دھو کر دوپٹے کے پلو سے منہ صاف کرتی وہ اٹھی تھی۔اپنے پاپا سے کیا وعدہ آج اس نے پھر سے توڑ دیا تھا۔اور وہ اس وقت کے لئے شرمندہ بھی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ وعدہ توڑنے والوں میں سے ہو مگر یہ ایک ایسا معاملہ تھا جو اس کی ہمت سے بھی بڑھ کر تھا۔سکون کا لحاف اوڑھے وہ قدم اٹھا رہی تھی جب سڑک کراس کر کے بھاگتے ہوئے خان اس تک آیا تھا۔

"بری! کہاں تھی تم؟" لفظوں کے ساتھ اس کے چہرے پر بھی پریشانی رقم تھی۔

"پتا ہے سب کتنے پریشان ہو گئے تھے۔"

وہ چھ گھنٹوں سے غائب تھی اور فون اٹھا نہیں رہی تھی اس لئے سب اس کیلئے بہت پریشان ہو گئے تھے۔ بریا نے پھیکی سی مسکان کے ساتھ خان کی آنکھوں میں دیکھا تو ایک لمحے کو خان کا دل ڈوب سا گیا۔

"بہ۔۔۔ بری۔" وہ اٹکتے ہوئے بولا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دس ماہ پہلے والی بریا ایک بار پھر سے اس کے سامنے کھڑی ہو۔

"خان تمہیں پتا ہے اسے میری ضرورت ہے۔ وہ مجھے پکار رہا ہے۔ میں نے خود اس کی آواز اپنے کانوں سے سنی ہے۔ وہ میرا نام پکار رہا تھا۔"

بریا کی آواز میں وہی جنون تھا جو دس ماہ پہلے تھا۔ خان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے کیا کہے اثبات میں سر ہلاتا وہ اسے گاڑی کی طرف لے آیا تھا۔ اسے بازل تھمان پر غصہ آنے لگا جو اس کی پیاری سی دوست کی زندگی برباد کر کے اپنی نئی زندگی میں مگن تھا۔

"کیا واقعی وہ اتنا خود غرض تھا؟"

****

"طلسہ کا رویہ نا قابل یقین ہے میرے لئے مجھے نہیں پتا تھا وہ میرے بھائی سے اتنی زیادہ بد ظن ہے۔" ہابی تاسف بھرے لہجے میں شامہ سے مخاطب تھیں۔

"رات کو وہ آیا تھا اور کچھ نہیں تو کم از کم حال احوال ہی پوچھ لیتی ابھی ناشتے پر بھی اس سے مخاطب تک نہیں ہوئی۔"

ناراضگی کی پٹی اترتے ہی بازل کیلیئے ہابی کی محبت جاگی تھی ابھی وہ محبت ہی بول رہی تھی۔

"اس بات کی تو مجھے بھی حیرت ہے جس طرح وہ بازل سے کٹی ہوئی ہے اور جس طرح کا ری ایکشن وہ بازل کو دیکھ کر دیتی ہے وہ نا قابل یقین ہے۔ مطلب بازل تھمان جیسے بندے کو کوئی کیسے اتنے لمبے عرصے تک اگنور کر سکتا ہے۔" شامہ نے بھی ہابی کی ہی تائید کی تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو اس لئے میں چاہتی تھی بازل تم سے شادی کرے آفٹر آل تم دونوں بچپن کے دوست ہو جس طرح کی تم دونوں کی بانڈنگ تھی صاف لگتا تھا تم دونوں آپس میں شادی کرو گے۔"

ہابی کے کہنے پر شامہ کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھری جسے اس نے فوراً سے قابو کیا تھا۔اسے بھی کہاں یقین آیا تھا بازل کے اس اقدام کا۔ کتنی لڑی تھی وہ اس سے۔ کتنے آنسوں بہائے تھے اس نے اس پتھر کے سامنے۔ جس میں شگاف ایک ہی نام نے ڈالا تھا۔ جسے پگھلایا صرف ایک ہی انسان نے تھا۔اور اس کے آگے اسے کوئی نہ دکھا تھا۔نہ ہابی، نہ صوفی اور نہ ہی شامہ کے آنسوں و ناراضگی۔

"جس دن بازل نے مجھے اس رشتے کے بارے میں بتایا تھا اسی دن میں نے اسے اس رشتے کیلئے منع کر دیا تھا۔میں نہیں چاہتی تھی اسے کسی کی بد عائیں و آہیں لگیں۔ کسی کے آنسو اسے کھا جائیں۔میں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ بازل تھمان، زبردستی کے رشتے کی بنیاد بہت کمزور ہوتی ہے۔یہ زیادہ دیر تک ٹک نہیں سکتے۔

ڈھے جاتے ہیں، ملیامیٹ ہو جاتے ہیں بدگمانیوں کے سائے تلے۔ مگر وہ بھی اپنی ضد کا پکا نکلا۔ یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ میں نے جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے آپ دیکھئے گا بہت جلد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

بابی مسلسل بولے جا رہی تھیں۔

"مگر اب تم خود ہی دیکھ لو، سب کچھ کتنا ٹھیک ہے جو لڑکی سال بھر کے عرصے میں اس کی نہ ہو سکی وہ اپنی تمام عمر بھی گزار دے تب بھی اس کی نہ ہو سکے گی۔"

بابی جیسے سب کچھ جانچ چکی تھیں۔

"پر بابی آپ یہ بھی تو دیکھیں نا، اس میں طلسہ کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ وہ ایک لڑکی ہے اور جن حالات میں ان کی شادی ہوئی ہے اس سے آپ بھی واقف ہیں۔ اس سے اس کا گھر، اس کے والدین چھوٹے ہیں۔ لاتعلق کر دیا گیا ہے اسے ہر شے سے یہاں تک کہ اس کے وطن سے بھی۔ اب یہ اس کی انا کا مسئلہ ہے اور آپ جانتی ہیں نا انا کتنی بری چیز ہے۔ وہ کیسے اس شخص کو اپنا سکتی ہے جو ان سب چیزوں کے

چھیننے کا سبب بنا ہے۔"

شامہ نے طلسہ کی سائیڈ لی تھی جو بھی تھا اس تمام معاملے میں طلسہ اسے بے قصور لگی تھی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو شامہ۔" انہوں نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"بازل کو چاہیئے کہ وہ ہوش کے ناخن لے اپنی اور اس کی زندگی برباد نہ کرے۔ طلسہ ناسمجھ ہے مگر بازل کو تو عقل سے کام لینا چاہیئے۔"

"آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں ہابی! میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

شامہ ہابی کی بات پر الجھ سی گئی تھی جس پر ہابی گہرا سانس بھر کر رہ گئیں۔

****

وہ کمرے میں ٹہلتا ہوا مسلسل بریا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بریا کی فیملی سے وہ لوگ کچھ ہی عرصے سے واقف تھے اور اس عرصے میں دونوں فیملیز میں گہرے تعلقات استوار ہو گئے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پہلی نظر میں ہی بریا کبیر کو بہت بھائی تھی۔اس کی سادگی اور چہرے کی ویرانی تھی ہی اتنی پراثر کسی کو بھی اپنی جانب کھینچ لیتی تھی۔اس کے چہرے پر ایک ٹھراؤ تھا۔آنکھوں میں ایک تاسف وہ ویرانی، جس نے کبیر کو بری طرح چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔اس کے چہرے پر پھیلے حزن کی وہ کھوج لگانا چاہتا تھا اس لئے وہ اپنی نظریں اس کے چہرے پر جمائے رکھتا تھا۔ مگر یہ نظریں بیکار گئیں۔ بریا کے گرد پھیلے سخت خول نے کبھی اس کا اپنا آپ اس کے سامنے کھلنے نہیں دیا تھا۔ بریا کیلیئے دل میں موجود نرم گوشے کے سبب وہ فیصلہ کن انداز میں نائلہ کے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ ہلکے سے ناک کر کے وہ اندر آیا۔

"مام! مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔"

"ہاں کہو۔" نائلہ جی جان سے متوجہ تھی۔

"مام! دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔۔" وہ رکا پھر زرا توقف کے بعد بولا۔ "موم میں چاہتا ہوں کہ آپ بریا کی فیملی سے میرے لئیے بات کریں اگر آپ کو اعتراض

www.novelsclubb.com

ناہوتو۔"

یہ کہہ کراس نے نائلہ کی طرف دیکھا تھا جن کا چہرہ اس کی بات سے کھل اٹھا تھا۔

بے پناہ مسرت سے انہوں نے کبیر کو گلے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور سرشاری سے بولیں۔

"تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی، میں کب سے تم سے یہی بات کرنا چاہ رہی تھی۔"

بریا کو اپنی بہو کے روپ میں سوچ کر ہی ان کے دل میں خوشی کی لہر اٹھی تھی۔

کبیر نے ممنون نظروں سے نائلہ کو دیکھا اور مسکرا کر کہا۔

"تھینکس مام۔"

****

"آپ یہاں ہو بابا کی جان، میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی تھی۔" طلسہ کچن سے نکل کر لاؤنج میں آرہی تھی جب صوفی نے اس سے کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

سامنے ہی بازل تہمان صوفے پر لیپ ٹاپ سنبھالے بیٹھا تھا۔ صوفی کے پکارنے پر اس نے نظریں اٹھا کر طلسہ کو دیکھا جو اس طرز تخاطب پر سرخ پڑ چکی تھی۔ بازل کا چہرہ بالکل سنجیدہ تھا مگر اس کی آنکھوں میں بھرپور شوخی کا سمندر ٹھاٹھے مارتا نظر آ رہا تھا۔ طلسہ اس شوخی کو ہضم نہ کر پائی، سخت لہجے میں صوفی سے بولی۔

"بری بات صوفی! ایسے نہیں کہتے۔"

"کیوں، ایسے کیوں نہیں کہتے؟" صوفی نے اس کے جھڑکنے پر قدرے خفا ہو کر پوچھا۔ طلسہ ضبط سے بولی۔

"کیونکہ ایسی بات اچھے بچے نہیں کرتے اور آپ تو اچھی بچی ہو نا۔"

بازل تہمان بظاہر لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے ہوئے تھا مگر اس کے کان و دھیان ان دونوں کی جانب ہی تھے۔ وہ کن اکھیوں سے طلسہ کا چہرہ بھی دیکھ رہا تھا جو ضبط کے باوجود سرخ تر ہوا جاتا تھا۔ بازل کو طلسہ کی یہ حالت بہت محظوظ کر رہی تھی۔

"پھر میں آپ کو کیا بلاؤں؟" صوفی نے معصوم سے منہ سے پوچھا۔

"آپ مجھے کچھ بھی بلا لو، آپ مجھے میرے نام سے بھی بلا سکتی ہو۔" طلسہ نے فوراً سے تجویز دی۔

"پر بڑوں کو نام سے بلانا تو بیڈ مینرز ہوتے ہیں نا۔ ماما کہتی ہیں بڑوں کو ان کے نام سے نہیں بلاتے۔"

صوفی نے جیسے رٹی رٹائی بات اس سے کہی تھی۔ کہتے ساتھ ہی صوفی نے مایوسی سے کام کرتے بازل کی جانب بھی دیکھا تھا۔ اس کی نظروں کے تعاقب میں طلسہ نے ایک کڑوی نگاہ اس شخص پر ڈالی اور دوبارہ صوفی کو دیکھنے لگی جس کی آنکھیں یکدم کسی سوچ کے تحت چمک اٹھی تھیں۔ طلسہ کچھ کہنے کیلئے منہ کھول ہی رہی تھی کہ وہ فرط جوش سے چیخ اٹھی۔

"بابی، میں آپ کو بابی کہوں گی جیسے بابا میرے ہیں ویسے بابا سے بابی۔"

صوفی کا بابی لفظ سن کر بازل نے زوردار قہقہ لگایا تھا جس سے وہاں کھڑی طلسہ بھنا کر رہ گئی۔ اپنے آپ پر بامشکل ضبط کرتے ہوئے صوفی سے بولی۔

"ٹھیک ہے آپ مجھے بابی کہنا، کم از کم یہ بابا کی جان جیسے گھٹیا لفظ سے تو بہتر ہے۔"

وہ جان پر زور دیتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ صوفی اپنی ڈول سنبھالتے ہوئے لان کی جانب بھاگی تھی۔ طلسہ کی حالت سے حظ اٹھاتے بازل نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اس کے کمرے کی سمت چل دیا۔

"ہیلو! بابا کی جان کیسی ہو؟ ویسے حد کرتی ہو تم بھی بندہ شوہر کا حال احوال ہی پوچھ لیتا ہے۔"

بازل کے طرز تخاطب پر اس نے اپنے اندر اٹھتے ابال کو کنٹرول کیا تھا۔

"مجھ سے حد میں رہ کر بات کرو مسٹر میں ایسی باتیں سننے کی عادی نہیں ہوں۔"

بازل اس کے ساتھ بیڈ پر آکر بیٹھا۔ طلسہ فوراً اٹھ کر صوفوں کی جانب بڑھ گئی۔

"اب تم زیادتی کر رہی ہو۔" بازل نے خفگی سے کہا۔ "محبت کو تم چیپ کہہ رہی ہو۔"

"مہربانی کر کے آپ یہاں سے اٹھیں گے؟" اس نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"او کے۔" بازل وہاں سے اٹھ کر قدم قدم چلتا اس کے پاس آیا ڈرامائی وقفہ لیا پھر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟" وہ بدک کر پیچھے ہوئی تھی۔

"تم نے ہی تو کہا تھا وہاں سے اٹھنے کو۔" زمانے بھر کی معصومیت چہرے پر سجائے اس نے کہا۔ طلسہ کا دل کیا اس کا خون پی جائے۔

"آپ پلیز اس کمرے سے جائیں گے۔" ضبط کرتے ہوئے تحمل سے کہا۔

"نہیں بلکہ آج میں پورا دن تمہارے ساتھ بتاؤں گا۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کو کیچر سے آزاد کروایا تھا۔

"چلو اٹھو شاباش واک کرنے چلتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑتا اٹھا تھا۔ طلسہ نے اس کا ہاتھ جھٹکا اور صوفے پر پڑا اپنا کیچر اٹھا کر بالوں کا جوڑا بنا لیا۔

"اپنی حد میں رہو مسٹر، آئندہ میرے بالوں کو ہاتھ بھی لگایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں

ہو گا۔" ایک بار پھر غصہ اس کے حواسوں پر چھانے لگا تھا۔

"جب تمہیں معلوم ہے کہ مجھے تمہارے کھلے بال انتہا سے زیادہ پسند ہیں تو کیوں انہیں اس میں جکڑتی ہو۔"

بازل نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا تھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر کیچر کھینچا اور دو ٹکڑے کر دیے۔ طلسہ غصے سے دانت کچکچاتی رہ گئی۔

"اب چپ چاپ چلو ورنہ میں نے اپنی حدیں پھلانگیں تو پھر مجھے نہ کہنا۔"

"میری چپ کا غلط فائدہ مت اٹھاؤ بازل تمہان! موقع ملتے ہی میں تمہاری اس قید سے آزادی حاصل کر لوں گی۔"

آنکھوں میں آئی نمی کو پرے دھکیلتے ہوئے اس نے مضبوط آواز میں کہا تھا۔

"اوکے ول سی، اب چلیں۔" ہوا میں بات اڑاتا وہ اس کو ہاتھ کے اشارے سے چلنے کا کہہ رہا تھا۔ اسکے ایک ہی جگہ کھڑے رہنے پر بازل نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور لان کی جانب چل دیا۔

www.novelsclubb.com

****

"ہاں آصف کیسا چل رہا ہے وہاں؟ سب ٹھیک ہے نا؟" آصف کے فون اٹھاتے ہی بازل تمہان نے اس سے پوچھا تھا۔

"یس سر، سب ٹھیک ہے اور امام جہانزیب بھی اب بالکل ٹھیک ہیں۔" دوسری طرف سے آصف نے بتایا تھا۔

بازل نے کندھے سے فون لگایا ہوا تھا اور ساتھ ساتھ لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپ کرنے میں بھی مصروف تھا اسی دوران ہابی سٹڈی میں آئی تھیں۔

"ہوں گڈ، اور زرین ٹھیک ہے نا صہیب کے ساتھ؟ کوئی پرابلم تو نہیں ہے اسے۔"

بازل نے بات ختم کرتے ہوئے ہابی کو دیکھا جو کرسی سنبھال کر بیٹھ رہی تھیں۔

"نو سر بالکل بھی نہیں ہمارے گارڈز چوبیس گھنٹے ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔"

دوسری جانب سے آصف کی آواز سنائی دی تھی۔ ہابی حیرت سے ان کی باتیں سن

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہی تھیں۔

"اور جو کمپنی کے بارے میں تمہیں کہا تھا، کیا بنا اس کا؟"

بازل نے فون بائیں ہاتھ سے پکڑا اور جھک کر فائل اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی سر، میں نے اس سلسلے میں احمد چغتائی سے بات۔۔۔۔"

بازل نے اس کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

"ان سے میری بات ہو چکی ہے۔ تم اپنی بتاؤ۔"

"سر، جیسے ہی وہاں سے پازیٹو رسپانس ملتا ہے میں آپ کو انفارم کردونگا۔"

بازل نے فائل کے صفحے پلٹتے ہوئے خود کو ایک صفحہ پر روکا۔

"مطلب کہ تمہیں ابھی وقت درکار ہے۔" بازل نے دوٹوک انداز میں پوچھا۔

"جی سر۔" مدھم آواز میں کہا گیا۔

"اوکے ٹیک یور ٹائم بٹ مجھے کام پرفیکٹ اور رسپانس پازیٹو چاہیے۔" اس بار اس کے لہجے میں تنبیہ تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"شیور سر میں آپ کو مایوس نہیں کرونگا۔"

آصف کی مؤدب آواز پر اس نے "اوکے" کہہ کر فون رکھ دیا۔

"طلسہ کے گھر والوں سے کب سے کانٹیکٹ میں ہو تم؟"

ہابی کے سوال پر اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا پھر آرام سے بولا۔

"جب سے طلسہ میرے ساتھ ہے۔"

"زرین کے بارے میں کیوں اتنے سنجیدہ ہو تم؟"

ہابی تھوڑی تشویش میں تھیں۔ان کی بات پر اس نے آنکھیں سکیڑ کر انہیں دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ میری سالی ہے، میری چھوٹی بہن کی جگہ اور مجھے حق ہے اس کی حفاظت کروانے کا یا شاید یہ کہہ لیں کہ مجھے خطرہ ہے جو میں نے طلسہ کے ساتھ کیا وہ کوئی اور زرین کے ساتھ نہ کردے اب ہر کوئی بازل تہمان تو ہو نہیں سکتا بس اسلئے یہ سب کر رہا ہوں۔ایک بیٹی تو وہ جیسے تیسے سہہ گئے مگر اگر دوسری کے ساتھ ایسا

ہو گیا تو شاید وہ سہہ نہ پائیں جو کہ میں ہر گز نہیں چاہتا۔"

بازل کی بات انہوں نے خاموشی سے سنی تھی۔

"طلسہ کو پتا ہے اس بارے میں؟"

"طلسہ کو نہ ہی اس بارے میں کچھ پتا ہے اور نہ ہی پتا چلنا چاہیے۔"

ایک بات بازل نے ہابی کو بتائی تھی اور ایک سے باخبر کیا تھا۔

"ہمم۔۔۔" انہوں نے پرسوچ انداز میں کہا۔

****

"بری فون اٹھاؤ، پلیز فون اٹھاؤ۔" خان بار بار پریشانی سے بریا کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

بریا واش روم سے باہر آئی تو بیڈ پر پڑے اس کے سیل فون پر خان کا نام جگمگا رہا

تھا۔ خان کا نام دیکھ کر اسے فون اٹھانا ہی پڑا۔

"ہیلو بری، پلیز میری مدد کرو میں بہت پریشان ہوں۔"

بریا کی کال اٹھاتے ہی خان بنا سانس لیے شروع ہو چکا تھا۔

"ریلکس خان اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو ہوا کیا ہے؟"

بریا نے تفتیش کے ساتھ استفسار کیا۔

"رابیل نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔" بریا کے پوچھتے ہی اس نے تفکر کے ساتھ

بتایا۔

"مگر کیوں؟" بریا بھی اس خبر سے پریشان ہو گئی۔

"یہ تم اس سے ہی پوچھو پاگل ہو گئی ہے وہ۔"

خان نے ایکدم چڑھ کر غصے میں کہا۔

"اوکے اوکے ریلکس۔" بریا نے اسے شانت کرانا چاہا۔

"بری پلیز، تم اس سے بات کرو کہ وہ انکار نہ کرے۔" خان نے التجائیہ لہجے میں

کہا۔

"مگر وہ انکار کیوں کر رہی ہے؟ وہ تو تمہیں بہت پسند کرتی ہے۔"

بریا نے سوال کیا تھا جو خان کے دل پر لگا۔

"کیونکہ وہ سمجھتی ہے میں اسے پسند نہیں کرتا۔ وہ کچھ اور وقت چاہتی ہے مجھے سمجھنے کیلئے تو کیا وہ دو سال سے جھک مار رہی تھی۔"

خان نے اس بار سرد آہ بھر کر جھنجھلاتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تمہیں کہتی تھی نامت ستایا کرو اسے بہت حساس ہے وہ۔ مگر نہیں تمہیں تو مزہ آتا تھا نا۔ اب لو خوب مزے جم کر۔" بریا نے اسے جھاڑا۔

"اچھا ٹھیک ہے میرا قصور ہے پر پلیز اب ہیلپ کر دو نا میری۔"

وہ یکدم ہار مانتے ہوئے التجائیہ لہجے میں بولا تو بریا نرم پڑ گئی۔

"ٹھیک ہے ٹینس مت ہو کرتی ہوں اس سے بات۔"

کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا اور رابیل کا نمبر ملانے لگی۔

****

"بابا آپ نے پرامس کیا تھا کہ آپ ہم لوگوں کو گھمانے لے جائیں گے تو پھر آپ کب ہمیں لے کر جائیں گے؟" صوفی نے بازل تہمان کی گود میں بیٹھتے ہوئے

پوچھا تھا۔

ریوالونگ چیئر پر جھولتا بازل اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں کرتے ہوئے بولا۔

"جب بابا کی جان کہیں گی بابا لے جائیں گے۔"

"تو پھر ہم آج ہی چلیں؟"صوفی نے اس کی انگلیوں سے کھیلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں، پر یہ تو بتاؤ ہماری جان نے جانا کہاں ہے؟" بازل اسے اپنی انگلیوں سے کھیلتے دیکھ مسکرایا تھا۔

"اممم۔۔۔"صوفی نے سوچنے کی ایکٹنگ کی بازل اس ننھی ایکٹر کی ایکٹنگ دیکھ کر جی جان سے محظوظ ہوا تھا۔

"پہلے ہم تھنگ لانگ واٹر پپٹ شو دیکھنے جائیں گے پھر Ho Chi Minh Mausoleum اور پھر Hoan Kiem Lake جائیں گے۔اوکے۔"صوفی نے ایکدم چہک کر کہا۔

"ہوں تو آپ نے پہلے سے سب ڈیسائیڈ کیا ہوا ہے۔"

بازل نے پرسوچ انداز میں پوچھا۔

"یس۔" صوفی اس کی گردن کے گرد بازو ڈالتے ہوئے اس کے گلے سے لگ گئی۔

"صوفی آپ کے سونے کے ارادے ہیں کیا؟"

بازل نے اسے یوں گلے لگتے دیکھ کر پوچھا کیونکہ وہ یوں ہی اکثر اس کے گلے لگ کر سو جایا کرتی تھی۔

"تھوڑی سی نیند آرہی ہے بابا۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"اور ابھی آپ کہہ رہی تھی گھومنے جانا ہے۔" اس نے صوفی کی کمر کو سہلاتے ہوئے کہا۔

www.novelsclubb.com

"ابھی تو دوپہر ہے شام کو چلنا ہے نا۔"

بازل کو اس کی آواز میں غنودگی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے شال صوفی کے اوپر ڈال کر خود بھی آنکھیں موندلیں۔

اس نے جیسے ہی سلائڈنگ ونڈو کھولی تیز ہوا کا جھونکا اس سے ٹکرایا تھا۔ ٹھنڈی

خوشگوار ہوا اسے اور بھی اداس کر گئی۔اسکے دل کی کیفیت عجیب ہونے لگی۔ شبنم کے قطرے اس کی جھیل سی آنکھوں میں آن ٹھہرے اور اوس کی طرح اس کے گالوں پر گرنے لگے۔ کھڑکی کے اس پار اسے سرخ جھیل کا عکس نظر آیا تھا۔

اپنی آنکھوں میں آئی دھند کو انگلیوں کے پوروں سے صاف کرتی اداسی سے مسکرائی تھی۔وہ جھیل اسے اپنے دل کی مانند لگی۔وہ دل جسکا بہت عرصے پہلے خون ہوا تھا، جس کا رستہ مایا اس کے پورے جسم میں لاوا بن کر اس کی رگوں کو جلا رہا تھا۔وہ جھیل کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھی۔آنکھوں کے سامنے ماضی کے پنے کھلنے لگے۔ماضی کی حسین یادیں جھلملانے لگی تھیں جب وہ اپنے پاپا کے ساتھ اسی طرح لپٹ کر سویا کرتی تھی جس طرح اس وقت صوفی بازل کے ساتھ سو رہی تھی۔

"پاپا مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ ایک ہاتھ سے آنکھ مسلتی اور دوسرے میں سٹف ڈول پکڑتی اپنے پاپا کے کمرے میں داخل ہوئی تھی جو اپنے سامنے فائلز بکھیرے

کام میں مصروف تھے۔

"اگر میری ننھی پری کو سونا ہے تو وہ ممی کے پاس جا کر سو جائے۔"

انہوں نے فائلز سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا تھا۔

"پر پاپا کی ننھی پری نے تو پاپا کے پاس ہی سونا ہے۔" وہ ان کی گود میں بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"پر بیٹا! پاپا کو تو بہت سارا کام کرنا ہے نا۔" امام جہانزیب نے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"اور اگر آپ پاپا کے پاس سو جاؤ گے تو پاپا کو بھی نیند آ جائے گی تو پھر پاپا کام کیسے کریں گے۔ آپ ممی کے پاس سو جاؤ۔ ہمم۔" انہوں نے بہت پیار سے اسے سمجھایا تھا۔

"نہیں ممی کے پاس نہیں آپ کے پاس سونا ہے۔" طلسہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ضدی پنے سے کہا۔ امام جہانزیب نے ہار مانتے ہوئے اسے اپنی گود میں بٹھایا

اور اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کر لیا۔

"پتا ہے طلسہ، پاپا آپ سے محبت کرتے ہیں۔"

ایک بہت ہی مانوس سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

"میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں پاپا۔" آنکھوں سے بہتے سیل رواں کو اس نے ہتھیلی کی پشت سے صاف کیا تھا۔

ماضی کی ننھی طلسہ توکب کی اپنے پاپا کے گلے لگ کر سو گئی تھی مگر حال کی طلسہ تو اب بھی جاگ رہی تھی۔ اسے بھی بہت نیند آ رہی تھی۔ وہ بھی سونا چاہتی تھی لیکن اس کے پاس سونے کیلئے سکون تھا نہ ہی اس کے پاپا کی مضبوط بانہیں آہ۔۔۔۔

اس نے گہری سانس بھری اور بولی۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کرونگی بازل تھمان! کبھی بھی نہیں۔"

اس کی آنکھوں میں نفرت کا عکس چھایا تھا۔ ایک بار پھر وہ اس قید سے نکلنے کا سوچ رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

****

مقرر وقت پر رابیل ریسٹورنٹ میں پہنچی تھی۔ بریا وہاں پہلے سے موجود تھی۔

اسے دیکھ کر مسکرائی۔ رابیل نے ٹیبل کے پاس اپنا بیگ رکھا۔

"اسلام علیکم کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم اسلام۔ میں بالکل ٹھیک۔"

رسمی علیک سلیک اور لنچ آرڈر کرنے کے بعد بریا نے سنجیدہ نظروں سے اسے گھورنا

شروع کیا تھا۔

"آپ کو مجھ سے کچھ بات کرنی تھی۔" بریا کی نظروں سے خائف ہوتے ہوئے

اس نے پوچھا تھا۔

"ہوں۔ تم شادی سے انکار کیوں کر رہی ہو؟"

کسی بھی تمہید کے بغیر اس نے ڈائریکٹ سوال کیا تھا۔ بریا کے سوال پر وہ سر جھکا کر

بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم جانتی ہو تمہارے اس طرح کے انکار پر کتنی پرابلم ہو سکتی ہے کتنے منفی اثرات پڑ سکتے ہیں تم دونوں کے رشتے پر۔"

رابیل کے آنسوں بہنے لگے تھے۔ بریا کو اس پر ترس آیا۔

"میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا ہرگز نہیں ہے بلکہ میں چاہتی ہوں تمام معاملہ سولٹ آوٹ ہو جائے۔" اس نے نرم لہجے کہا۔

"آپ کو خان نے بھیجا ہے نا۔" رابیل نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہاں مجھے اسی نے بھیجا ہے کیونکہ وہ تمہاری پرواہ کرتا ہے۔ محبت کرتا ہے تم سے، اینڈ آئی مسٹ سے تم نے اس کے ساتھ بہت برا کیا۔"

بریا نے بھرپور خان کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں کرتے وہ میری پرواہ اور نہیں کرتے وہ مجھ سے محبت، جھوٹ بولتے ہیں۔"

آنسو سے اسکا چہرہ تر ہو چکا تھا۔ بریا کو اس کی معصومیت پر بے اختیار پیار آیا تھا۔

"اور یہ تم سے کس نے کہا؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کسی نے بھی نہیں میں خود سے جانتی ہوں۔" رابیل نروٹھے پن سے بولی۔

"اچھا وہ کیسے؟" اس نے پانی پیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ہمیشہ مجھے ڈانٹتے ہیں۔" اس نے بتانا شروع کیا۔

"کبھی بھی مجھ سے پیار سے بات نہیں کرتے۔ میری موجودگی میں کوفت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بے تحاشہ بے زاریت ان کے چہرے پر پھیل جاتی ہے۔ میرے جذبات میں نکلے آنسوؤں کو مگر مچھ کے آنسوں کہتے ہیں۔ ان دو سالوں میں انہوں نے اعتراف محبت تو کیا اعتراف انسیت تک نہیں کیا تو میں کیسے مان لوں کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔"

رابیل تو گویا بھری بیٹھی تھی اس کی اتنی لمبی چوڑی وضاحت پر بریا مسکرائی تھی۔

"پاگل لڑکی! تم نے کتنا غبار اپنے دل میں خان کیلئے بھر رکھا ہے اگر اسے پتا چل جائے نا تو خودکشی کر لے۔"

"یہ غبار نہیں حقیقت ہے انہوں نے خود تصدیق کی ہے اس کی۔" اس نے ہتھیلی

کی پشت سے آنسوں رگڑے۔

"چلو مان لیا یہ سب سچ ہے اور وہی قصوروار ہے تو کیا تم ان وجوہات پر اس سے شادی نہیں کرو گی؟ یہ جاننے کے باوجود کہ وہ کتنا اچھا انسان ہے۔"

بریا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں نے انکار تو نہیں کیا بس کچھ وقت مانگا ہے۔" رابیل نے دھیمی آواز سے کہا۔

"اچھا تو اس وقت مانگنے کی وجہ جان سکتی ہوں میں؟" رابیل نے کچھ دیر سوچا پھر بولی۔

"مجھے جاننا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں یا نہیں۔ ان کے منہ سے اعتراف سننا چاہتی ہوں اور میری موجودگی میں جو اعلامات ان پر ظاہر ہوتی ہیں ان کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔"

رابیل نے بہت ٹھہر ٹھہر کر کہا تھا۔ بریا اس کی بات سن کر گہرا سانس بھر کر رہ گئی پھر بولی۔

"اول تو یہ رابیل، جتنا میں خان کو جانتی ہوں وہ شادی سے پہلے کبھی اعتراف محبت نہیں کریگا۔دوسری بات جن علامات کی تم بات کر رہی ہو تو وہ جان بوجھ کر شو کرتا ہے شاید اس دوران تم اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھتی ہو گی غور سے دیکھتی تو جان جاتی۔"

رابیل نے اپنی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اس پر گاڑیں۔

"اور جب تمہیں یہ یقین ہے کہ یہ سب تم شادی سے پہلے کر سکتی ہو تو سوچو شادی کے بعد تم اسے کتنا چیلنج کر سکتی ہو۔رابیل! یہ ضروری تو نہیں اس سے شادی کی جائے جو ہم سے محبت کا دعویدار ہو۔محبت شادی کے بعد بھی تو ہو سکتی ہے بلکہ وہ ہی اصل محبت ہوتی۔"

بریا ممکن حد تک اسے سمجھا رہی تھی۔

"اور جب تمہیں یقین ہے کہ خان سے اعتراف کروالو گی تو کیوں اپنے قدم پیچھے ہٹا رہی ہو۔دیکھو رابیل، ابھی اللہ تمہیں خوشیاں دے رہا ہے تو آگے بڑھ کر انہیں

سمیٹ لو یہ نا ہو کہ کہیں بعد کے چکر میں پچھتاوے تمہارے حصے میں رہ جائیں۔ تب تم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکو گی۔سچے رشتے سچے ساتھی قسمت والوں کو ملتے ہیں۔انہیں مضبوطی سے خود میں سمو لو ورنہ وقت کے سمندر کی ظالم لہریں انہیں تم سے بہت دور بہالے جائیں گی۔اتنی دور کہ تم چاہ کر بھی ان کے دیدار سے فیض یاب نہیں ہو سکو گی۔پیچھے نظر آئے گا تو صرف حالات اور پچھتاوے کا ٹھاٹھے مارتا سمندر۔"

بات کرتے کرتے وہ کھو سی گئی تھی۔رابیل نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا اور بولی۔

"ایم سوری بری،میں اپنے اس بچگانہ فیصلے پر نادم ہوں۔تھینک یو مجھے سمجھانے کیلئے۔آئی پرامس میں اب اپنی اور خان کی شادی ملتوی نہیں کرونگی پر آپ کو مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"وہ یکدم کھلی تھی۔

"کیا؟"بریا نے بھی دل کے بوجھل پن کو پرے دھکیلا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ میری شادی کے تمام فنکشنز میں میری سائیڈ سے ہونگی میری بڑی بہن کی حیثیت سے اور شادی کی شاپنگ میں میری ہیلپ بھی کروائیں گی۔وعدہ کریں۔"

رابیل کی اتنی محبت پر سکون اور سرشاریت کی نمی آنکھوں میں لئے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

****

موڈ آف ہونے کی وجہ سے وہ ان لوگوں کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی مگر صوفی اور شامہ کے بے حد اصرار پر اسے جانا پڑا۔سیاہ پاجامہ فراک کے ساتھ ہمرنگ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے بالوں کا ڈھیلا جوڑا اور میک اپ سے عاری چہرے کے ساتھ وہ بے پناہ حسین لگ رہی تھی۔سیاہ رنگ میں اس کا دودھیا رنگ بہت کھل رہا تھا۔بے دلی کے ساتھ وہ پورچ میں آئی تھی۔آج وہ پہلی بار اس گھر سے باہر آزادانہ جا رہی تھی پھر بھی وہ خوش نہیں تھی کیونکہ اسے اپنے پاپا کی یاد بری طرح ستائے دے رہی تھی۔

اسے دیکھ کر بازل نے اس کیلئے فرنٹ ڈور کھولا تھا جسے سہولت کے ساتھ نظر انداز کرتی وہ صوفی اور ہابی کے ساتھ بیک سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"طلسہ تم آگے بیٹھ جاؤ۔" شامہ نے ونڈو سے جھک کر کہا تھا۔

"آئی ایم کمفرٹیبل ہیئر پلیز تم آگے بیٹھ جاؤ۔"

طلسہ نے تھوڑی نرمی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ شامہ کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی پھر آگے کا ڈور کھول کر بازل کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔ بازل، طلسہ کی بات سن چکا تھا۔ اس نے تاسف بھری نظروں سے ویو مرر سے اسے دیکھا اور پھر گاڑی چلا دی۔ دنیا اور گاڑی میں بیٹھے لوگوں سے بے زار وہ خالی خالی نظروں سے بھاگتی دوڑتی سڑک کو دیکھ رہی تھی۔ بازل شامہ سے گفتگو کے دوران وقفے وقفے سے اسے مرر میں دیکھ لیتا تھا۔ پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد وہ لوگ Thang Long Water Puppet Theater پہنچے تھے۔ تھانگ لانگ واٹر پپیٹ شو ہنوئی کے بیسٹ ٹوئرا ٹریکشنز میں سے ایک ہے۔ یہ "ھوان کم" لیک کے بالکل نزدیک

واقع ہے۔ دنیا بھر سے آئے سیاح اور کہیں جائیں نہ جائیں اس تھیٹر میں ضرور جاتے ہیں جو اپنی ثقافت اور ثقافتی کہانیوں کی وجہ سے بہت مقبول ہے۔

وہ لوگ انٹیر نس پر پہنچ آئے۔ بازل گاڑی پارک کرنے گیا تھا سو ہابی ان سب لوگوں کو لے کر اندر چلی گئیں۔ یہ مارچ کا مہینہ تھا اور اس مہینے میں ٹکٹس ملنا بہت مشکل ہوتا تھا۔ کیونکہ اس مہینے میں جوق در جوق ٹیورسٹس ہنوئی کا رخ کرتے تھے اور جو ہنوئی کا رخ کرے اور یہ شو نہ دیکھے ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس شو کا آرگنائزر بازل کا دوست تھا اس لئے اسے آسانی سے ٹکٹس مل گئیں۔

فرسٹ رو میں بیٹھنا حماقت تھی کیونکہ اس سے ان لوگوں کے کپڑے بھیگ سکتے تھے۔ اسلئے ہابی ان لوگوں کو لے کر سیکنڈ لاسٹ رو میں بیٹھ گئیں۔ شو سٹارٹ ہونے میں ابھی دیر تھی۔ طلسہ بے دلی سے ہاتھوں کی انگلیاں پھنسائے خالی خالی نظروں سے اس سرخ پردے کو دیکھ رہی تھی جس کے پیچھے انہیں انٹرٹین کرنے کا سامان موجود تھا۔ خالی دماغ سے بیٹھے ہوئے بھی اسے اپنے پیچھے کسی شناسا سے وجود

کا احساس ہوا۔اس نے مڑ کر دیکھا بازل اس کے پیچھے سے نکل کر برابر والی سیٹ پر آ کر بیٹھ رہا تھا۔طلسہ کے چہرے پر ناگواریت چھائی جسے بخوبی بازل نے دیکھا تھا۔ ہاؤس فل ہوتے ہی ہال میں اندھیرا چھا گیا۔آہستہ آہستہ میوزک کی آواز گونجنے لگی۔ڈرمز، لکڑی کی گھنٹیاں، گٹار، بانسری اور جانجھ کی آواز فضا میں گونجنے لگی۔نیلی روشنی پورے ہال میں پھیلی تھی۔آہستہ آہستہ پردہ اٹھتا ہے اور دھواں پورے اس چکور سے بڑے پیمانے پر بنے پانی کے پول میں پھیل جاتا ہے۔میوزیشنز کے درمیان میں کھڑا ایک لڑکا اپنی مقامی زبان میں کچھ بولنا شروع ہوا۔اس کے بولنے کے ساتھ ہی لکڑی کے بنے خوبصورت چائنیز طرز کے پپٹ پانی سے باہر نکلے تھے۔دھواں مدھم ہوا اور لڑکے کے چپ ہونے کے بعد ایک بار پھر میوزک بھرپور انداز میں چلنے لگا۔میوزک کی آواز کے ساتھ وہ پپٹ تھرک رہے تھے۔ ایک خوبصورت دوشیزہ پپٹ پانی میں کھڑی اپنا ثقافتی رقص دکھاتی ہے۔چھوٹے چھوٹے پپٹ مچھلیاں پکڑتے ہیں آگ کے گولوں میں سے کودتے ہیں۔

میوزک شو کرتے ہیں۔دو جوڑوں کی شادی کرتے ہیں۔ڈریگن آتا ہے۔بڑی بڑی مونچھوں والا ڈریگن گول دائروں میں پانی میں گھومتا ہے۔لائٹس چینج ہوتی ہیں، سر بدلتے ہیں کبھی دھیمے تو کبھی تیز۔

صوفی تالیاں بجاتی بڑی خوشی سے یہ شو دیکھ رہی تھی۔جیسے ہی ایک بار پھر لائیٹ گل ہوئی، طلسہ ہولے سے سیٹ سے اٹھی تھی ابھی وہ آدھی اٹھی آدھی بیٹھی ہی تھی کہ ایک بار پھر اس کی کلائی مضبوط گرفت میں تھی۔نیلی لائیٹ جلی تھی۔طلسہ نے دانت کچکچاتے ہوئے واپس سیٹ سنبھالی۔اس نے تھوڑا زور دیکر اپنی کلائی چھڑوانے کی سعی کی پر بازل کی گرفت نے اسے ناممکن بنا دیا۔وہ تو بس سنجیدگی سے شو دیکھنے میں مگن تھا۔طلسہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے ناخونوں سے اس کے ہاتھ کی پشت پھر سے لہولہان کر دی۔بازل ویسے کا ویسا مگن رہا۔طلسہ کو شدید غصہ آنے لگا۔اس نے اونچی اونچی آواز میں بھرپور صلاواتوں سے اسے نوازا تھا جو کہ شور کے باعث بازل تو کیا طلسہ خود بھی نہیں سن پا رہی تھی۔

پانی سے ہوا میں اڑتا ڈریگن پھر سے پانی میں گم ہوا اور لائٹس کے جلتے ہی ان پپٹس کو کنٹرول کرتے لوگ سرخ پردے کے پیچھے سے باہر نکلے تھے۔ سب نے کھڑے ہو کر تالیاں بجائیں سوائے طلسہ اور بازل کے۔

بازل نے اپنا زخمی ہاتھ الٹا کیا اور ہابی لوگوں سے مخاطب ہوا۔

"آں۔۔۔ آپ لوگ جائیں میں اور طلسہ آتے ہیں۔"

"شامہ آنٹی! مجھے اس بڑے والے پپٹ کے ساتھ پکس بنوانی ہیں۔" ہال میں جمع لوگوں میں سے گزرتے ہوئے صوفی نے کہا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" شامہ اسے ہال کے باہر بنے پپٹس کے پتلوں کے پاس لے گئی۔

"ہم بھی چلتے ہیں۔" ہابی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔ "چلو طلسہ۔"

ہابی کے کہنے پر طلسہ نے بازل کو دیکھا اور دوٹوک انداز میں بولی۔

"مجھے کہیں نہیں جانا۔"

بازل کے ہاتھ میں مقید طلسہ کے ہاتھ کو دیکھ کر وہ معاملے کی گڑبڑی کو سمجھ گئی تھیں۔طلسہ کے انکار نے بات پوری طرح سے واضح کر دی۔بازل نے غصہ ضبط کیا اور اس کا ہاتھ کھینچتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا نا مجھے کہیں نہیں جانا۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹکتی زور سے چیخی تھی۔

"طلسہ ! بچگانی حرکتیں مت کرو لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔"

بازل دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔طلسہ کے چیخنے پر اتنے سارے لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے جو کہ بازل کو ناگوار گزر رہا تھا۔بے شک وہ لوگ ان کی زبان نہیں سمجھ رہے تھے مگر معاملے کی نوعیت تو سمجھ رہے تھے نا۔

"میں کوئی تمہاری نوکر نہیں ہوں جو تمہاری ہر بات مانوں۔مجھے بھی ان پپٹس کی طرح مت سمجھو تم،مجھے نہیں جانا تو نہیں جانا اس جہنم میں اور میں تمہارے ساتھ بھی نہیں رہنا چاہتی سمجھے تم۔"

"طلسہ ! یہ کوئی تمیز ہوتی ہے اپنے شوہر سے بات کرنے کی۔کس لہجے میں بازل

سے بات کر رہی ہو تم اور یہ کوئی جگہ ہے اس طرح کا تماشہ کری ایٹ کرنے کی۔"

ہابی سے اس کے لہجے کی کڑواہٹ و نفرت برداشت نہیں ہوئی تھی۔

طلسہ کے تو سر پر لگی اور پیر پر بجھی۔

"تمیز اور تہذیب کی باتیں تو کریں گی نا آپ۔"طلسہ کی آواز ان کیلئے تلخ ہوئی بازل نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیونکہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی جو نہیں ہوئی ہے اگر کوئی آپ کو آپ کی شادی والے دن اٹھالیتا اور زبردستی نکاح کرتا تو آپ کو پتا چلتا تمیز اور تہذیب کیا ہوتی ہے۔"

www.novelsclubb.com

پہلے ہی بازل کو غصہ آرہا تھا طلسہ کی زبردستی کے نکاح والی بات اور ہابی کے ساتھ بدتمیزی نے اسے مزید ہوا دے دی۔اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔طلسہ شیطان کے بہکاوے میں آکر یونہی بولے جارہی تھی۔

"مجھے تو شک ہے کہیں اپنے بھائی کی طرح آپ نے تو اس طرح کی حرکتیں نہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیں بلکہ آپ ہی کیوں آپکے آباؤاجداد کا کہ یہ ورثہ رہا ہوگا آگے آپ کی اولاد بھی

یہی کرے گی۔"

"طلسہ۔" پیمانہ چھلک پڑا بازل کے مضبوط ہاتھ کی انگلیاں اس کے چہرے پر نشان

چھوڑ گئیں۔

****

"طلسہ۔" پیمانہ چھلک پڑا بازل کے مضبوط ہاتھ کی انگلیاں اس کے چہرے پر نشان

چھوڑ گئیں۔

ہابی بری طرح سٹپٹائیں۔ بازل کے اقدام پر ان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ انہوں نے

حیرت و بے یقینی سے بازل کو دیکھا جو لہو رنگ آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑے

دبی آواز میں دھاڑ رہا تھا۔

"بس ایک لفظ اور نہیں، میں مزید ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے سننا نہیں چاہتا۔

حد ہوتی ہے برداشت کی بھی طلسہ امام۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"نہیں آنا ناتمہیں اس جہنم میں تو اب قدم بھی مت رکھنا۔ دیکھتا ہوں کتنے گھنٹے گزار پاتی ہو اس گھر کے بنا۔"

اشتعال کی بھٹی میں جلتے ہوئے وہ ہابی کا ہاتھ تھامتا وہاں سے چلا گیا۔

بازل تہمان کے اس اقدام نے طلسہ کا دماغ ماؤف کر دیا تھا۔ وہ بے یقینی سے اپنے گال پر ہاتھ رکھے آنسوں بہاتی ان لوگوں کو خود سے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔ ہتک و توہین کا احساس ایکدم اس کے گرد لپٹ گیا۔ اس کی تھوڑی بری طرح لرزنے لگی۔ تیز تیز سانس لیتی وہ خود پر قابو پانے کی سعی کر رہی تھی۔ لب کچلتی ہچکیوں ذدہ کانپتا وجود لئے وہ ہال سے باہر آئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے اسے آسمان سے اٹھا کر زمین پر پٹخا ہو۔ ایک منٹ میں اسے اس کی اوقات یاد دلا دی گئی تھی۔ بازل تہمان نے بھرے بازار میں اس پر ہاتھ اٹھا کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے وہ بالکل بے یار و مدد گار ہے۔

سڑک پر آتے ہی وہ انجانی سمت میں چل پڑی تھی۔ بے دردی سے آنسو رگڑتی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سوچ رہی تھی۔

"میں نہیں روؤں گی، میں کیوں اس شخص کیلئے روؤں جو میرے لئے معنی ہی نہیں رکھتا۔"

اس نے لیک سائیڈ سے باہر جاتے ہوئے سوچا۔

"مجھے تمہاری حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے اس سو کالڈ گھر کی۔"

دونوں طرف زرد و سرخ لائٹوں سے سجے درختوں والی سڑک پر وہ تنہا چلے جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تھپڑ مار کر تم نے میری توہین کی ہے اس کا بدلہ میں تم سے ضرور لوں گی۔"

طلسہ کا شفعون کا دوپٹہ تیز ہوا کے سبب اڑنے لگا تھا۔ وہ سڑک کی سائیڈ پر بنے بینچز میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ ہولے ہولے وقت سرکنے لگا۔ آسمان پر چمکتے چاند ستارے گدلے بادلوں کی اوٹ میں چھپے موسم کو بدل رہے تھے۔ وقت سرکتا گیا۔

لمحے بیتتے گئے۔ گزرتا وقت اس کے غصے کو رفع کر کے رنج و ملول اس پر طاری کر رہا تھا جو بھی تھا اسے بازل کی اس حرکت پر بہت افسوس ہوا تھا۔ وہ بالکل بھی بازل سے اس چیز کی امید نہیں کر رہی تھی۔

"ہیلو لیڈی! کوئی پرابلم ہے۔"

ایک ایجڈ آدمی نے اچانک سے اس کی کلائی تھام کر اسے چونکا کر سوچوں کے گرداب سے نکال دیا تھا۔

طلسہ نے حراساں نظروں سے اسے دیکھا جو غلیظ نظروں سے اسے دیکھ کر اپنے ہاتھ میں پکڑی اس کی کلائی کو انگلیوں کے پوروں سے مسل رہا تھا۔ طلسہ کو اچانک اس سے کراہیت ہوئی۔ اس نے اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑوایا تھا۔

"بے بی اتنی بھی روڈ مت ہو۔"

خباثت سے وہ اس کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ طلسہ فوراً وہاں سے اٹھی اور اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ڈر، خوف، کپکپی اس پر طاری ہونے لگی تھی۔ وہ طلسہ جو پر اعتماد بہادر اور کسی سے نہ ڈرنے والی تھی آج خوف کے حقیقی معنی سے روشناس ہوئی تھی۔ اسے آج پتا چلا تھا بے امان ہونا کیا ہوتا ہے۔ جس گھر کو جہنم کہہ کر اس میں نہ جانے کا فیصلہ کر چکی تھی وہ اس کیلئے کیا اہمیت رکھتا تھا اور جس کو ہمیشہ ذلیل وخوار کر کے اس نے دھتکارا تھا وہ کیسا سایا دار درخت تھا اس کیلئے۔ جس نے ہمیشہ اسے عزت وامان کے ساتھ رکھا۔ زمانے کی ہر سرد و گرم سے بچایا۔ بازل تہمان اس کی عزت وآبرو کا محافظ تھا اس بات کا اندازہ اسے آج ہوا تھا اور اس احساس کے ساتھ ہی اسے اپنی تمام گھٹیا گفتگو یاد آنے لگی۔ وہ کیا کیا بول گئی تھی اس بات کا احساس اسے اب ہو رہا تھا۔

شرمندگی، ندامت، دکھ اس پر گھڑوں پانی گرا تھا۔

بادل بری طرح گرجنے لگے اور آج وہ گرجنے کے ساتھ برسنے کا بھی ارادہ رکھتے تھے۔ ہوا تو ایسے ہی جھوم جھوم جا رہی تھی۔ احساس ندامت کے سبب اس کا برا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

حال تھا۔بے سمت پاگلوں کی طرح بھاگتی وہ بازل تہمان کو یاد کر رہی تھی۔وہ اسے بلانا چاہتی تھی،وہ اس جہنم میں واپس جانا چاہتی تھی۔خود فراموشی کے عالم میں بھاگتے ہوئے یکدم اس کا ہاتھ کسی کی گرفت میں آیا تھا۔وہ جھٹکے سے رکی تھی۔
طلسہ کا حلق خشک ہوا۔ہاتھوں کے راستے اس نے پکڑنے والے کو دیکھا اور اگلے ہی پل وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔

****

سدا یہ سنتے آئے ہیں
کبھی بوجھل اگر دل ہو
تو تھوڑا رو لیا جائے
بہا کر اشک تھوڑے سے
سکوں سے سو لیا جائے
مگر ایسا بھی ہوتا ہے

www.novelsclubb.com

کہ دل بوجھل ہو کچھ ایسے

یوں جیسے بند مٹھی میں

تو پھر شب بھر کے رونے سے

نہیں تکیے بھگونے سے

نہ آنچل ریشمی

خود اپنے اشکوں میں ڈبونے سے

یہ دل ہلکا نہیں ہوتا

رات کا جانے کونسا پہر تھا جب بریا کی آنکھ کھل گئی۔ نیند اس کی آنکھوں کو خدا حافظ کہہ گئی تھی۔ تقریباً آدھا گھنٹہ وہ چھت پر یونہی نظریں مرکوز کیئے خالی ذہن سے لیٹی رہی پھر وہ شال شانوں کے گرد پھیلائے اٹھی اور بالکونی میں آکر کھڑی ہو گئی۔ آدھی دنیا ابھی بھی جاگی ہوئی تھی۔ زندگی ابھی بھی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔ دور گھروں میں جلتی لائٹس ستاروں کی مانند جگمگاتی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نظریں مرئی نقطے پر ٹک گئی۔

اچانک تمام منظر بدل گیا۔اندھیرے کی جگہ چمچماتی سردیوں کی محسور کن دھوپ نے لے لی۔ جگہ بدل گئی، شہر بدل گیا، گھر بدل گیا۔ نہیں بدلی تھی تو صرف وہ۔

"ہمم۔۔۔تو اس شہر کی خوبصورت دھوپ سے لطف اندوز ہوا جا رہا ہے۔"

کسی نے اس کے پیچھے آکر کان میں سرگوشی کی تھی۔اس نے چونک کر مڑتے ہوئے اسے دیکھا۔وہ مسکراتا ہوا اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

"ویسے یہ معجزہ آج ہوا ہے یا کچھ دن پہلے۔"

اس نے اس کے جھکے ہوئے سر اور آنکھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا کبھی کبھی تو وہ اس کے اچھے موڈ اور مسکراہٹ سے نوازی جاتی تھی ورنہ اس کے پاس وقت ہی کہاں ہوتا تھا اس طرح کی نوازش کا۔

"آپ کے پاس وقت ہو تو پتا چلے نا۔" زبان کی نوک پر شکوہ آیا۔

وہ کھلکھلا اٹھا اٹھ کھڑا ہوا اور بالکل اس کے مقابل آتے ہوئے جھک کر گویا ہوا۔

"یہ تو تہمت ہے آپ جانتی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میرے پاس آپ کیلئے فرصت ہی فرصت ہے۔"

وہ یکدم پیچھے ہوئی اور انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔

"ڈسٹنس (فاصلہ)۔"

اس کی آنکھیں مصنوعی حیرت سے پھیلیں۔

"عجیب انسان ہو، خود کہتی ہو وقت نہیں دیتا وقت دیتا ہوں تو کہتی ہو ڈسٹنس، یہ تو کھلا تضاد نہیں۔"

اس کے انداز پر وہ خود کو مسکرانے سے روک نہیں پائی تھی۔ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے جانے لگی تھی جب اس نے پیچھے سے اسے اس کے نام سے پکارا۔ وہ مڑی اور ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے بولی۔

"مجھے میرے نام سے مت بلایا کرو مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا جب تم بار بار میرا نام لیتے ہو۔"

وہ آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھنے لگا پھر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر بولا۔

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا مسز بازل تھمان جب میں تمہیں تمہارے نام سے بلانا چھوڑ دونگا۔"

موتی اشکوں کی صورت اس کی آنکھوں سے بہے تھے۔ محسور کن دھوپ کی جگہ پھر سے اندھیرے نے لے لی تھی۔ وہ حسین پل پھر سے یاد کی گود میں سو گئے تھے۔

اس نے آسمان کی جانب نظریں اٹھائیں۔

تمہارے جانب میرے کتنے ادھار ہیں بازل تھمان! کس کس کا حساب دو گے۔"

****

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو ایک پل کو جیسے سارا کمرہ اس کے سامنے گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے دوبارہ آنکھیں کھول کر خود کو سنبھالا اور پھر آنکھیں کھول کر بیڈ پر لگے شیشے میں خود کو دیکھنے لگی۔ سوجے ہوئے چہرے پر بازل کی انگلیوں کے نشان اسے ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل گئے۔ بازل کا تھپڑ یاد

آتے ہی اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ فریش ہو کر اس نے بال کھلے ہی چھوڑ دیئے تاکہ اس کا چہرہ چھپ سکے۔ وہ ابھی بیڈ پر آکر بیٹھی ہی تھی کہ دروازہ ناک کر کے ہابی اندر آئی تھیں۔

شرمندگی کے سبب اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

"کیسی ہو؟" ہابی اس کی گری پلکوں کی باڑ کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

طلسہ کہنا چاہتی تھی "ٹھیک" پر گرتے آنسو اور گلے میں اٹکتے گولے نے ایسا کرنے نہ دیا۔

"طلسہ۔" ہابی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ یہاں پر طلسہ کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ ہابی کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بس بیٹا چپ۔" ہابی نے اس کی کمر سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"ایم رئیلی سوری ہابی، میں نے آپ سے جو بھی کہا آئی سوئر میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ مجھے تو غصے میں پتا ہی نہ چلا کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ بلیومی میں بہت شرمندہ

ہوں آپ سب سے پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

وہ مسلسل روتے ہوئے بول رہی تھی۔ہابی کے دل میں جو میل و شکوہ اس کے لئے آیا تھا اسی وقت ختم ہو گیا۔وہ اس کے آنسوں صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"اٹس اوکے طلسہ، میں نے پہلے بھی کہا تھا اب دوبارہ کہہ رہی ہوں۔بازل نے تمہارے ساتھ نکاح کر کے غلط نہیں کیا لیکن اس کیلئے اس نے جو طریقہ اپنایا تھا وہ غلط تھا لیکن وہ برا انسان نہیں ہے۔وہ تو رشتوں اور لوگوں کی عزت کرنے والا انسان ہے۔یہ اس کی پہلی اور آخری غلطی تھی۔پلیز تم بھی اس کیلئے اسے معاف کر دو اور اپنی آگے کی زندگی کے بارے میں سوچو۔"

ہابی اس کے شانوں کے گرد بازو پھیلا کر سمجھا رہی تھیں۔

"غصہ ہر ایک کو آتا ہے لیکن غصہ میں بے قابو ہو کر بغیر سوچے سمجھے بول دینا یہ غلط بات ہے۔وہ جتنا مرضی اچھا صحیح، پر ہے تو ایک مرد نا، بیزار ہوتے دل بدلتے ایک پل لگتا ہے اور اب میں نہیں چاہتی کہ تم ہم لوگوں سے دور جاؤ۔مجھے

شرمندگی ہے بازل کے اس فعل سے۔میں کہوں گی اس سے تم سے آکر ایکسکیوز کرے گا۔تم دونوں ایک دوسرے سے دل صاف کرلو طلسہ کیونکہ یہ خلش ہمیشہ فاصلے اور ندامت لاتی ہے۔اللہ کی مرضی سے اگر تم بازل کی بیوی کی حیثیت اختیار کر گئی ہو تو پلیز اس رشتے کو نبھاؤ ورنہ سوائے دکھ کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔کم از کم تم کوشش تو کرسکتی ہو نا تم سمجھ رہی ہو نا میری بات۔"

ہابی کے ہوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا انہوں نے سرشاری سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"میں بازل سے کہوں گی تم سے آکر ایکسکیوز کریگا۔"

****

رابیل کی شادی مہینے کے آخر میں ہونا طے پائی تھی اور جیسے جیسے شادی کے دن قریب آرہے تھے۔وہ بریا کو لیکر پورا پورا دن شاپنگ مال میں گزار دیتی تھی اور بریا چاہ کر بھی انکار نہیں کر پا رہی تھی۔نائلہ چاہتی تھیں کہ کبیر کی شادی بھی رابیل

کے ساتھ ہی ہو جائے لیکن کبیر نے فی الحال منع کر دیا تھا۔کچھ بھی فیصلہ لینے سے پہلے وہ بریا سے ایک بار بات کرنا چاہتا تھا۔اور اسلئے وہ آج اس کے آفس آیا تھا۔

"اسلام علیکم۔"اندر آتے ہی کبیر نے سلامتی دی تھی۔

"وعلیکم اسلام۔بیٹھیں پلیز اور کیا منگواؤں آپ کیلیئے چائے یا کافی؟"

"نہیں کچھ بھی نہیں مجھے بس آپ سے بات کرنی تھی اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو۔"

کبیر نے ڈائریکٹ موضوع پر آنا مناسب سمجھا تھا۔بریا نے ہولے سے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

"بری پلیز،آپ میری بات تحمل سے سننا اور کچھ بھی ری ایکٹ کرنے سے پہلے میرے لفظوں پر غور ضرور کر لینا۔"

بریا اسی وقت سے بھاگ رہی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ کبیر کے جذبات ہرٹ ہوں۔

"جی بولیں۔"خود کو مضبوط کیئے اس نے اجازت دی۔

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس بارے میں مما نے آپ کے پیرنٹس سے بات کی ہے لیکن مجھے پہلے آپ کی رضامندی چاہیئے۔ باقاعدہ پرپوزل آپ کی ہاں کے بعد ہی بھیجنا چاہتا ہوں۔"

کبیر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"مم۔۔۔میرے پیرنٹس نے کیا کہا اس بارے میں۔"

اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔اس نے تو سوچا تھا اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو وہ کبیر کے پوچھنے پر فوراً منع کر دے گی لیکن نائلہ آنٹی کا اس کے پیرنٹس سے بات کرنے کا سن کر گویا سکتے کی کیفیت میں بامشکل پوچھ پائی۔

"ان کی طرف سے تو ہاں ہے بس آپ کی ہاں کا انتظار ہے۔"

کبیر اس کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر تشویش میں بولا۔

دھڑ دھڑ بہت سے آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے اس کے چہرے کو بھگو گئے۔

آنکھوں میں حیرت بے یقینی و بے بسی لئے کبیر کو دیکھ رہی تھی۔اس کے پیرنٹس

www.novelsclubb.com

اس کے ساتھ ایسا ظلم کیسے کر سکتے تھے جب کہ وہ لوگ حقیقت سے واقف تھے۔

"آر یو اوکے؟" اس کی حالت سے گھبرا کر کبیر نے پوچھا تو وہ دکھی دل کے ساتھ پھیکا سا مسکرائی تھی۔

"میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔" مسکراہٹ کو معدوم کر کے خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"مگر کیوں؟" کبیر نے اس کی آنکھوں میں پھیلے درد کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں آپ کو وجہ بتانا مناسب نہیں سمجھتی۔" چند ہی لمحوں میں وہ خود کو کمپوز کر چکی تھی دو ٹوک لہجے میں کہا۔

"ریجیکشن بہت بڑی چیز ہوتی ہے مس بریا اس کا احساس صرف اسے ہی ہوتا ہے جو اس مرحلے سے گزر رہا ہوتا ہے اور غالباً میں اس وقت وہی شخص ہوں۔ کم از کم اپنے ریجیکٹ کئے جانے کی وجہ جاننا تو میرا حق ہے۔"

اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

www.novelsclubb.com

"میرا نہیں خیال کہ اس دنیا میں کوئی ایسا شخص ہو گا جو ریجیکشن سے نہ گزرا ہو۔"

اس نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

"میں آج تک آپ کو نہیں سمجھ سکا۔ آپ کی آنکھوں کی ویرانی اور چہرے پر پھیلے درد نے ہی مجھے آپ کی طرف مائل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک محبت تو شادی کے بعد ہی ہوتی ہے اور حقیقی جذبات بھی وہی ہوتے ہیں۔"

وہ حیرت سے اس کے نارمل چہرے کو دیکھ رہا تھا جو چند منٹ پہلے کرب میں مبتلا تھا اس نے کھل کر اپنے دل کی بات کہی۔

"آپ کی بات سے میں بھی متفق ہوں۔" اس نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

"لیکن فی الحال میں وہ لڑکی نہیں ہوں جو آپ کی محبت کی حقدار ہے۔"

"مگر کیوں مجھ میں ایسی کیا کمی ہے؟" کبیر کے باقی لفظ بریا نے درمیان میں اچک لئے۔

"آپ میں کوئی کمی نہیں ہے کبیر، آپ بہت اچھے انسان ہو مگر میں آپ کے نصیب

میں نہیں ہوں وہ کوئی اور ہی ہے جسے اللہ پاک نے آپ کیلئے مخصوص کیا ہوا ہے۔"

اس نے نرمی سے کہا تھا۔

"اور ہو سکتا ہے وہ مخصوص ہستی آپ ہی ہوں۔" اس نے پر اعتماد انداز میں کہا۔

اس کی بات پر وہ مسکرائی تھی پھر فیصلہ کن انداز میں دیکھ کر اس نے تمام پوشیدہ باتیں اسے بتادیں جس کا ادراک ہونے پر کبیر بے پناہ حیرت میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ متسف بھی ہوا تھا۔

"میں بے شک بازل تہمان کی زندگی میں نہیں ہوں لیکن وہ زندگی ہیں میری۔"

بریا کی آنکھوں میں اس کے ذکر پر بے پناہ محبت، کرب، بے بسی اور ساتھ ہی غرور امڈ آیا تھا۔

"میری بازل تہمان کے ساتھ وابستگی سوائے اللہ کے دنیا کی کوئی طاقت حتیٰ کہ میری سانسیں بھی نہیں توڑ سکتیں۔ اس دنیا میں وہ میرا نہ ہو سکا تو کیا ہوا آخرت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں وہ صرف میرا ہو گا۔"

کبیر رشک بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"خوش نصیب ہے وہ شخص جو تمہیں اپنے حصے میں لکھوا آیا ہے اور اتنا ہی بد نصیب کہ تم اس کے ساتھ نہیں۔"

کبیر کے بد نصیب لفظ پر بریا نے ناگواری سے اسے دیکھا اور کہا۔

"بازل تہمان اس دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان ہے اور اللہ کرے اس کی خوش قسمتی ہمیشہ قائم رہے۔"

بریا ابھی بھی اس کا دفاع کر رہی تھی اسکے اتنا کچھ کرنے کے باوجود وہ اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ کبیر کو وہ واقعی خوش قسمت لگا۔

"آئی رسپیکٹ یور فیلنگز ڈونٹ وری اب میری طرف سے آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔" بریا نے اس کے کہنے پر ممنون نظروں سے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تھینکس آلاٹ کبیر۔"اس نے تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

وہ گلاس ڈور کی جانب بڑھا اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر مڑا۔

"میں دعا کرونگا بازل تمہان آخرت میں ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی آپ کا ہو جائے وہ بھی بلا شرکت غیرے۔"

کبیر کی بات پر وہ تشکرانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"اور ہاں بریا، ہم دوست تو رہیں گے ناں؟"

کبیر کے پوچھنے پر اس نے خوشدلی سے اثبات میں سر ہلایا۔وہ مسکان ذدہ سا"اللہ حافظ"کہہ کر چلا گیا۔

****

ہاں جذبات کی رو میں بہہ کر اس نے بازل کے ساتھ معاملہ سولٹ آوٹ کرنے کا کہہ تو دیا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اس کے آگے گھٹنے ٹیک دے گی۔ نہیں ہرگز نہیں، ہاں وہ شرمندہ تھی بازل کے ساتھ برے رویے پر،

www.novelsclubb.com

صوفی سے، ہابی سے، وہ سب سے شرمندہ تھی اور اسی شرمندگی کے زیر اثر وہ کچن میں غائب دماغی کے عالم میں کھڑی تھی۔ اس نے اپنی کلائی کی جانب دیکھا۔ آنسو پھر اس کے نین کٹوروں میں بھرنے لگے۔

وہ بھی تو اس کے ہاتھ کو تھامتا تھا۔ کتنا فرق تھا نا اس کے لمس میں اور اس آدمی کے لمس میں۔

بازل نے جب جب اس کا ہاتھ تھاما تھا تب طلسہ کو اس میں پاکیزگی، عزت و احترام، گریز، نرماہٹ و محبت محسوس ہوتی تھی بھلے گرفت مضبوط ہوتی تھی مگر اس مضبوطی میں بھی پیار بھرا دھونس ہوتا تھا۔ تحفظ ہوتا تھا۔ ڈر و خوف ہوتا تھا، اس کے چلے جانے کا اس کے چھوڑ دینے کا، وہ گرفت بھی اسے کھونا دینے کیلئے ہوتی تھی۔

جب کہ اس اجنبی آدمی کی گرفت میں اس کے لمس میں کتنی غلاظت و حوس تھی۔ اس کی گرفت میں طلسہ کو اپنا ہاتھ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے گناہوں کی بھٹی

میں خود کو دھکیل دیا ہو۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہے۔تو آج ثابت ہوا بازل تہمان کے ساتھ اس کا پاکیزہ رشتہ ہے جس سے وہ منہ نہیں موڑ سکتی۔دل میں موجود بازل تہمان کی نفرتوں کے بادل چھٹے تو دل کی دنیا کا آسمان صاف و شفاف نظر آنے لگا۔اور اس شفافیت اور خالی پن میں اس کا سانس گھٹنے لگا تھا۔

لب کاٹتی وہ فلیم کے سامنے کھڑی تھی۔دودھ کے ابلنے پر اس نے ہڑبڑا کر پتیلے کو دیکھا اور گلوز پہن کر اتارنے کی بجائے ہاتھ سے ہی اتارنے کی کوشش کی اور پھر جو ہوا وہ شاید نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

ابھی ابھی آفس سے آیا بازل کوٹ اتار کر صوفے پر بیٹھا تھا۔گردن کو دائیں بائیں ہلا کر وہ موبائل میں مصروف ہو گیا تھا۔طلسہ سے اس نے بول چال بالکل ہی بند کر دی تھی۔وہ اب بھی اس سے خفا تھا اور مزید خفا رہنا چاہتا تھا۔ابھی وہ ایک میل چیک کر ہی رہا تھا کہ طلسہ کی دلخراش چیخ پر وہ موبائل صوفے پر اچھالتا کچن کی سمت بھاگا تھا۔

کچن کا ہولناک منظر اس کا دل دہلانے کیلئے کافی تھا۔

****

کچن کا ہولناک منظر اس کا دل دہلانے کیلئے کافی تھا۔سارے فلور پر ابلتا ہوا دودھ گرا تھا اور سائیڈ پر گری طلسہ اپنا کہنی تک جلائے ہاتھ لئے آنسو بہائے بیٹھی تھی۔اس کا پاجامہ بھی دودھ میں ڈوبا اس کے پاؤں سے چپکا ہوا تھا۔بازل کو اندازہ لگانے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی کہ اس کا پاؤں بھی بری طرح جل چکا ہے۔

"طلسہ!" وہ اس کا نام پکارتا بے اختیا اس کی سمت بڑھا تھا۔ہابی اور شامہ بھی کچن کا منظر دیکھ کر گھبرا گئیں۔

بازل فوراً ہی طلسہ کو اٹھاتا اس کے روم میں لایا تھا اور پیچھے آتی ہابی کو بولا تھا۔

"ہابی! آپ اس کے کپڑے چینج کروائیں جلدی۔"

ہابی سے کہتے ہی وہ کمرے سے باہر نکل آیا اور ڈاکٹر کو کال ملانے لگا کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر ڈریسنگ کا سامان لئے وہاں نرس کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔

طلسہ کو روتا دیکھ صوفی بھی چیخیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

"ہابی! آپ صوفی کو سنبھالیں میں ہوں طلسہ کے پاس۔"

شمامہ سے صوفی چپ نہیں ہو رہی تھی تبھی اس نے ہابی کو کہا تھا۔ہابی نہ چاہتے ہوئے بھی اسے لے کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔

بازل طلسہ کے ساتھ بیڈ پر بیٹھا تھا۔اسے شانوں سے تھام کر اس کے پاؤں نیچے لٹکائے تھے۔

اس کے ہاتھ اور پاؤں پر آبلے پڑ گئے تھے جنہیں واش کرنے کیلئے ڈاکٹر نے پہلے اسے انجیکشن لگایا اور پھر احتیاط سے اس کا پاؤں فلور پر رکھے ٹب میں رکھ دیا۔ڈاکٹر نے جیسے ہی اس کے پاؤں سے آبلوں کو واش کرنا شروع کیا طلسہ کی دل چیر چیخیں پورے تہمان ولا میں گونج اٹھیں۔اس نے اپنا منہ بازل تہمان کے سینے میں چھپا لیا تھا۔ایک ہاتھ سے اس کی شرٹ مضبوطی سے پکڑ کر وہ بچوں کی طرح دھاڑے مار مار کر رو رہی تھی۔

بازل تہمان بہت ضبط کئے مضبوطی سے اس کا شانہ تھامے بیٹھا تھا۔طلسہ کا درد اس کیلئے ناقابل برداشت تھا لیکن وہ دانت آپس میں جمائے اس کے پاؤں سے نکلتے خون کو دیکھ رہا تھا۔اس کے خون کا عکس بازل کی آنکھوں میں جھلملانے لگا۔ڈاکٹر نے پاؤں پر ڈریسنگ کی اور اس کا ہاتھ واش کرنا شروع کیا لیکن تب تک طلسہ پر انجیکشن کا اثر ہو چکا تھا۔اس کی سسکیاں کم ہو چکی تھیں۔وہ نیم بے ہوش ہو گئی تھی۔بازل کی شرٹ پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور وہ غنودگی میں چلی گئی۔

ڈاکٹر میڈیسنز اور زخموں کیلئے خاص ہدایت دیتا چلا گیا تھا۔سینڈی ڈاکٹر کو چھوڑنے گئی تھی۔اس کے جاتے ہی بازل نے اپنی نظروں کا رخ طلسہ کے خود میں چھپے چہرے کی جانب کیا۔اس کی سانسوں کی سرگوشیوں سے وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ کتنی تکلیف میں ہے۔سوتے ہوئے اس کے چہرے پر درد کے اثرات واضح طور پر رقم تھے۔بازل نے آرام سے اسے خود سے الگ کیا اور بیڈ پر لٹا کر اسکا کمبل درست کرتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا باہر آیا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نیچے سے صوفی کے رونے کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ بازل سیڑھیاں اترتا بابی کے روم میں ناک کرتا آیا تھا۔ طلسہ کے آنسوؤں کے سبب اس کی وائیٹ شرٹ تقریباً ساری گیلی ہو چکی تھی۔ وہ ڈھیلا ڈھالا چلتا صوفی کے پاس آ کر بیٹھا اور اسے اپنی گود میں بٹھالیا۔

"بابا کی جان کیوں رو رہی ہے؟" اس کے آنسو نرمی سے صاف کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"بابی پین میں ہیں نا اسلیئے۔ اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"ہمم۔ تو یعنی بابی پین میں ہونگی تو آپ روؤ گی؟" بازل کے پوچھنے پر صوفی نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اور اس سے کیا ہو گا؟" بازل کے پوچھنے پر اس نے اپنی ریڈش براؤن آنکھیں اس کی سرخ آنکھوں میں گاڑیں۔

"کیا ہو گا بابا؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اگر بابی پین میں ہونگی اور آپ روؤ گی تو بابی کو اور زیادہ پین ہو گا پھر آپ کیا کرو گی؟"

بازل کے پوچھنے پر صوفی نے اپنے ننھے ہاتھ کی پشت سے گرتے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"میرے رونے سے بابی کو پین ہو گا؟" اس نے ہچکی بھرتے ہوئے پوچھا۔

"بہت زیادہ۔" وہ دھیمے سے بولا۔

"ٹھیک ہے بابا میں اب نہیں روؤں گی۔" اس نے دونوں آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔ بازل نے مسکرا کر اسے بوسہ دیا اور اسے شامہ کی گود میں بٹھا دیا۔

"ایک منٹ بازل، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" وہ جانے لگا تھا جب شامہ نے اسے روک دیا۔

"ہمم بولو۔" بازل نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"بازل میں اور رہابی چاہ رہے تھے کہ اگر تم طلسہ کو ہاسپٹل ایڈمٹ کر دو تو اچھے سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اسکا ٹریٹمنٹ ہو جائے گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

سجیشن دینے کے ساتھ ہی اس نے بازل سے سوال بھی کیا تھا جس سے وہ بالکل بھی متفق نہیں تھا۔

"میرے خیال میں طلسہ کا ٹریٹمنٹ گھر میں زیادہ اچھے سے ہو سکتا ہے۔ رہی بات سرجری کی تب کی تب دیکھی جائے گی۔ فی الحال وہ گھر میں ہی رہے گی۔"

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔"

اس نے ابھی دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ہابی نے اسے پیچھے سے پکار لیا۔

"بازل! سب کچھ ان شاءاللہ جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ پلیز زیادہ سٹریس مت لینا۔"

ہابی کی بات کو بنا مڑے ہی سن کر وہ اثبات میں سر کو جنبش دے کر وہاں سے چلا گیا۔

****

کبیر نے بریا سے شادی سے انکار کر دیا تھا اور یہ انکار نائلہ کے دل پر گراں بن کر

www.novelsclubb.com

گزر رہا تھا کیونکہ وہ بریا کو دل و جان سے اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں۔کبیر کے انکار نے انہیں دکھی کر دیا۔ بریا سے انکار پر اس نے رامیہ کا نام نائلہ کو دیا تھا۔رامیہ اس کے ڈیڈ کے دوست کی بیٹی اور اس کی بچپن کی دوست تھی۔پہلے تو اس کے پیرنٹس حیران ہوئے پھر ان دونوں کی منگنی کر دی۔رامیہ بھی اس فیصلے سے بہت خوش تھی۔کبیر کے ساتھ زندگی گزارنا ایک سہانے خواب جیسا لگ رہا تھا اسے۔

جبکہ کبیر کے اس فیصلے پر بریا کے بند ہوتے راستے پھر سے کھل گئے تھے۔اس نے بریا کی بات کی لاج رکھی تھی اور اپنا وعدہ نبھایا تھا۔ بریا اس سب کیلئے کبیر کی بہت مشکور تھی۔اس نے اپنے دل میں کبیر کیلئے بنپتے تمام منفی خیالات صاف کر دیئے تھے اور ان کی جگہ اب عزت و احترام نے لے لی تھی۔

دن کا سورج ڈھل چکا تھا اور شام کے سائے ہر سو لہرا رہے تھے۔وہ بازل تھمان کے ساتھ بہت دور تک چلے جا رہی تھی کہ اچانک کسی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔اس نے شدید ناگواری سے اپنا خواب ٹوٹ جانے والے سبب کی جانب دیکھا۔

اس کا سیل فون اندھیرے کمرے میں چمک رہا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا

خان کا نام اسکرین پر روشن تھا۔پہلے تو اس نے سوچا کاٹ دے مگر پھر اس نے کال

اٹینڈ کر لی۔

"بری کہاں ہو تم یار ؟آج ہم دونوں کی مہندی ہے اور تم ہو کہ اب تک پہنچی ہی

نہیں۔"خان نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔

یکدم بریا نے لائیٹ آن کی اور شرمندگی سے بولی۔

"ایم سوری خان،میں بس ابھی پہنچتی ہوں۔"

"ماما پاپا آ گئے ہیں ؟"کسی خیال کے تحت اس نے پوچھا تھا۔

"جی محترمہ وہ تو کب سے آ گئے ہیں۔میں نے تمہارے بارے میں پوچھا تو مجھے

بہت مایوسی ہوئی۔رابیل بھی منہ پھلائے بیٹھی ہے۔"

خان کے کہنے پر وہ مزید شرمندہ ہو گئی۔

"ایم سوری اگین میں بس ابھی آتی ہوں۔"

وہ فوراً کمبل ہٹاتی اٹھی تھی۔

****

تقریباً رات کے دو اڑھائی کا وقت تھا جب درد کی شدت سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ ہاتھ پاؤں میں شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی تلوار سے انہیں کاٹ رہا ہو۔اس کی بے چینی حد سے سوا تھی۔وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔آنکھوں سے گرم سیال پھر سے بہنے لگا۔

اس نے گردن سائیڈ پر کر کے صوفے کی جانب دیکھا۔ٹیبل پر رکھے لیپ ٹاپ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ساتھ ہی کچھ فائلز بھی بکھری ہوئی تھیں۔

اس کا ایک ہاتھ سر کے نیچے جبکہ دوسرا صوفے پر دھرا تھا اور اس ہاتھ میں فائل کھلی پڑی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کام کرتے کرتے سو گیا ہو اور زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی اسے سوتے ہوئے کیونکہ لیپ ٹاپ کی اسکرین ابھی تک روشن تھی۔

طلسہ اسے دیکھ کر پھر سے رونے لگی۔اسے شدید درد ہو رہا تھا۔وہ بے بسی سے بازل

www.novelsclubb.com

تہمان کو دیکھنے لگی۔وہ اس کو ہر گز جگانا نہیں چاہتی تھی۔اسے ہر گز نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اسے کتنا درد ہو رہا ہے مگر اسے اپنی سو کالڈانا کو مارنا پڑا۔بڑی ہمت کر کے اس نے بازل کو آواز لگائی تھی۔

"بازل۔"

اس کی آواز اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی رونے کی وجہ سے اسکی آواز بہت بھاری ہو چکی تھی۔اس نے دوبارہ کوشش کی۔

"بازل۔"

بازل یکدم چونک کر اٹھا اور ایک سیکنڈ کا توقف کیئے بنا اس تک آیا۔

"طلسہ !کیا ہوا آر یو اوکے ؟"اسے روتے دیکھ فکر مندی سے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے بہت درد ہو رہا ہے بازل۔"وہ بہت مشکل سے بولی تھی۔اسکی آنکھوں سے مسلسل آنسوں بہہ رہے تھے۔چہرے پر درد رقم تھا۔

"پلیز طلسہ! تھوڑی ہمت کرو میں کچھ کرتا ہوں۔" اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اسکے آنسوں صاف کرتا وہ سیل فون اٹھا کر ڈاکٹر کو کال ملانے لگا پہلی بار فون نہیں اٹھایا گیا لیکن دوسری بار کال اٹینڈ کر لی گئی۔

"ہیلو ڈاکٹر! بازل تہمان از ہیئر، میری وائف کو بہت پین ہو رہا ہے میں کیا کروں آپ کوئی اچھی سی میڈیسن لکھ کر دیں جس سے ان کو درد نہ ہو۔"

کال کے پک ہوتے ہی اس نے ایک سانس میں کہا تھا۔

"ریلیکس، ڈونٹ وری آپ ان کو وہی میڈیسنز دیں جو میں نے دی ہیں۔ یہ وقتی درد ہے اور ہو گا۔ آپ ایک کام کریں۔ ان کا دھیان بٹائیں مائنڈ ڈاورٹ ہو گا تو درد کو زیادہ فیل نہیں کریں گی۔" ڈاکٹر کی نیند میں ڈوبی آواز ابھری تھی۔ بازل نے "تھینک یو" کہہ کر فون رکھ دیا۔

وہ طلسہ کے پاس آیا اسے پین کلر دی اور تھکن زدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ ایک خیال کے تحت وہ اسٹڈی میں گیا اور وہاں سے "دی ہابٹ" اٹھا لایا۔ صوفی سے اسے

پتا چلا تھا کہ طلسہ کو دی ہابٹ بہت پسند ہے سو وہ اس کے پاس بیٹھ کر اسے تھوڑی اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔ طلسہ نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا جو اتنی رات کو اپنی نیند کی پرواہ کئے بغیر اسے بہلانے کی غرض سے اس کی من پسند کتاب پڑھ رہا تھا۔ مسلسل پندرہ منٹ پڑھنے کے بعد اس نے اچانک طلسہ سے پوچھا تھا۔

"طلسہ! درد تو نہیں ہو رہا؟"

اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ بازل ہلکا سا مسکرایا اور پھر سے پڑھنے لگا۔ طلسہ کی آنکھیں ہولے ہولے بند ہونے لگی تھیں۔ اس پر غنودگی طاری ہوئی اور وہ سو گئی۔

بازل نے بک پڑھتے پڑھتے اسے دیکھا پھر پانچ منٹ بعد پوچھا۔

"طلسہ! سو گئی ہو؟"

اس کے پوچھنے پر کوئی جواب نہیں ملا تو بازل نے بک سائیڈ پر رکھی اور صوفے پر نظریں جمائے بیٹھ گیا۔

****

پھر یونہی دن گزرتے گئے۔ بازل، ہابی اور شمامہ ہر وقت اس کا خیال رکھنے میں مگن رہتے۔ بازل تہمان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا۔ اسکے کھانے پینے، کپڑوں حتیٰ کہ اس کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کا دھیان رکھتا۔ اس نے بازل کا پرواہ والا روپ تو دیکھا تھا لیکن اسکا یہ انتہا کا لونگ وکیئرنگ روپ وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ اسکے دل میں بازل تہمان کیلیئے شدید نفرت تھی یہ نفرت کیسے آہستہ آہستہ اس کے دل سے نکلی اسے پتا ہی نہ چلا۔

وہ حیرت سے اس شخص کو دیکھتی جو اسکے کھانے پینے کا بے انتہا خیال رکھتا۔ طلسہ کو کونسا سوپ پسند ہے اس کیلیئے کونسی ڈش بنوانی ہے، کونسا شیک کس وقت دینا ہے ہر وقت اسے یہی یاد رہتا۔ وہ بے یقینی سے اس شخص کو دیکھتی جو صوفی کے ساتھ کھیلتے کھیلتے یکدم اس سے پوچھتا۔

"طلسہ ! تمہیں درد تو نہیں ہو رہا؟"

اور وہ یہ سوال دن میں کئی بار پوچھتا اور وہ ہر بار نفی میں سر ہلا دیتی۔

وہ پر ملول سی اس شخص کو دیکھتی جو پورا دن رف سے حلیے میں رہتا۔ دیر رات تک اپنے کام نبٹاتا، فون پر ہی بزنس کنور سیشنز میں لگا رہتا، وہیں اسکائپ پر بزنس میٹنگز اٹینڈ کرتا اور وہی صوفے پر بیٹھا بیٹھا سو جاتا۔

وہ تاسف سے اس شخص کو تکتی جو بے حد تھکان کے باوجود چہرے پر مسکراہٹ لئے ہابی کے ساتھ باتیں کرتا۔ شامہ کے ساتھ وقت گزارتا۔ صوفی کے لاڈ اٹھاتا اور طلسہ کو مزے مزے کی قصے سناتا جن کے دوران وہ کبھی کبھی ہنس بھی دیتی تھی۔ اس نے گویا اس کے کمرے کو سب کا کمرہ بنا دیا تھا۔ صبح سے شام تک سب اسکے پاس رہتے۔ کبھی کبھی تو صوفی بھی وہیں سو جاتی تھی۔

طلسہ نے اس عرصے میں اس انسان کو ایک منٹ بھی فارغ نہیں دیکھا تھا۔ اکثر تو وہ کھانا کھانا بھی بھول جاتا تھا اور ہابی کے یاد دلانے پر ایسے ری ایکٹ کرتا جیسے یہ کوئی بہت ہی غیر اہم کام ہو۔ پچھلے ایک سال میں وہ بازل کو اتنا نہیں جان پائی تھی جتنا اس تھوڑے سے عرصے میں اس نے بازل کو جانا تھا۔ کم از کم اسکے دل سے بازل

کیلئے خود غرض کا لفظ تو نکل ہی گیا تھا کیونکہ وہ بہت بے غرض انسان تھا۔ رشتوں کا احترام کرنے والا، رشتوں سے محبت کرنے والا۔ صوفی سے کس قدر والہانہ محبت کرتا ہے یہ وہ جان گئی تھی۔ ہابی کو کتنا چاہتا ہے جان گئی تھی۔ شامہ سے کتنی اٹیچمنٹ ہے، یہ وہ جان گئی تھی۔ لیکن نہیں جان پائی تھی تو یہ بات کہ کیوں کی اس نے اس کے ساتھ شادی، کیوں اٹھا کر لایا وہ اسے اسکی شادی والے دن۔

یہ بات اگر وہ چاہ رہی تھی تو بھی دل سے نہیں نکال پا رہی تھی۔

لیکن اس سب کے باوجود وہ بازل سے نفرت نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ اسکی محبت کی میں گرفتار ہونے لگی تھی اور یہ ہی بات اسے بری طرح ڈسٹرب کر رہی تھی۔ بھلا وہ ایسے شخص سے کیسے محبت کر سکتی تھی جو اس کیلئے رسوائی کا سبب بنا تھا، جس کی بدولت اس کے گھر والوں کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہو گا، کتنی سبکی ہوئی ہو گی نا اس کے گھر والوں کی۔

وہ روز یہ سب سوچ کر بازل کیلئے دل میں نفرت پیدا کرنے کی سعی کرتی روز ہی

ناکام ہو جاتی۔روز بر اسوچتی اور بغیر کسی نتیجے پر پہنچے اسکی سوچوں کا سلسلہ ٹوٹ جاتا اور وہ خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہتی جسکی آنکھوں میں جلتی محبت کی قندیلیں اسکا دل بھرا دیتیں۔کیوں، آخر کیوں لڑکیاں اتنی کمزور ہوتی ہیں۔ذراسی توجہ، ذرا سی التفات کے آگے وہ کیوں بڑے بڑے گناہ بڑی بڑی زیادتیاں معاف کر دیتی ہیں آخر کیوں؟۔

"نہیں بازل تیمان، میں وہ لڑکی نہیں ہوں۔میں اتنی جلدی خود کو تمہارے آگے جھکنے پر مجبور نہیں کرونگی۔میں آج بتادونگی کہ میری یہ چپ طوفان کے آنے سے پہلے کی چپ ہے۔میرا دل تمہارے لئے نہیں پگھل سکتا، میں آج تمہیں بتا دونگی۔"

آج اسکی پٹی چینج ہونی تھی۔وہ ہابی کے شانے سے لگی آنسوں بہاتی بازل تیمان کو دیکھ کر سوچ رہی تھی جو بالکل اسکے سامنے صوفے پر آگے کو جھک کر بیٹھا ہوا تھا۔اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر انہیں ہونٹوں پر ٹکائے بڑے تحمل سے

بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

پٹی کے چینج ہوتے ہی وہ بھی ڈاکٹر کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ڈاکٹر کے جاتے ہی اس نے پلٹ کر مسکرا کر طلسہ کی جانب دیکھا اور اگلے ہی پل اسکی مسکراہٹ طلسہ کے لفظوں سے غائب ہو گئی۔

"بہت خوش ہو رہے ہو نا مجھے اسطرح دیکھ کر ہو گے بھی کیوں نہیں، تمہاری تو خواہش رہی ہے مجھے تکلیف دینے کی۔"

ہانی نے اچنبھے سے طلسہ کو دیکھا۔شامہ کا چہرہ سفید پڑا وہ بازل کو دیکھنے لگی جو بغیر کسی تاثر کے اسکے لگائے الزام سن رہا تھا۔

"تمہارے دل میں تو خوشیوں کے میلے لگے ہونگے نا، یہی چاہتے تھے نا تم کہ میں روؤں، تڑپوں تو لو ہو جاؤ خوش، مناؤ جشن تم جیت گئے، میں ہار گئی۔رو رہی ہوں تڑپ رہی ہوں۔"اس کے آنسوں روانگی سے بہنے لگے۔

"مجھے نفرت ہے بازل تمہان! تم سے، تمہاری شکل سے، تمہاری آواز سے، تم مجھے

چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ تمہیں اللہ کا واسطہ چھوڑ دو مجھے۔"

آخر میں وہ حلق کے بل چلائی تھی۔ ہابی کی آنکھیں غم و غصے سے بھر اگئیں۔ بازل کا سرخ چہرہ ان کا دل کاٹ گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر چپ رہا پھر فیصلہ کن انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"چھوڑ دیا۔"

ہابی نے روتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھا۔ شامہ بازل کے پیچھے بھاگی تھی جبکہ طلسہ، اسے تو ایسے لگا جیسے دل اندر ہی پھٹ گیا ہو۔

www.novelsclubb.com

****

"ہیلو مسٹر احمد چغتائی! کیسے ہیں آپ؟"

بازل نے ان کے آفس میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ارے بازل بیٹا! کیسے ہو آپ؟" وہ بشاش لہجے میں کہتے اس سے اٹھ کر گلے ملے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

احمد چغتائی اس کے بابا کے کلوز فرینڈ تھے اور پاکستان میں قائم انکی کمپنی کو وہی دیکھتے تھے۔ بازل کی ان سے اور ان کی وائف سے کافی اچھی انڈر اسٹینڈ نگ تھی۔ یقین بہت تھا اسے ان پر تبھی آج انکی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ " کہو بیٹا کیسے آنا ہوا؟ کمپنی کی ساری رپورٹس تو میں نے کل ہی میل کر دی تھیں اور کوئی میٹنگ بھی نہیں ہے۔ "

ان کے لہجے میں بازل کیلئے فکر مندی تھی کیونکہ وہ کبھی بغیر کسی وجہ کے نہیں آتا تھا۔

"بس ایک بہت ضروری کام تھا جس کی وجہ سے آنا پڑا۔ اس کام کیلئے مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔" اس نے کرسی کو سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

"کیسا کام ؟" احمد چغتائی بھی اسکے سامنے بیٹھ گئے تھے۔

"وہ بھی بتاتا ہوں پہلے کافی تو منگوائیں۔" اس نے سیل فون پر آتی کال کو کاٹتے ہوئے کہا۔

"کتنے دن کیلئے آئے ہو؟" انہوں نے کافی کا آرڈر دیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"صرف آج کیلئے ہوں کل آیا تھا آج فلائیٹ ہے میری۔"

اسکے کہنے کے دوران سیکرٹری کافی رکھ گیا تھا۔

"اچھا تو چلو لنچ اور ڈنر گھر پر کریں گے۔" انہوں نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں مجھے ضروری کام ہے ورنہ آپ کی آفر ضرور قبول کرتا شکریہ۔" اس نے شائستہ انداز میں ان کی آفر رد کی تھی۔

"بازل اب تم زیادتی کر رہے ہو۔" وہ تھوڑے خفا ہوئے۔

"پلیز برا مت مانیں، نیکسٹ ٹائم پکا آپ کے گھر کھانے کیلئے ہی نہیں بلکہ رہنے کیلئے بھی آؤں گا۔" وہ معذرت خواہ سا بولا۔

"دیکھو پرامس کر رہے ہو۔"

"اور آپ جانتے ہیں میں اپنے وعدوں کا کتنا پکا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

سیکرٹری ٹرے اٹھا کر گیا تو اسکے جاتے ہی اس نے احمد چغتائی سے کہا۔

"مجھے آپ سے ضروری کام ہے۔"

بازل تہمان کے چہرے پر اتنی سنجیدگی انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی لہٰذہ وہ چونک کر اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

"کیوں نہیں، بولو کیا کام ہے؟"

"امام جہانزیب سے متعلق ہے۔" اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا تھا۔ دس بج رہے تھے جب اسنے بات سٹارٹ کی تھی اور ایک کے قریب اسکی بات ختم ہوئی تھی۔ احمد چغتائی کے چہرے پر اب گہری سنجیدگی تھی جبکہ بازل پر سکون سا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

"تم اس بارے میں شیور ہو؟" انہوں نے کمرے میں پھیلی جامد خاموشی کو توڑتے ہوئے پوچھا۔

"I'm damn sure about it۔"

"دیکھ لو بازل، مجھے نہیں لگتا یہ صحیح ہے کہیں بعد میں۔۔۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بعد میں کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے اسکی بات کاٹ کر کہا تھا۔ "بس آپ یہ کام کر دیں میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔"

"شکر گزار کی کیا بات ہے بازل پر۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے۔

"یہ کام آپ کو میرے کال کرنے پر کرنا ہوگا۔" اس نے ان کی پریشانی کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کال میں آپ کو ایک ہفتے بعد بھی کر سکتا ہوں یا ایک مہینے بعد یا پھر یہاں سے ہنوئی پہنچتے ہی بھی۔"

"اس میں کچھ چیزیں ہیں جو آپکی اس کام میں مدد کریں گی۔"

اس نے براؤن بریف کیس ان کی طرف بڑھایا۔

"اب میں چلتا ہوں کافی ٹائم ہو گیا ہے۔" رسٹ واچ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کوٹ کا بٹن بند کیا تھا۔

"انشاءاللہ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہو گی۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ ان سے ہاتھ ملاتا چلا گیا۔ وہ خود تو پر سکون تھا لیکن احمد چغتائی کو پریشان کر گیا۔

"اللہ تمہارا نگہبان ہو۔"

کرسی پر بیٹھ کر وہ بریف کیس کھولتے ہوئے بولے۔

****

"کیسی ہیں آپ؟" رسمی علیک سلیک کے بعد غضنفر نے پوچھا تھا۔

ہابی مسکرا دیں۔

"میں ٹھیک، آپ کیسے ہیں؟"

"آپ جیسا۔" ہابی کے پوچھنے پر غضنفر نے مسکراتی آواز کے ساتھ کہہ کر ہابی کو جھینپنے پر مجبور کر دیا۔

"کیسے فون کیا؟" ہابی نے گلہ کھنکھارتے ہوئے پوچھا۔

"بہت بڑی وجہ کیلئے کال کی ہے میں نے آپ کو۔ ہابی آپ میری بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ بازل کی بڑی بہن بھی ہیں اس لئے میں یہ بات آپ سے شئیر کرنا چاہتا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوں۔پلیز میری بات کو غور سے سننا۔"

غضنفر کے لہجے کی سنجیدگی انہیں ٹھٹھکا گئی تھی۔

"کونسی بات ؟"کسی انہونے خطرے کے پیش نظر انہوں نے پوچھا تھا۔

"کل میری بازل سے ویڈیو چیٹ ہوئی بہت خوش لگ رہا تھا۔"

"تو۔۔۔؟"غضنفر کے کہنے پر انہوں نے انجان پن سے پوچھا۔

"تو یہ کہ وہ ہم سب کو دھوکا دے رہا ہے۔میں صرف اس کا دوست یا بہنوئی ہی نہیں بلکہ اسے اپنا چھوٹا بھائی بھی سمجھتا ہوں۔وہ کیا کرنے جارہا ہے مجھے اس کا اندازہ ہو رہا ہے۔"

غضنفر دھیمے لہجے میں سوچ کر بولتے ہابی کو بھی پزل کر رہے تھے۔

"یقیناً وہ اب بھی ایسا کچھ کرنے جارہا ہے جو نہ صرف اس کیلئے بلکہ ہمارے لئے بھی پریشان کن ہوگا۔"

"یہ آپکو کیسے پتا؟"ہابی کا دل اندر ہی اندر لرزنے لگا۔

"میں نے کہا تھا نا کل میری اس سے بات ہوئی تھی اور وہ بہت خوش لگ رہا تھا۔"

غضنفر نے وضاحت دی۔

"خوش لگ رہا تھا یہ تو اچھی بات ہے نا۔" ہابی پریشانی سے الجھ گئی تھیں۔

"ہابی تم اسی کی بہن ہو نا۔"

غضنفر کی پر سنجیدہ آواز پر ہابی تناؤ کا شکار ہو گئیں۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں غضنفر، میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا پلیز کھل کر بتائیں۔ میں پریشان ہو رہی ہوں۔"

"ابھی پتا چل جائے گا۔ یہ بتائیں بازل خوش کب ہوتا ہے؟" انہوں نے مزید سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ کر پوچھا۔

"جب اسکا موڈ اچھا ہوتا ہے۔ کوئی تہوار ہو یا پھر صوفی کے ساتھ وقت بتاتے ٹائم، کوئی برتھ ڈے ہو یا پھر سب بہت اچھا چل رہا ہو لیکن۔۔۔۔۔" نا سمجھی سے کہہ کر انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"گڈ! اب یہ بتاؤ وہ بہت خوش کب ہوتا ہے؟" انہوں نے بہت پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"بہت خوش۔" ہابی جیسے رک سی گئی تھیں۔

"ہاں، بہت خوش وہ تب ہوتا ہے جب اسے کچھ چھپانا ہوتا ہے کچھ ایسا جو سب سے زیادہ اسے تکلیف دیتا ہے اور وہ کچھ اسے اندر ہی اندر کاٹ رہا ہوتا ہے۔ اس کاٹ اس درد کو چھپانے کی خاطر وہ خوش بلکہ بہت خوش خود کو ظاہر کرتا ہے۔"

غضنفر نے انکی آنکھیں بھرا دیں۔ بازل سے ان کو شدید محبت تھی۔ اسے تکلیف میں دیکھنے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

غضنفر! آپ کو پتا ہے نا کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔" انہوں نے بھرائی آواز سے پوچھا۔

"اسے روک لو ہابی ورنہ بہت برا ہو گا۔ وہ زندگی کے تپتے صحرا میں تنہا جھلس جائے گا اور ہم۔۔۔ ہم اس کے جھلسے ہوئے جسم پر ایک بوند پانی بھی نہیں ڈال سکیں گے

کیونکہ وہ ایک بوند اس کیلیئے سکون نہیں بلکہ اذیت کا باعث بنے گی۔"

غضنفر نے اپنی بات کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔ہابی حلق میں دل لئے انکی باتوں پر آنسوں بہا رہی رتھیں۔

****

شادی پر دلہن بن کر رابیل بہت پیاری لگ رہی تھی خیر کم تو خان بھی نہیں لگ رہا تھا۔وہ تو ایسے اکڑ رہا تھا جیسے کوئی قلعہ فتح کر لیا ہو۔خان کے قہقے تو رک ہی نہیں رہے تھے جبکہ رابیل بے چاری سہمی ہوئی ہرن کہ طرح بیٹھی تھی۔اس نے صبح سے بریا کا سر کھایا ہوا تھا کہ خان اسکے شادی سے انکار کرنے کی وجہ سے ناراض ہے۔مایوں اور مہندی کے فنکشنز میں اس نے میری طرف دیکھا بھی نہیں وغیرہ وغیرہ۔

بریا بیچاری اسے تسلیاں دے دے کر تھک گئی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہے مگر وہ بھی رابیل تھی اندیشوں اور واہموں کی دوکان، کہاں اتنی جلدی ماننے والی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رخصتی ہوتے ہی بریا گھر آگئی تھی۔ دن بھر کی تھکان کے باعث اسے فوراًہی نیند آگئی۔

صبح وہ دیر سے سو کر اٹھی تو لاؤنج میں ماما، پاپا دونوں ہی موجود تھے۔ سلام کر کے وہ وہیں صوفے پر اپنی ماما کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"ناشتے میں کیا لو گی ؟" ماما نے بہت پیار سے اسکے بال سہلاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"جو آپ کا دل چاہے بنا دیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"بری!"

پاپا کے پکارنے پر اس نے سوالیہ نظروں سے انکی طرف دیکھا۔

منڈے کو ایک آفیشل میٹنگ ہے۔ پیشتر ممالک سے بڑے بڑے بزنس مینز شرکت کریں گے۔ یہ ایک قسم کا گیٹ ٹو گیدر بھی ہے۔ شام میں میٹنگ کے بعد ڈنر بھی ہو گا۔ تمہیں بھی چلنا ہو گا۔ جبار کی خاص ہدایت ہے تمہارے لئے کہ تم ڈنر کے بغیر واپس نہیں آؤ گی۔ سو ریڈی رہنا۔"

بری پاپا کو دیکھ کر مسکائی اور پھر بولی۔

"جیسا آپ کہیں۔"

****

بازل کو گئے آج پانچ دن ہو گئے تھے۔ان پانچ دنوں میں طلسہ نے جلے پیر کی بلی کی طرح اس کا انتظار کیا تھا۔اس کی آنکھیں شدت سے بازل تہمان کی منتظر تھیں۔وہ اسے چھوڑنے کی بات کہہ گیا تھا اور اب یہ طلسہ کیلیئے بہت بڑی بات تھی۔وہ اسکے آگے جھکنا نہیں چاہتی تھی اسے اپنے جذبوں کی ہوا تک لگنا نہیں چاہتی تھی اسلیئے اول فول کہہ گئی لیکن اب اب اسے رتی برابر فرق نہیں پڑتا تھا اگر بازل پر اسکی محبت ظاہر ہو جاتی ہے تو۔وہ سب کچھ سوچ سکتی ہے مگر بازل سے علیحدگی ہر گز نہیں۔

ہابی بھی تو اس سے سخت کبیدہ وہ نالاں تھیں۔ہوتی بھی کیوں نا،اس نے بازل کو ہرٹ جو کیا تھا آخر کو وہ اسکی بڑی بہن تھیں۔ناراضگی تو دکھا سکتی تھیں۔شامہ بھی

اس کے پاس نہیں آتی تھی سب اس سے ناراض تھے۔اسکی خود غرضی و بے حسی نے سب کو اس سے فاصلہ رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔سرجری کے دوران بھی کوئی اس سے مخاطب تک نہیں تھا۔

سرد تاثرات کے ساتھ اسے حوصلہ مل رہا تھا۔اس نے دل سے دعا کی تھی کاش وہ سرجری کے دوران ہی مر جائے مگر شاید وہ بہت ڈھیٹ تھی تبھی بچ گئی۔بازل تمہان کیلئے منتظر آنکھیں جب کھلیں تو وہ تب بھی تلاش میں تھیں کیونکہ وہ نہیں آیا تھا۔نیم غنودگی کی حالت میں اسے لگا تھا کہ بازل اسکے پاس ہے لیکن شاید وہ ایک احساس ہی تھا۔

بلاآخر ایک مہینے کے طویل انتظار کے بعد اس نے بازل کی گاڑی کا ہارن سنا تھا۔ اسکے دل کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں۔پانچ منٹ تک ہمت مجتمع کئے وہ بنا ناک کئے اسکے کمرے میں آئی تھی۔زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے اسکے کمرے میں قدم رکھا تھا اور یہ قدم اسے جما دینے کیلئے کافی تھا۔

www.novelsclubb.com

اسے جماد دینے والی اسکی شادی کی تصویر تھی۔ گرے وال پر وہ قدم آدم تصویر فل بلیک اینڈ وائیٹ تھی۔ صرف ایک چیز تھی جو رنگین تھی اور وہ تھا طلسہ کا ریڈ ستاروں سے چمچماتا دوپٹہ۔ اداس سی طلسہ اس تصویر میں نگاہیں نیچے کیئے پر ملول سی دکھائی دیتی تھی۔ جبکہ وجاہت کا پیکر بنا بازل تھمان آنکھوں میں استحقاق لئے مسکراہٹ دباتا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تصویر بالکل مکمل تھی ان کا ایک ایک نقش اس تصویر میں واضح تھا۔ طلسہ کی آنکھیں بھرا گئیں۔ واش روم سے نکل کر بازل نے ایک نظر اسے دیکھا اور صوفے پر بیٹھ کر شوز اتارنے لگا۔ طلسہ نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں صاف کیں۔ بازل کا یہ لاتعلق سا رویہ اس کیلیئے دکھ کا باعث بنا۔

"مم۔ مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" اس نے وہیں کھڑے کھڑے کہا۔ بازل کوٹ اتار کر اب ویسٹ کوٹ کے نیچے سے ٹائی کھینچ رہا تھا۔

"اچھا ہوا تم خود آ گئی، میں ابھی تمہیں ہی بلوانے والا تھا۔"

بازل نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر وہ جوں کی توں کھڑی رہی۔

"ایم۔۔ایم سوری بازل۔"

پھنسی پھنسی سی آواز اسکے گلے سے نکلی تھی۔بازل ڈرار کی جانب بڑھا اور ایک بلیو فائل نکال کر اسکی سمت آیا۔

"یہ کیا ہے؟"ڈوبتا دل اسے کچھ بہت غلط ہونے کا عندیہ دے رہا تھا۔

"ڈائیورس پیپرز۔"

طلسہ کے پیروں سے زمین کھسکی۔اسکے سیاہ کٹورے دکھ کے سمندر سے بھرنے لگے۔

"ایم سوری بازل، میں نے جو بھی کیا پلیز اسکے لئے مجھے معاف کردو۔میں بہت شرمندہ ہوں۔"

کانپتی آواز کے ساتھ وہ کہہ رہی تھی۔اس نے فائل کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔بازل اسکی طرف بڑھائے کھڑا رہا۔وہ بری طرح ہچکولے لیتے ہوئے رونے لگی تھی۔

بازل نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"یہاں پر معافی کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے طلسہ اور نہ ہی میں تمہیں معافی مانگنے کا کہہ رہا ہوں۔"

"لیکن میں مانگوں گی معافی کیونکہ میں نے آپ سے بدتمیزی کی، ہابی سی کی صوفی کے بارے میں برا کہا اسلئے ہی آپ مجھے یہ دے رہے ہیں نا۔" اس نے کانپتی تھوڑی کے ساتھ فائل کی جانب اشارہ کیا۔

"جو تم سمجھو، لیکن فی الحال اسے پکڑو اور یہاں سے جاؤ مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔" سرد بے گانہ بیزار لہجہ طلسہ کو یقین نہیں آیا کہ یہ بازل نے اس سے کہا ہے۔ اسے شدید توہین کا احساس ہوا غم و غصہ کا پہاڑ اس پر گرا تھا۔

"اوہ، واؤ تو اب سمجھ آیا بازل تہمان مجھ سے بیزار ہو گئے ہیں دل بھر گیا ہے انکا میرے سے، تبھی جان چھڑوا رہے ہیں ہے نا۔" اس نے تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔

"ویل ڈن بازل تہمان، ویری گڈ۔ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ وہ کون ہے جسے میری جگہ دینے کا سوچ رہے ہو۔ یا پھر وہ یہیں ہے اسی گھر میں تمہاری بی لوڈ بچپن

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کی دوست جس سے شاید تم شادی کرنے والے تھے مس شامہ۔ہے نا۔"

کانپتی تھوڑی کے ساتھ وہ پرانی طلسہ بنی تھی۔ بازل بھنویں اچکاتا ہوا ماتھے پر بے شمار تیوریاں لایا۔

"تو گویا بہت ذہین ہیں آپ۔ میں جان گیا ناؤ کین یو پلیز لیو۔"

بازل نے اسکے ہاتھ میں فائل پٹخی اور دروازے کی جانب اشارہ کیا۔

طلسہ کا دل کرچی کرچی ہوا تھا۔اسے یقین نہیں ہوا کہ جو اس نے سوچا تھا وہ سچ نکلا۔نچلہ لب دانتوں میں جکڑے اس نے تھوڑی کو کانپنے سے روکا تھا۔

"اگر یہ ہی سب کرنا تھا تو کیوں میری زندگی برباد کی۔کیوں مزید برباد کرنے پر تلے ہو۔بولو۔"توہین کے سبب وہ چیخ اٹھی تھی۔

"اس سب کی ذمہ دار تم خود ہو۔تم نے خود اپنی راہیں کھوٹی کی ہیں۔مجھے بلیم مت دو۔"

طلسہ نے نم ناک آنکھوں سے اپنا آپ بچاتے بازل کو دیکھا۔اسے شدید دکھ ہوا

کیونکہ وہ سب سچ کہہ رہا تھا۔

"میں نے سائن کر دیئے ہیں تم بھی کر دو اور میری زندگی سے چلی جاؤ."

"بازل کیا میں واقعی تمہارے دل سے اتر گئی ہوں؟"

آنسوؤں کی برسات کرتی کانپتے وجود کے ساتھ اس نے کس آس سے اس سے پوچھا تھا۔ بازل اسکی سمت بڑھا، کہنی سے اسے تھام کر دروازہ کھول کر اسے کمرے سے باہر کھڑا کیا۔

"جاؤ طلسہ، بہت دیر ہو گئی ہے۔"

اس نے دروازہ بند کر دیا۔ طلسہ آنسوں بہاتی وہیں کھڑی رہی۔

****

"اسلام علیکم مسٹر امام جہانزیب! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" احمد چغتائی ان کے آفس کے دروازے میں کھڑے اجازت طلب کر رہے تھے۔

"وعلیکم اسلام۔ آئیں نا، وہاں کیوں کھڑے ہیں۔" امام جہانزیب نے خوشدلی سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہا تھا۔

"تشریف رکھیں۔" وہ احمد چغتائی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولے۔

"کیا لیں گے چائے یا کافی؟" امام جہانزیب نے انٹر کام اٹھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں کچھ نہیں، تھینک یو۔" احمد چغتائی نے کہا۔

"ارے آپ تو تکلف کرنے لگے۔"

دو کپ چائے انہوں نے خود ہی آرڈر کیا۔ احمد چغتائی بالکل خاموش پر سوچ انداز میں بیٹھے رہے جیسے بولنے کیلئے لفظ تلاش رہے ہوں معاملہ اتنا پیچیدہ تھا کہ وہ دو ٹوک بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔

"کیا بات ہے؟ آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں۔" امام جہانزیب نے انکی خاموشی کو بھانپتے ہوئے پوچھا کیونکہ چائے پڑی پڑی ٹھنڈی ہونے لگی تھی۔ انہوں نے دو گھونٹ پی کر جیسے ہمت باندھی۔

"امام صاحب مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی فرمائیں۔" وہ ہمہ تن گوش ہوئے۔

"مجھے آپکی بیٹی طلسہ کے بارے میں بات کرنی ہے۔" احمد چغتائی نے کہہ کر انکی جانب دیکھا جن کے ہاتھ میں چائے کا کپ کانپا تھا۔ وہ بے یقین, حیران و پریشان سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ امام جہانزیب احمد چغتائی کو سال بھر سے جانتے تھے جبکہ طلسہ کو اغواہ ہوئے تقریباً دو سال ہونے کو آئے تھے اور اس عرصے میں انہوں نے کبھی طلسہ کا ذکر ان کے سامنے نہیں کیا تھا۔

"آپ مم۔۔۔۔ میری بیٹی کو کیسے جانتے ہیں؟" بہت مشکل سے انہوں نے اپنے بوڑھے ہونٹوں کو جنبش دی تھی۔

"آپکی بیٹی کا مجھے پتا ہے۔" انکی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ "وہ اس وقت کہاں ہے میں یہ بھی جانتا ہوں۔"

"میری بیٹی کا پتا ہے آپکو، وہ کہاں ہے؟"

ان کا وجود کانپنے لگا تھا۔ وہ بے ساختہ کھڑے ہوئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"بیٹھ جائیں امام صاحب، اب میں جو بتانے والا ہوں آپکو تسلی سے سننا ہو گا۔"

احمد چغتائی کے کہنے پر وہ بے چینی سے بیٹھ گئے اور امید بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔

"آپ کی بیٹی اس وقت ویت نام کے شہر ہنوئی میں ہے۔" انہوں نے بتانا شروع کیا۔ اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئے تھے۔ باپ کی محبت بیٹی کے ذکر پر بری طرح تڑپ اٹھی تھی۔ احمد چغتائی نے بریف کیس ان کی طرف بڑھایا۔

"اس میں سے پہلے وائیٹ انویلپ نکالیے گا۔"

وہ اس وقت خود کو کڑے امتحان میں محسوس کر رہے تھے۔ امام صاحب نے کانپتے ہاتھوں سے بریف کیس کھول کر اس میں سے سفید لفافے کو نکالا۔

"کیا ہے اس میں؟" انہوں نے انجانے خوف کے زیر اثر پوچھا۔

"آپ خود ہی دیکھ لیں۔"

ان کے کہنے پر امام صاحب نے لفافے کو چاک کیا اور اگلے ہی پل وہ ششدر رہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گئے۔

"بازل تہمان۔" وہ زیر لب بڑبڑائے تھے۔ بازل اور انکی بزنس پارٹنر شپ طلسہ کے اغوا ہونے کے کچھ عرصے بعد ہی ہوئی تھی۔ بازل کے ساتھ انکی فیملی کی اچھی خاصی بانڈنگ ہو گئی تھی۔ وہ اسے اپنے بیٹے کی طرح عزیز رکھتے تھے اور بازل انہیں اپنے باپ کی طرح۔ زرین کا وہ بڑا بھائی بن گیا تھا اور تہمینہ کا لاڈلا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس انسان کو وہ مسیحا سمجھ بیٹھے تھے وہی انکی خوشیوں کا قاتل ہے۔

وہ بازل تہمان اور طلسہ کے نکاح کے وقت کی تصاویر تھیں جس میں انکی بیٹی اداس دکھتی تھی۔ ایک ایک کر کے تمام تصاویر دیکھ لیں۔ جیسے جیسے وہ تصویریں دیکھ رہے تھے ان کا دل بھرائے جا رہا تھا۔

"بلیو فائل۔" احمد چغتائی کے کہنے پر انہوں نے تڑپ کر وہ فائل اٹھا کر کھولی تھی۔ اس میں بازل تہمان اور طلسہ کے نکاح کی کاپی تھی اور بھی بہت سے کاغذات تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بازل تہمان ہی آپکی بیٹی کو یہاں سے ہنوئی لے کر گیا تھا۔وہ اب بھی اس کی تحویل میں بحفاظت موجود ہے اگر آپ اسے واپس لانا چاہتے ہیں تو اس میں ایڈریس موجود ہے۔بازل تہمان نے اسٹامپ پیپر تیار کروا کر اس پر سائن کر دیئے ہیں۔آپ جب چاہیں طلسہ کو کورٹ سے خلاع دلوا سکتے ہیں۔"

احمد اور بھی بہت ساری انفارمیشنز دے کر ان کو گئے تھے۔امام جہانزیب بہت محبت سے طلسہ کی تصویروں کو دیکھ اور چوم رہے تھے۔کب کی ترسی آنکھوں کو اب راحت نصیب ہوئی تھی۔وہ پوری طرح ٹوٹ کر بکھرے تھے۔انہوں نے دل و جان سے اپنی جان کو یاد کیا تھا۔

امام جہانزیب ایک شریف و باکردار انسان تھے۔وہ راجپوت فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔انکی ریت و روایت میں خاندان سے باہر شادیاں نہیں ہوتی تھیں لیکن وہ اپنے دوست کی بہن کو دل دے بیٹھے تھے تبھی اپنی مرضی سے شادی کرنے کی وجہ سے انہیں گھر بدر کر دیا تھا۔خاندان سے کٹ کر وہ کراچی آ بسے تھے۔ویسے بھی

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انکی سوچ بہت مختلف تھی۔ریت ورواج میں پھنسنے والے انسان نہیں تھے وہ۔

تہمینہ کے ساتھ وہ بہت پر سکون زندگی گزار رہے تھے۔ تہمینہ بہت وضع دار اور سلیقہ شعار عورت تھی۔ان کی سنگت میں جیون بہت سہل تھا۔اس زندگی میں بہار تب آئی جب اللہ نے ان کے گھر گلاب کا پھول کھلایا۔

طلسہ کی آمد نے انکی زندگی کو بہار کر دیا تھا۔طلسہ کے پانچ سال بعد زرین انکی گود میں آئی تو مانو انکی دنیا مکمل ہو گئی۔دونوں بیٹیوں میں امام جہانزیب کی جان تھی۔

دونوں ہی آنکھ کا تارا تھیں۔انکی خواہش پر ہی طلسہ نے کیمسٹری میں ایم فل کیا تھا۔

اسکا آگے پی ایچ ڈی کرنے کا ارادہ تھا جب تہمینہ نے زور دیکر طلسہ کی منگنی اپنے بھائی کے بیٹے صہیب سے کر دی تھی۔

صہیب اور طلسہ کی کافی انڈر اسٹینڈ نگ تھی۔وہ دونوں بچپن کے دوست تھے۔

ایک دوسرے میں بے تکلفی دیکھ کر ہی امام صاحب نے یہ فیصلہ کیا تھا۔طلسہ کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا اسکے پاپا جو فیصلہ لیتے اسے منظور تھا چاہے پھر وہ ہوتا یا کوئی

اور۔اسکے نزدیک والدین کا فیصلہ ہی زندگی کیلئے بہترین ہوتا ہے سو اس نے تمام معاملہ اپنے پیرنٹس کے سپرد کر دیا۔

دوسری طرف زرین تھی تو وہ اس سے چھوٹی تھی اور ابھی پڑھ رہی تھی۔وہ تھوڑی ڈرپوک اور دبو سی تھی۔زبان تو گویا اسکی تالو سے چپکی ہوتی تھی۔ہر روز طلسہ اسے ایک گھنٹے کا لیکچر دیتی تھی جس کا لب لباب کانفیڈنس ہوتا تھا مگر وہ بھی زرین تھی کہاں اثر ہوتا تھا اس پر طلسہ کے فضول سے قصے کہانیوں کا۔اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا اس بات سے کہ کیسے اور کب طلسہ نے کس لڑکے اور لڑکی کو اسکی نانی یاد دلائی تھی اور کونسا فیشن ان ہے اور کونسا نہیں۔وہ تو بس کتابی کیڑا تھی۔ بابا آدم کے زمانے کی کتابیں پڑھنا اس کا بہترین مشغلہ تھا۔

طلسہ کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے چل رہی تھیں۔ہر طرف خوشیوں کا میلہ لگا تھا۔امام جہانزیب اور تہمینہ نم آنکھوں سے بیٹی کی زندگی میں آنے والی بہاروں کے منتظر تھے۔بہاروں کے منتظر کو کب خزاں نصیب ہوئی پتا ہی نا چلا۔خوشیوں

سے جھومتے گھر میں ماتم کا سا سماں ہو گیا۔ مسرت سے بھیگتی آنکھیں رنج و بے قراری میں بھیگنے لگیں۔

زرین کے بتانے پر امام جہانزیب اور صہیب ہوا کے دوش پر وہاں پہنچے تھے لیکن تب تک دیر ہو گئی تھی۔ طلسہ کا نام و نشان تک وہاں نہیں تھا۔

عزت بچانے کی خاطر زرین کا نکاح صہیب سے کر دیا گیا اور رخصتی فی الحال ملتوی کر دی تھی۔ غم و بدنامی کا پہاڑ ان لوگوں پر ٹوٹا تھا۔ امام جہانزیب کو ہارٹ اٹیک آیا تھا جس نے سب کو مزید پریشان کر دیا تھا۔ تہمینہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ وہ دونوں یکدم بہت بوڑھے نظر آنے لگے تھے۔ پولیس میں رپورٹ کر دی گئی تھی مگر طلسہ تو ایسے غائب ہوئی تھی جیسے اس کا وجود کبھی ہو ہی نہ۔ صہیب اس کے پاپا, خود امام جہانزیب نے ٹھیک ہونے کے بعد سر توڑ کوشش کی تھی طلسہ کو ڈھونڈنے کی مگر اسکا کہیں سراغ نہیں ملا تھا۔ وہ پاکستان میں ہوتی تو ملتی نا۔

"آپ کے پاپا آپکے بغیر مر جائیں گے پلیز طلسہ واپس آ جاؤ۔"

راتوں کو چھپ چھپ کر وہ اور انکی شریک حیات اپنی لخت جگر کی تصویروں کو پکڑ پکڑ کر روتے تھے۔انہیں اپنے پاک پروردگار پر پورا یقین تھا کہ ایک نا ایک دن وہ ضرور انہیں انکی بیٹی سے ملادے گا۔

وقت پر پھیلا کر گزرنے لگا۔دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے دو سال میں بدل گئے۔ان دو سالوں میں اللہ نے انہیں صبر تو عطا کیا تھا مگر انکا انتظار اور کوشش ختم نہیں ہوئی تھی۔ان دو سالوں میں زرین کو صہیب کے ساتھ رخصت کر دیا گیا تھا۔سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔طلسہ انکی یادوں میں تو تھی لیکن انکی لائف میں نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

اللہ نے بے شک انہیں صبر عطا کیا تھا مگر ان لوگوں نے امید نہیں چھوڑی تھی۔ انہیں پورا یقین تھا کہ انکی بیٹی انکی حیات میں ضرور انہیں ملے گی۔وہ یقیناً خیریت سے ہی ہو گی۔ان کی امید رائیگاں نہیں گئی تھی اللہ نے انہیں مایوس نہیں کیا تھا۔ ان کا انتظار لا حاصل نہیں گیا تھا۔

****

اس نے بڑی ہمت کر کے خود کو چلنے پر مجبور کیا۔ڈولتے وجود کے ساتھ اسکا ہر قدم شکست پاتا تھا۔ان شکست خوردہ قدموں میں طلسہ بازل کے ساتھ بتائے لمحات دیکھ رہی تھی۔اپنے کمرے پہنچنے سے پہلے وہ حسین ماضی کا سفر کر آئی تھی جو کہ اب تلخ لگتا تھا۔وہ یہ تھا۔

"سینڈی طلسہ کہاں ہے؟" بازل لاؤنج میں موجود سینڈی کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"سر وہ کچن میں ہیں۔"

"واٹ۔" وہ ماتھے پر بل لاتے ہوئے بولا اور کچن کی طرف آگیا۔

"طلسہ کچن میں کیا کر رہی ہو تم؟" اسی طرح ماتھے پر تیوریاں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

طلسہ اسکے سوال سے جھنجھلا گئی۔

"وہ میں صوفی کیلئے پاستا بنا رہی ہوں۔" وہ مصروف سی بولی۔

"ایک بار کچن میں کام کرنے کا خامیازہ تم بھگت چکی ہو طلسہ ،بجائے اس کے تم اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے نصیحت پکڑو پھر کچن میں آگئی ہو چلو باہر۔"

یہاں پر بازل اس دن کی بات کر رہا تھا جب طلسہ کا دوپٹہ بے دھیانی میں جل گیا تھا اور اسے پتا بھی نہ چلا وہ تو شکر تھا شیف نے دیکھ کر آگ بجھا دی نہیں تو زیادہ نقصان ہو جاتا۔

بازل نے پہلی بار اسے بہت استحقاق سے ڈانٹا تھا۔طلسہ اس پر گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"پر میں صوفی کا۔"

بازل نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

"کچن میں موجود شیف ہیں اس کام کیلئے, اب چلو باہر۔"

وہ ہنوز اسی لہجے میں بولا۔طلسہ اسکا لہجہ دیکھ کر چپ ہو گئی تھی۔بددلی سے اپنا کام چھوڑ کر کچن سے باہر آگئی۔

"بدتمیز انسان! سمجھتا کیا ہے خود کو کچھ کہہ نہیں رہی ہوں اسکا مطلب یہ تھوڑی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہے جس مرضی ٹون میں بات کریگا مجھسے۔"

وہ دل ہی دل میں اسکے پیچھے چلتی اسکے بارے میں برا سوچ رہی تھی کہ طلسہ کا گھٹنا زور سے صوفے سے ٹکرایا۔اس نے جھک کر گھٹنے کو سہلایا تھا۔

"طلسہ کیا ہو؟" بازل اسکا آہ۔۔سن کر فوراً مڑا وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"کچھ نہیں۔"اس نے یکدم کڑوی ہو کر جواب دیا۔

"بیٹھو۔" بازل تمھان نے صوفے پر بیٹھ کر اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ یونہی منہ بسورتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟"

موسم کی تبدیلی کی وجہ سے اسے ہلکا سا فلو ہوا تھا اور اس فلو کے بارے میں اسے صوفی سے ہی پتا چلا تھا۔وہ کچھ عرصے کیلئے کام کے سلسلے میں غضنفر کے پاس سپین تھا۔ابھی وہ کل آیا ہی تھا جب اسے عبد کی کال آئی تھی وہ بھی اسے بلا رہا تھا مگر فی الحال بازل نے اسے منع کر دیا۔

"تمہیں اس سے کیا۔" اس نے دل میں سوچا۔

۔"ٹھیک۔" وہ مختصر بولی۔

"طلسہ میری غیر موجودگی میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔" بازل تہمان کی نظریں طلسہ پر تھیں جبکہ وہ اسکے پیچھے دیوار پر لگی پینٹنگ کو دیکھ رہی تھی جس میں مہارت سے رنگوں کی آمیزش کی گئی تھی۔وہ اکثر اسے دیکھ کر سوچتی تھی کہ اس میں ایسا کیا ہے جو یہ بازل کو اتنی پسند ہے کیونکہ طلسہ کو تو یہ ایک کاغذ پر گرے ہوئے مختلف قسم کے رنگ ہی لگتے تھے۔

"تمہاری موجودگی میں کیا کم پریشانیاں ہوتی ہیں جو غیر موجودگی میں بھی ہوں۔"

اس نے پھر سے سوچا لیکن بولی مختصر۔

"نہیں اور کوئی سوال؟"

طلسہ کی اکتاہٹ دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔اپنا بائیاں پاؤں دائیں گھٹنے پر رکھ کر دونوں بازو صوفے کی پشت پر پھیلائے وہ بہت ریلیکس سا بولا۔

www.novelsclubb.com

"سوال تو بہت سارے بنتے ہیں میرے تمہاری طرف طلسہ، اگر پوچھنے بیٹھا تو عمر تمام ہو جائے گی لیکن سوال ختم نہیں ہونگے۔"

"تو تم کرو بیٹھ کر اپنی عمر تمام میرے پاس ان فضول باتوں کیلئے وقت نہیں ہے۔"

وہ دوبارہ پرانی طلسہ بن کر غصے میں بولی اور پیر پٹختی وہاں سے جانے لگی تھی۔

"میں بھی کہوں آج ہنوئی کا سورج کس سمت سے نکلا ہے جو طلسہ خانم اتنی پر سکون ہیں۔"

وہ ہنسا تھا۔اس کا پرانا انداز دیکھ کر اسنے بے اختیار قہقہ لگایا تھا۔وہاں سے نکلتی طلسہ کی سماعت سے اسکی باتیں اور قہقہ محفوظ نہ رہ سکا۔وہ مزید تلملا گئی۔

****

ہابی واپس جا رہی ہیں۔یہ دل دہلا دینے والی نیوز اسے صبح صبح ہی ملی تھی۔وہ اپنے نشان زدہ چہرے کے ساتھ نیچے ہر گز نہیں جانا چاہتی تھی۔وہ کیسے سامنا کریگی صوفی کا، شامہ کا، ہابی کا اور بازل کا۔وہ انہیں جانے سے روکنا چاہتی تھی لیکن کس

منہ سے روکتی۔ بھلے ہی وہ کچھ دنوں کیلیئے جا رہی تھیں مگر جا تو رہی تھیں نا۔

"طلسہ اپنا دھیان رکھنا اور میرے بھائی کا بھی اور ہنستی رہا کرو تم ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہو۔" وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے محبت سے کہہ رہی تھیں۔ طلسہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"میں آپ کو بہت مس کرونگی۔" رندھے ہوئے گلے کے ساتھ وہ بولی تھی۔

"میں بھی۔" ہابی اسکی کمر تھپتھپاتے ہوئے بولیں۔

"آپ بھی ہمارے ساتھ ائیر پورٹ چلیں ناں۔" صوفی اندر آ کر اس کی فراک پکڑتے ہوئے بولی تھی۔

"پر آپکی ہابی آپکے ساتھ نہیں جا سکتیں۔" طلسہ اس کے قد پر آتے ہوئے بولی تھی۔

"پر کیوں؟"

"کیونکہ آپکی ہابی کو ائیر پورٹ پر بائے کہنا اچھا نہیں لگتا۔" اس نے صوفی کو گلے سے لگا کر کہا۔

"آئی ول مس یو بابی۔" صوفی آنسو بھری آنکھوں سے بولی۔

"مس یو ٹو۔"

"طلسہ !" بازل یکدم اندر آیا تھا۔وہ ہابی کو پکارنا چاہتا تھا لیکن خود بخود اسکے لبوں سے طلسہ کا نام نکلا تھا۔نام پکارنے کے ساتھ ہی اس نے سوچا تھا کہ کاش وہ ہابی کا نام ہی پکارتا کیونکہ طلسہ نے جو حرکت کی وہ اسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل گئی۔وہ اپنے زخمی گال پر ہاتھ رکھ کر بری طرح کانپی تھی۔اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دوبارہ تھپڑ لگ گیا ہو۔بازل نے اسے اگنور کیا اور صوفی کو گود میں اٹھا کر چلا گیا۔

ہابی نے بھی طلسہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے ڈھیر سارا پیار کیا اور چلی گئیں۔

ہابی کے جانے کے بعد طلسہ بہت اداس ہو گئی تھی۔

لیکن

اسکی یہ اداسی تب حد سے بڑھی جب اسے معلوم ہوا کہ بازل تہمان اسے نظرانداز کر رہا ہے۔یہاں تک کہ وہ اسکا نام بھی نہیں لے رہا تھا۔پہلے تو چھوٹی بات ہو یا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بڑی،اسے پکارنا ہو یا کہیں جانا ہو، ہر بات میں چاہے ضرورت ہو یا نہیں وہ اسکا نام ضرور لیتا تھا۔طلسہ کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی بازل تہمان نے اسکا نام نہ لیا ہو۔

شروع میں تو اسے ہر وقت اپنا نام پکارے جانے پر کوفت ہوتی تھی لیکن بعد میں وہ اسکی عادی ہوتی گئی۔

وہ جب جب اسکا نام پکارتا تھا طلسہ کو اپنا نام بہت اہم لگنے لگتا۔کتنی اپنائیت سے وہ اسکا نام پکارتا تھا کہ طلسہ کو اپنے نام سے ہی محبت ہونے لگتی۔پہلے اس نے کبھی ان چیزوں پر غور نہیں کیا تھا مگر اب جب وہ غور کر رہی تھی تو اسے اپنے محسوسات کا پتا چل رہا تھا۔بازل تہمان اس کیلئے اتنی اہمیت اختیار کر جائے گا اس نے کبھی سوچا نہ تھا۔طلسہ نے اسے ہمیشہ بہت اہمیت دیتے دیکھا تھا تبھی وہ اسکا نظر انداز کرنا بہت محسوس کر رہی تھی۔ڈائننگ ٹیبل پر بھی وہ اس سے یکسر غافل ہوتا۔نہ ہی کھانے کے بارے میں اس سے پہلے کی طرح پوچھتا نہ ہی کوئی بات کرنے کی کوشش کرتا۔طلسہ آئے یا نہ آئے وہ اسے نہ ہی بلواتا اور نہ ہی اسکا انتظار کرتا۔وہ بالکل ہی

اسکے ساتھ اجنبیوں والا رویہ اختیار کر گیا تھا۔

اس نے خود کو محدود کر لیا تھا۔پورا دن آفس وہاں سے آنے کے بعد آفس کے کاموں میں الجھا رہتا اور اگر کبھی فارغ ہوتا بھی تو سارا وقت شمامہ کے ساتھ باتوں میں بتا دیتا یا اسکے ساتھ کہیں باہر چلا جاتا۔طلسہ تو جیسے اب اسکی زندگی میں ہی نہیں تھی۔وہ اس قدر شدید قسم کے نظر انداز کیے جانے پر ہل کر رہ گئی۔شمامہ کے ساتھ اسکی اچھی بول چال تھی لیکن بازل اور اسکی بڑھتی بے تکلفی نے اسکے دل میں شمامہ کیلئے بیر پیدا کر دیا تھا۔وہ ان دونوں کے ایک ایک فعل کو نوٹ کرتی اور اندر ہی اندر کڑھتی رہتی۔طلسہ امام تو جیسے بازل تہمان کی زندگی میں بہت پیچھے رہ گئی تھی یا وہ تو کبھی تھی ہی نہیں۔وہ ایک ہفتہ طلسہ نے کیسے گزارا یہ وہ ہی جانتی تھی۔اسے لگنے لگا تھا جیسے بازل تہمان اس سے بیزار ہو گیا ہے اور یہ احساس اب اس کیلئے بہت تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا۔

****

"ایکسکیوز می میم۔" دروازہ ناک ہونے کے ساتھ ہی سینڈی کی آواز آئی تھی۔ طلسہ کے "یس" کہنے پر وہ اندر داخل ہو کر بولی۔

"میم، وہ ہابی میم کی کال آئی تھی وہ ائیر پورٹ پر ہیں اور صوفی ضد کر رہی ہے کہ آپ انہیں پک کرنے آئیں اگر آپ جانا چاہتی ہیں تو سر نیچے آپکا ویٹ کر رہے ہیں۔" سینڈی نے بنار کے بازل تہمان کا پیغام اس تک پہنچایا تھا۔

"کیا ہابی واپس آ گئی ہیں؟" طلسہ خوشی میں بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یس میم۔" اس نے تصدیق کی۔

"ٹھیک ہے میں بس پانچ منٹ میں آئی۔" طلسہ کی آواز میں خوشی کی رمق تھی۔

سینڈی نے نیچے لاؤنج میں موجود بازل تہمان کو طلسہ کے آنے کی اطلاع دی جسے سن کر وہ صوفے پر بیٹھی شامہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہابی ہمارا ویٹ کر رہی ہیں تم بھی جاؤ اور جلدی سے ریڈی ہو کر آؤ۔" وہ شامہ کو پب جی میں مصروف دیکھ کر بولا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں نہیں جارہی ہوں۔" وہ ہنوز موبائل پر نظریں جمائے ہوئے بولی۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" بازل اسکے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے سر میں درد ہے۔" شامہ نے جھٹ سے جھوٹ بولا جسے بازل نے پکڑ لیا۔

"یہ تم مجھ سے جھوٹ کب سے بولنے لگی ہو؟" وہ اسکے جھوٹ کو بھانپتے ہوئے بولا۔ شامہ نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر سے گیم کی طرف متوجہ ہو گئی۔

بازل نے اسکے ہاتھ سے موبائل کھینچ کر بند کیا اور کہا۔

"تم سے بات کر رہا ہوں دیواروں سے نہیں اور خبردار اگر رونی صورت بنائی تو ہر وقت سیل فون میں مت گھسی رہا کرو۔" شامہ نے صبر کا گھونٹ بھرا اور بولی۔

"دیکھو بازل میں تم دونوں کے ساتھ جا کر کباب میں ہڈی بننا پسند نہیں کرتی۔"

اس نے صاف گوئی سے کہا جبکہ دل کر رہا تھا کہ بازل کا سر پھاڑ دے صرف وہی ہمت رکھ سکتا تھا اسکی پب جی کو درمیان میں بند کرنے کی۔

"کون سا کباب اور کونسی ہڈی؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"تم جانتے ہو کونسا کباب اور ہڈی۔" وہ بازل کی طرف دیکھ کر ذو معنی لہجے میں بولی۔

"فضول باتیں بس تم سے کروالو، بیچارہ عبد کیسے برداشت کرتا ہوگا تمہیں۔" وہ جیسے اسکی بات سمجھ گیا تھا۔ چڑ کر بولا۔

"اور بائی داوے کباب میں ہڈی نہیں ہوتی فار یور کائنڈ انفارمیشن۔"

"تو چلو میں کباب میں مرچی نہیں بننا چاہتی۔" شامہ نے کندھے اچکائے۔

"تم اپنی کیوٹ سی وائف کے ساتھ بیس منٹ کی لانگ رومینٹک ڈرائیو انجوائے کرو میں تو چلی سونے۔"

وہ یہ کہہ کر اسکے ہاتھ سے اپنا فون چھین کر چلی گئی۔ بازل نے نفی میں گردن کو ہلایا۔

تھوڑی دیر میں طلسہ نیچے آئی تھی۔ بازل نے اسے سر تا پا دیکھا۔ زرد رنگ کی

شفعون فراک میں وہ بہت سادہ اور پیاری لگ رہی تھی۔ بالوں کا اسنے سائیڈ جوڑا بنایا ہوا تھا۔ اور چہرہ نیچرل میک اپ سے سجا تھا۔ بازل نے گھڑی میں وقت دیکھا اور باہر کی اور قدم بڑھا دیئے۔ طلسہ بھی اسکے پیچھے تھی۔ اس سے پہلے وہ گاڑی کا بیک ڈور کھولتی بازل نے اس کیلیئے فرنٹ ڈور کھول دیا۔ وہ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ بازل نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ ہنوئی کی خوبصورت سڑکوں پر انکی گاڑی دوڑ رہی تھی۔ روح کو معطر کر دینے والی خوشگوار ہوا ہر سو چل رہی تھی۔ موسم گرما کا اختتام تھا تبھی ہوا میں خنکی محسوس ہو رہی تھی۔ بازل تیمان نے گاڑی کے شیشے فولڈ کیئے ہوئے تھے تبھی یہ ٹھنڈی میٹھی نرم و گداز ہوا اٹھکیلیاں کرتی ہوئی طلسہ کو چھو رہی تھی۔

طلسہ کی کیفیت آج بھی عجیب ہو رہی تھی۔ پہلی دفع ایسے نارمل حالات میں بازل کے ساتھ تنہا سفر کرنا بہت انوکھا اور خوشگوار لگ رہا تھا۔ ماحول میں بھی خوشگواریت چھائی ہوئی تھی۔ سیاہ آسمان پر پورا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمچما

رہا تھا۔ کبھی کبھی کچھ سر مئی بادل اس پر چھا جاتے لیکن بادلوں کی پتلی تہہ میں سے نظر آتی چاند کی شبیہہ اور بھی بہت خوبصورت لگتی تھی۔ چاند کے اس خوبصورت کھیل کو بہت محویت سے دیکھتے ہوئے طلسہ کی آنکھیں بھی چاند کی طرح ہی چمک رہی تھیں۔ جب اچانک ہی طلسہ کی سماعت سے ایک خوبصورت اسکے خیالات کی عکاسی کرتی آواز ٹکرائی اور پوری گاڑی میں گونجنے لگی۔

"بادلوں کی اوٹ میں دیکھو کیسے چاند چمکتا۔۔ شرمائے۔۔۔ مسکرائے۔"

آواز کے ساتھ ہی طلسہ چونکی تھی۔ گانے کی آواز پوری گاڑی میں گونج رہی تھی۔

"میرے سنگ قدم قدم تو چلتا ہی جائے۔"

ان الفاظ کے ساتھ طلسہ کو اپنے ساتھ بیٹھے بازل تہمان کا خیال آیا اور خود بخود ایک دھیمی سی مسکان اسکے لبوں پر پھیل گئی۔

"مسکرائے۔۔۔ من میرا یہ کہے۔"

طلسہ پوری طرح ان الفاظ کے حصار میں جکڑ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"رب سے تو مانگ لاؤں، ہو بہو مانگ لاؤں۔"

ان الفاظ کو سنتے ہی طلسہ کی نگاہیں ونڈ سکرین سے گزر کر اسٹیرنگ پہ جمے بازل تہمان کے ہاتھوں سے ہوتی ہوئی اسکے چہرے پر ٹک گئی تھیں۔

"پڑھ لیا ہے میں نے عشق دا کلمہ۔"

وہ بازل تہمان کو دیکھے گئی اور ایک آواز اسے سنائی دی۔"میرا خود پر اختیار نہیں، میں نہیں روک سکتا خود کو تمہیں دیکھنے سے، جب تمہیں محبت ہو گی نا تو سمجھ جاؤ گی۔" اور وہ سمجھ رہی تھی۔

"تیرے بنا جینا نہیں وے سونڑیا، تیرے رنگ رنگی گئی وے سونڑیا۔"

وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس سمے وہ طلسہ کو بہت اپنا اپنا لگ رہا تھا۔ اپنے دل کے بہت قریب۔ اس پل وہ واقعی بالکل بھی اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ وہ بازل تہمان کو مسلسل دیکھ رہی ہے یہ بات شاید وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ ورنہ یقیناً ایسی کسی حرکت کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"عشق سنگ لگی، میں رنگ وچ رنگی، یہ دل تجھے رب سے ہی منگدا۔"

یہ گانے کے الفاظ کا اثر تھا کہ ماحول کا کہ طلسہ سب کچھ بھلائے یک ٹک بازل تہمان کو ہی دیکھے جا رہی تھی اور اسے احساس تک نہ ہوا۔

بازل تہمان جو بہت دیر سے طلسہ کی خود پر جمی نظروں کے حصار میں مسکراہٹ دبائے محظوظ سا بیٹھا تھا یکدم گردن موڑ کر طلسہ کی جانب دیکھا۔ بازل تہمان کے اسطرح اچانک دیکھنے پر طلسہ کے گرد پھیلا طلسم ٹوٹا اور وہ بوکھلا گئی۔ بے پناہ چمک اور ہونٹوں میں مسکراہٹ دبائے بازل تہمان نے طلسہ پر سے نظریں ہٹائیں اور دوبارہ سامنے دیکھنے لگا۔

اپنی اتنی بے اختیاری پر طلسہ شدید شرمندہ ہوئی تھی۔ اسے شدید سبکی نے آن گھیرا۔ ہمت کر کے اس نے بازل کو دیکھا جو اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے مسکراہٹ قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ طلسہ پر گھڑوں پانی گرا۔ اس نے شدت سے اپنے دل کو ڈپٹا۔ ہابی کے گلے لگتے ہوئے اس نے بازل سے فاصلہ رکھنے

کا سوچا تھا اور اس سوچ کو اپنے دل میں پختہ کیا کہ بازل اس سے بیزار ہو کر شامہ میں انٹرسٹ لینے لگا ہے۔ وہ اسے اگنور کر رہا ہے اور وہ اسکے والدین کیلئے رسوائی کا سبب بنا تھا۔

ہاں بازل تیمان سے اسے نفرت کرنی ہے۔

ہاں اس نے بازل کو کبھی معاف نہیں کرنا۔

ہاں وہ ایک دن اسے چھوڑ جائے گی۔

****

تقریباً ڈھائی کے قریب کا وقت تھا جب وہ پانی کی غرض سے نیچے آئی تھی۔ ابھی وہ جگ کو بھر ہی رہی تھی کہ اسے پورچ میں گاڑی کے رکنے کی آواز آئی۔

"اس ٹائم کون ہو سکتا ہے؟" اس نے سوچتے ہوئے جگ میں پانی بھرا۔ اتنی دیر میں اسے لاؤنج کا دروازہ کھلنے اور پھر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جگ بھر کر کچن کی لائٹس آف کرنے کے بعد وہ باہر آئی۔ صوفے پر نیم دراز انداز میں بازل

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کو بیٹھے دیکھ رک گئی۔

"بازل۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ پھر سوچنے لگی کہ جا کر پوچھوں یا نہیں۔ سرونٹس بھی سارے کوارٹر چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وہ جگ سائیڈ پر رکھتے ہوئے صوفے کی پشت سے گھوم کر اسکے سامنے آگئی۔ سر صوفے کی پشت سے لگائے آنکھیں موندے وہ ایک ہاتھ سے مسلسل اپنے سر کو دبا رہا تھا۔طلسہ نے غور سے اسے دیکھا۔وہ اچھا خاصا کمزور اور بیمار لگ رہا تھا۔اس کے چہرے کا رنگ بھی مرجھایا ہوا تھا۔طلسہ کو اسکی یہ حالت بالکل اچھی نہیں لگی۔

"آپ کو کچھ چاہیے؟" بہت سکت سے اس نے پوچھا تھا۔کہیں بازل کی بے رخی کا غم تھا تو کہیں اپنے رویوں کا پچھتاوا۔ بازل نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور بولا۔

"ایک کپ کافی۔" چہرے کے ساتھ ساتھ اسکی آواز میں بھی تھکان تھی۔طلسہ اسکے چہرے سے نظریں ہٹا کر کچن میں آئی۔

"بازل کو کیا ہوا ہے اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں؟" مگ میں کافی پھینٹتے ہوئے

وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"شامہ تو شاید ان کے ساتھ ہی گئی تھی پھر وہ کیوں نہیں آئی؟ یا پھر وہ آگئی ہے میں نے دیکھا نہیں۔"

کچن کی لائٹس آف کر کے وہ کافی کا مگ تھامے لاؤنج میں آئی تھی لیکن وہ خالی تھا۔ اس نے نظریں اوپر بازل کے کمرے کی طرف دوڑائیں، اسکے کمرے کے ساتھ موجود کمرے کی لائٹس آن تھیں۔ طلسہ نے ایک نظر دھواں اڑاتے کافی کے مگ کو دیکھا پھر گہرا سانس بھرتے ہوئے وہ لاؤنج سے اوپر جاتی سیڑھیوں پر چڑھنے لگی۔ بازل کے کمرے کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ وہ کبھی اپنے کمرے کا دروازہ کھلا نہیں چھوڑتا تھا لیکن شاید وہ آج اسے بند کرنا بھول گیا تھا۔ طلسہ نے اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے دروازہ ہلکا سا ناک کیا۔ کوئی جواب نہ پا کر اسنے اپنی تمام تر ہمتیں مجتمع کر کے کمرے کی حدود میں جھانکا۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ ساتھ ساتھ ابھی تک ایک ہاتھ سے سر بھی دبا رہا تھا۔ کوٹ اتار کر بیڈ پر ہی

پھینکا ہوا تھا جبکہ ویسٹ کوٹ اور شوز پہنے ہوئے تھے۔ طلسہ نے دوبارہ دروازہ ناک کیا لیکن بازل نے کوئی جواب نہیں دیا۔اس نے امید سے نیچے جھانکا کہ شاید کوئی آگیا ہو لیکن ناکام رہی۔ کافی ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ بہت ہمت کر کے وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بیڈ کے قریب رک کر کھڑی ہو گئی۔

"بہ۔۔۔بازل۔" بہت جھجھک کر اس نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"ہوں۔" وہ اچانک سے چونک گیا تھا۔

"آپکی کافی۔" طلسہ نے کافی کا مگ اسکی طرف بڑھایا۔ بازل نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے پہلے طلسہ کو دیکھا پھر کافی کے مگ کو پھر وہ سیدھا ہوا اور اسکے ہاتھ سے کافی کا مگ تھام لیا۔

"پین کلر دوں۔" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"لے لی ہے۔" وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے بولا۔ طلسہ نے ایک بار پھر اسکے چہرے پر نظریں ڈالیں۔ نہایت تھکا ہوا مرجھایا ہوا چہرہ، سرخ بھاری پن اور تھکن سے بند

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوتی آنکھیں جیسے انہیں کافی دنوں کی نینداور آرام سے محروم رکھا گیا ہو۔اسکے چہرے سے نظر ہٹاتی وہ دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔

"طلسہ۔" تھکن سے بھرپور آواز نے اسکے قدموں کو جامد کر دیا۔آج کتنے دنوں بعد بازل نے اسے اسکے نام سے پکارا تھا۔یکدم طلسہ کا دل بھر آیا۔پھر خود پر قابو پا کر اسنے مڑ کر بازل کی جانب دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تھوڑی دیر بیٹھو گی میرے پاس؟" طلسہ وہاں سے جانا چاہ رہی تھی مگر بازل کے التجائیہ کلمات نے اسے جانے سے روک دیا۔جھجک کو بالائے طاق رکھ کر وہ اسکی دائیں سائیڈ پر بیڈ کے قریب کرسی رکھ کر بیٹھ گئی۔بہت معمولی سی مسکراہٹ کے ساتھ بازل نے اسے دیکھا تھا۔

"کافی اچھی ہے۔" کمرے میں موجود سکوت کو توڑتے ہوئے بازل نے کہا تھا۔

طلسہ اپنے دونوں ہاتھ گود میں رکھے نظریں ان پر جمائے بیٹھی تھی۔بازل نے ایک ہاتھ سے کنپٹی کو مسلا اور طلسہ کو دیکھنے لگا۔

"آپ کے سر میں درد ہے؟" وہ اٹکتے اٹکتے پوچھ رہی تھی۔کافی کا سپ لیتے بازل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں دبا دوں۔" بہت ہی آہستگی سے اس نے کہا اسکے نزدیک شاید ہی بازل نے سنا ہو۔

"طلسہ اپنے گھر جانا چاہو گی؟" اس نے کافی کے مگ پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں آپ بھجیں گے مجھے؟" اچانک طلسہ کی آواز میں جوش پیدا ہو گیا تھا۔اسکا اسطرح کا بے اختیار پن دیکھ کر نہ جانے کیوں بازل شرمندہ سا ہو گیا۔

"تم جانا چاہتی ہو؟" بازل نے اسکے تڑپتے چہرے کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں! پھر آپ بھجیں گے نا۔" اپنوں سے ملنے کی تڑپ اسکے لہجے میں آن بسی تھی۔

"ہوں۔" بازل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کب؟" طلسہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

"بہت جلد۔" کافی کے خالی مگ کو دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔ پھر مگ سائیڈ پر رکھ دیا۔

تھوڑا سا بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو کر طلسہ کو دیکھنے لگا جسکی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔

"طلسہ میں تمہیں کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ تم وہ انسان ہو جو مجھے مجھ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ ہابی سے میں بہت محبت کرتا ہوں اور صوفی میں تو جان ہے میری۔"

ایک آنسو ٹپ سے طلسہ کے ہاتھ پر گرا تھا۔ پرانے زخم پھر سے ادھڑنے لگے تھے۔

"صوفی میں تو تمہاری بھی جان ہے نا طلسہ، پھر تم کیسے اس معصوم بچی کے بارے میں اتنا غلط بول سکتی ہو۔" اس کا اشارہ شو والی رات کی طرف تھا۔ طلسہ کا سر جھکا تھا۔ اسکے گال بھیگ رہے تھے۔

"میں جانتا ہوں تمہارا گنہگار ہوں۔ بہت زیادتی کی ہے میں نے تمہارے ساتھ۔ بہت دکھ دیئے ہیں تمہیں۔ تم پر ہاتھ اٹھا کر میں نے نا صرف تمہیں بلکہ خود کو بھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رسوا کیا ہے۔ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ جسکا خامیازہ میں تمام عمر بھگتوں گا اور جسکا پچھتاوا روح نکلنے کے ساتھ ہی ختم ہو گا۔"

وہ رکا۔

"مگر میں تمہیں اتنا یقین دلاتا ہوں کہ اب تمہیں میری طرف سے کوئی دکھ نہیں ملے گا۔ اب تم اس جہنم میں نہیں رہو گی، طلسہ تمہیں تمہاری جنت ملے گی وہ جنت جس میں تمہیں رہنے کی خواہش ہے جہاں تم مکمل طور پر آزاد ہو گی اور وہ تمام محبتیں تمہیں ملیں گی جو تم سے چھن گئی تھیں۔"

انگوٹھے سے کارپٹ کو کھرچتے ہوئے وہ بولی۔

"ایم سوری۔" بہت مشکل سے اسکے لب ہلے تھے۔ ندامت کے بوجھ میں اسکی آواز دب کر رہ گئی تھی۔ بازل نے اسکی جھکی آنکھیں دیکھیں جن سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"طلسہ۔" وہ اسکی پکار پر ایک بار پھر سے رکی پر اس بار مڑ کر نہیں دیکھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میرا سر نہیں دباؤ گی۔" اسکے ادائیگی کلمات پر وہ حیرت سے مڑی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اسکے نہایت آہستگی سے کہے گئے الفاظات کو بازل نے سن لیا تھا۔ وہ ہولے سے آگے بڑھی اور اسکا سر دبانے لگی۔ طلسہ کے ہاتھ کا لمس محسوس کر کے وہ مسکرایا تھا۔ بہت دھیمی مسکراہٹ تھی اسکی۔

"میں تمہیں بہت جلد بھیج دونگا۔"

****

بازل نے تو کہا تھا کہ وہ اسے بھیج دیگا لیکن ایسے بھیجے گا اسے یقین نہیں تھا۔ ماضی نے حال میں پناہ لی اور طلسہ کو ترحم سے دیکھا جو بے حس و حرکت بیٹھی ماتم کناں تھی۔ رات کے پردے آہستہ آہستہ سمٹے تھے۔ صبح کی روشنی دن کو تو روشن کر گئی تھی لیکن طلسہ کے اندر موجود سیاہ رات ویسی کی ویسی ہی تھی۔ گہری تاریک و سیاہ۔ بے مقصد ہی وہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔ کسی بھی سوچ سے دور وہ خالی ذہن کے ساتھ ساکت بیٹھی تھی۔ اسکے آنسو تو رک گئے تھے لیکن دل ہنوز رو رہا

تھا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔رات بھی تم نے دروازہ لاک کر لیا تھا۔اتنے دن سے بات کرنا چاہ رہی ہوں مگر تم ہو کہ ہمیشہ ٹال دیتے ہو۔" بازل نیچے آیا تھا جب اسے دیکھتے ہی ہابی اس پر چڑھ دوڑیں۔

"آپ مجھسے کیا بات کرنا چاہتی ہیں ہابی؟" بے پناہ بے زاریت اسے کے چہرے سے عیاں تھی۔وہ مزید بولا۔

"میں پہلے ہی بہت کچھ سن چکا ہوں۔مزید سننے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔خدارا بخش دیں آپ لوگ مجھے۔"

بازل کے رویے پر ہابی اپ سیٹ ہوئی تھیں۔اس سے اس رویے کی امید نہیں تھی انہیں۔

"میں تم سے تمہاری ہی بات کرنا چاہ رہی ہوں۔ تمہیں سمجھانا چاہ رہی ہوں کہ جو تم کر رہے ہو وہ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔اس سے نہ صرف تم بلکہ ہم سب بھی متاثر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہونگے۔ پلیز خود کو سزا مت دو۔"

بولتے بولتے ہابی کی نظریں لاؤنج میں داخل ہوتی ہستی پر پڑیں۔

"کون ہیں یہ ؟"ہابی نے فوراً بازل سے پوچھا۔ان کی حسیں الارم دینے لگی تھیں۔

"آپ۔" بازل نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

"ہاں میں،امام جہانزیب۔ حیرانی تو نہیں ہونی چاہیے تھی تمہیں، بتایا تو تھا کہ اپنی بیٹی کو تمہارے چنگل سے چھڑوانے کیلئے آرہاہوں۔" وہ بازل کے مقابل آکر اسے قہرآلود نگاہوں سے دیکھ کر غرارہے تھے۔ہابی کبھی امام جہانزیب تو کبھی بازل کو دیکھ رہی تھیں۔

"آپ بیٹھے۔کیالیں گے آپ کافی۔" بازل نے سنجیدگی سے کہا۔

"زہر پی لوں گا مگر تمہارے گھر کے پانی کا گھونٹ تک نہیں لونگا۔ حرام ہے میرے لئے۔" وہ حقارت سے اسکی بات کاٹتے ہوئے دھاڑے تھے۔

طلسہ کو نا جانے کیوں نیچے سے آتی آوازوں میں اپنے پاپا کا گمان ہو رہا تھا۔اسے ایسا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لگ رہا تھا جیسے اسکے پاپا نیچے موجود ہوں۔ وہ انگلیاں مروڑتی دروازے تک آئی تھی۔

"آپ بیٹھیں تو سہی، ہم بلاتے ہیں طلسہ کو۔" ہابی نے انکے چہرے پر چھائی ناگواری کو دیکھتے ہوئے تحمل سے کہا تھا۔ جبکہ اس وقت وہ بازل پر تپی ہوئی تھیں۔

ہابی کی بات کو انہوں نے نظرانداز کیا اور اس شاندار محل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اور کتنی لڑکیاں رکھی ہوئی ہیں تم نے یہاں؟"

ان کے سوال میں چھپے زہریلے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے بازل نے کہا۔

"ابھی تک تو صرف وہی ہے میری دسترس میں۔"

"میں۔۔۔طلسہ کو۔۔۔بلاتا ہوں۔"

لاؤنج میں آتی صوفی اور شامہ کو دیکھ کر اس نے فوراً سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انکے سامنے کوئی تماشہ ہو۔

"شامہ! صوفی کو لیکر اندر جاؤ۔" اس نے سیڑھیوں پر قدم جماتے ہوئے شامہ سے

کہا تھا جو بازل، اسکے پیچھے آتی ہابی، اور اس سوبر سے آدمی کو دیکھ رہی تھی جن کی شکل طلسہ سے کافی حد تک ملتی تھی یا یوں کہا جائے طلسہ ان سے کافی حد تک ملتی تھی۔

"بابا یہ کون ہیں؟"

صوفی کے پوچھنے پر امام جہانزیب تلملا گئے۔

" گھٹیا انسان! ایک بیٹی کے ہوتے ہوئے تم نے میری بیٹی کو اٹھایا۔ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے میری بیٹی کی زندگی برباد کرتے ہوئے تمہیں زرا شرم نہیں آئی۔"

یکدم اپنے پاپا کی آواز سنتے ہوئے وہ گرل کے پاس آئی تھی۔

"بیوی نہیں ہیں یہ، بہن ہیں میری۔"

پہلی بار امام جہانزیب کے جملے اسے طیش دلا گئے تھے۔ اونچی آواز میں بول پڑا۔

بازل کو اسطرح دیکھ کر صوفی سہم گئی تھی۔

"شامہ! صوفی کو لیکر جاؤ۔" ہابی کے کہنے پر شامہ فوراً صوفی کو لے گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

طلسہ نے نیچے جھانکا۔اگلے ہی پل اسکی آنکھوں سے سیلاب بہنے لگا تھا۔حیرت و کپکپاہٹ اس کے پورے وجود پر طاری ہونے لگی تھی۔آج پورے ایک سال اور گیارہ ماہ بعد وہ اپنے پاپا کو دیکھ رہی تھی۔وہ پاپا جو بچپن سے لیکر جوانی تک اس کیلیئے سایہ دار بادل بنے رہے تھے۔جنہوں نے ہمیشہ اسے اپنی محبت کی آغوش میں سموئے رکھا تھا تاکہ دنیا کی دھوپ انکی بیٹی کو جھلسا نہ دے۔

ہونٹوں پر ہاتھ رکھے وہ روتے ہوئے اپنے پاپا کو دیکھ رہی تھی۔

"پاپا۔"فرط جذبات سے چیختی وہ سیڑھیوں کی جانب بھاگی تھی۔بازل کے اٹھتے قدم تھمے تھے۔طلسہ اسکے پاس سے گزرتی بھاگتی ہوئی اپنے پاپا کے گلے لگ گئی۔

بازل نے مڑ کر اسے دیکھا۔امام جہانزیب کے گلے لگی وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔وہ بھی نم آلود آنکھوں سے اسکی پیٹھ سہلا رہے تھے کب کی فراق اب جا کر ختم ہوئی تھی۔باپ کی ٹھنڈی چھایا کہ نیچے اب وہ پھر سے آگئی تھی۔بیٹی کی جدائی میں ترسی آنکھیں اب سیراب ہوئی تھیں۔

"میری بیٹی میرے ساتھ چلے گی نا؟"

انہوں نے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے امید بھری آواز سے پوچھا تھا۔ بازل تہمان دم سادھے طلسہ کو دیکھ رہا تھا۔ طلسہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ہابی آگے بڑھنے لگی تھیں مگر بازل نے انکا ہاتھ تھام کر روک دیا۔ اس کے ہاتھوں کی لرزش کو ہابی نے واضح محسوس کیا تھا۔ آنکھوں میں آنسو لئے انہوں نے اپنے بھائی کو دیکھا جو بت بنا ان دونوں پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔

"چلو۔" امام جہانزیب نے اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے کہا تھا۔

سارے عالم میں خاموشی چھا گئی تھی۔ جیسے ساری دنیا خالی ہو گئی ہو اور کچھ باقی نہ بچا ہو۔ طلسہ امام جہانزیب کے ساتھ مڑ گئی تھی۔ ان دونوں کے قدم لاؤنج کے دروازے کی سمت تھے۔

"دھک دھک۔" بازل تہمان کا دل زور و شور سے ایڑھیاں رگڑنے لگا۔ وہ دونوں دروازے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ بازل کی ریڈش براؤن آنکھیں سرخ جھیل کا

منظر پیش کرنے لگی تھیں جسے اس نے گہرا سانس بھر کر تپتے سرخ بنجر صحرا میں بدل دیا تھا۔

وہ ہنوز پلک جھپکائے بنا انہیں دیکھا جا رہا تھا۔طلسہ نے اپنے پاپا کے ساتھ قدم باہر رکھ دیا۔

"تمہاری آنکھوں کے سامنے جاؤنگی اور تم کچھ نہیں کر پاؤ گے۔"

طلسہ کے کبھی کے کہے جملے اسکی سماعت جلانے لگے تھے۔وہ دونوں چلے گئے۔

لاؤنج کا دروازہ بند ہو گیا۔طلسہ مکمل طور پر اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

جب تم تھے میری شام میں تھا صبح کا عالم
تم جب سے گئے شام جھلکتی ہے سحر میں

اس نے ہابی کا ہاتھ چھوڑا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"بازل! رکو۔" ہابی اسکے پیچھے بھاگی تھیں مگر تب تک وہ دروازہ لاک کر چکا تھا۔

****

آج خان اور رابیل کے ولیمے کا فنکشن تھا۔کبیر انٹرینس پر کھڑا مہمانوں کو ویلکم کر رہا تھا۔اس کی نظریں ایک ہی شخص کی منتظر تھیں جن کا اب جا کر انتظار ختم ہوا تھا۔ہاتھوں میں سفید بکے پکڑے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ سجائے وہ بڑی وقار و وجاہت کے ساتھ اس کے پاس آیا تھا۔

"السلام علیکم۔" گرمجوشی سے سلامتی بھیجی گئی۔

"وعلیکم اسلام مسٹر بازل تھمان! کیسے ہیں آپ؟" کبیر نے سلام کا جواب دے کر نہایت اشتیاق سے اسے دیکھتے ہوئے پرتپاک لہجے میں پوچھا۔

"آپ کی آمد ہمارے لیے بہت خوشی کا باعث ہے تھینکس فار کمنگ۔" اس نے خوشی سے کہا تھا۔

"ارے آپ تو مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔" بازل نے عاجزی سے کہا تو کبیر اس سے واقعی متاثر ہو گیا۔

"میں نے جتنا آپ کے بارے میں سنا تھا سوچا تھا اب تو اس سے بھی بڑھ کر اچھے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انسان ہیں۔آپ کی قسمت واقعی اتنی اچھی ہونی چاہیے تھی جتنی ہے۔آپ واقعی

سب لوگوں کا پیار اور محبت ڈیزرو کرتے ہیں۔"

کبیر نے بریا کو سوچ کر خلوص دل سے کہا تھا جبکہ لوگوں کے پیار اور محبت کا سن کر

بازل کے چہرے پر ایک سایا بھر کر معدوم ہوا تھا۔

"تھینکس۔"بہت ہی دھیمے سے کہتے ہوئے اس کی نظریں اسٹیج کی جانب اٹھیں

اور وہی منجمند ہو کر رہ گئیں۔

مسکراتا ہوا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے تھا وہ چہرہ جسے کبھی دوبارہ نہ دیکھنے کا اسے

یقین سا ہو چلا تھا۔

"ی۔۔۔یہ۔"ٹوٹے سے الفاظ بازل کے منہ سے نکلے تھے۔کبیر نے اس کی

نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔رابیل کی کسی بات پر مسکراتی ہوئی بریا اس کی

نگاہوں کے سامنے تھی۔اس نے واپس نگاہوں کا رخ بازل کی جانب کیا جو ایسے

بت بنا کھڑا تھا جیسے کبھی دوبارہ نہیں ملے گا۔

"مسٹر بازل تہمان!" کبیر نے اسے پکارا مگر وہ ایسے کھڑا رہا جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو۔

"مسٹر بازل تہمان!" اس بار اس نے اس کا بازو ہلایا تھا وہ یکدم ہڑ بڑا گیا۔

"ہوں۔۔۔ہوں کیا ہوا؟"

"آپ کو کیا ہوا مسٹر بازل تہمان! ایسے کیا دیکھ رہے تھے؟" پھر اس نے جان بوجھ کر بریا کی جانب دیکھا۔

"شی از بریا میری ہونے والی وائف۔" اس نے "وائف" پر جان بوجھ کر زور دیا۔

بازل کا چہرہ یکدم تاریک پڑا۔اس نے حیران کن سوالیہ نظروں سے ڈوبتے دل کے ساتھ کبیر کی جانب دیکھا تھا۔

"آر یو شیور؟" بازل نے بہت مشکل سے آواز کو مضبوط بنا کر پوچھا تھا لیکن اس کا کھوکھلا پن واضح محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"یس آفکورس، شی از بریا مائی فیانسی۔" کبیر نے پر اعتماد انداز میں کہا۔"آپ کیوں

پوچھ رہے ہیں؟"

بازل نفی میں سر ہلا کر پھیکا سا مسکرایا تھا پھر گہرہ سانس لیکر اسے مبارکباد دی۔

"Congratulations"

اس نے کبیر کی جانب دوبارہ ہاتھ بڑھایا۔کبیر نے فوراًاس کا ہاتھ تھامااور گرمجوشی سے بولا۔

"تھینک یو ویری مچ۔آپ کو میری شادی میں ضرور آنا ہوگا۔"

"جی میں ضرور آؤں گا۔"

****

www.novelsclubb.com

کل سے اسکا دل بہت عجیب کیفیت کا شکار ہو رہا تھا۔کبھی خوشی و سکون محسوس ہوتا تو کبھی بے چینی واضطراب۔

کل ریسیپشن پارٹی میں اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ بازل تھمان کی نظروں کے حصار میں ہے لیکن دیکھنے پر وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔اسکا دل بری طرح

دھڑک رہا تھا۔ بہت بے چینی ہو رہی تھی اسے۔ کمرے کی کھڑکی میں کھڑی بریا آسمان پر اڑتے آزاد پرندوں کو دیکھ رہی تھی جو اپنے اپنے آشیانوں کی جانب شام ڈھلے ہی جا رہے تھے۔ کرب بھری مسکراہٹ لبوں پر پھیلائے وہ نم ہوتی آنکھوں سے ان پرندوں کو دیکھ رہی تھی جو کتنی آزادی سے اڑتے ہوئے اپنے آشیانوں کی جانب رواں دواں تھے، محبت سے بھرے آشیانوں کی جانب۔

اس نے انگلیوں کے پوروں سے آنکھوں کی نمی کو صاف کیا۔

"جانے میں کب اپنے آشیانے جاؤں گی۔ محبت و سکون سے بھرے آشیانے میں جا بھی پاؤں گی یا نہیں۔" اس کے لہجے میں حسرت تھی۔

"جانے کیوں مجھے یقین کامل ہے کہ ایسا ہو گا۔ جانے کیوں ایسا لگتا ہے کہ ایک بار تو اپنی زندگی میں، میں تم سے ملوں گی۔ ضرور ملوں گی۔"

ان ہی سوچوں کے درمیان یکدم ہوا کا جھونکا آیا اور اسکے بال اڑا گیا۔ اس نے طمانیت سے آنکھیں موند لیں۔

"بازل۔" اس نے بہت احترام کے ساتھ اسکا نام ادا کیا۔ اسے بازل تیمان کے ہونے کا احساس ہونے لگا تھا۔

"کیا تم یہاں ہو بازل؟ یا یہ میرے دل کا وہم ہے۔" بند آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"یااللہ" اس نے التجائی نظروں سے آسمان کی جانب دیکھا۔

"پلیز مجھے بازل تیمان سے ملوادیں، پلیز اسے میرے پاس یا مجھے اسکے پاس بھیج دیں۔ پلیز اللہ پاک۔"

گیلی آنکھیں آسمان پر گاڑے وہ صدق دل سے دعا مانگ رہی تھی۔ وہ دعا جس نے قبولیت کے درجات کو عبور کر کے اسکی زندگی میں آنے ولی خوشیوں پر جھوم کر دھمال ڈالا تھا اور پورے عالم کو بتایا تھا کہ

سچا اور پاکیزہ انتظار کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔

****

وہ بمشکل دس منٹ وہاں رکا تھا۔ منتشر سوچوں کو ذہن سے جھٹکنے کے لئے اس نے

بہت سارا وقت باہر گزارا مگر ناکام رہا۔ دیر رات جب وہ واپس ہوٹل اپنے کمرے میں داخل ہوا تو بہت زیادہ تھکا ہوا تھا۔ وہ بہت ڈسٹرب لگ رہا تھا۔ کوٹ اور ویسٹ کوٹ اس نے آتے ہی اتار پھینکا تھا جبکہ ٹائی ڈھیلی کر کے ایسے ہی لٹکے رہنے دی۔ صوفے پر بیٹھ کر اس نے اپنے جیل سے جمے بالوں میں ہاتھ پھنسا لیے۔ اس کے پورے وجود میں ہی بے چینی و اضطراب پھیلا ہوا تھا کسی صورت اسے چین نہیں آ رہا تھا۔

آج اتنے عرصے بعد اس نے اسے دیکھا تھا جسے دیکھنے کی امید مر سی گئی تھی جسے دیکھنے کی اس نے کوشش کی تھی اور نہ ہی اس کے بارے میں جاننے کی, لیکن جب سے اسے دیکھا تھا اس کے بارے میں جانا تھا عجیب سے اضطراب اور وسوسوں نے اسے گھیر لیا تھا۔ بالوں کو جھٹکے سے چھوڑ کر اس نے موبائل اٹھا کر اپنے لائر سے بات کی تھی۔ بات کرنے کے بعد اس نے فون ٹیبل پر اچھالا اور صوفے کی پشت پر نیم دراز ہو گیا۔

ایک عجیب ساڈر تھا جو اس کے پورے وجود میں سرایت کر رہا تھا۔ سگریٹ جلا کر اس نے لمبا سا کش لیا۔ آنکھیں موندنے پر ایک چہرہ جھٹ سے مسکرایا تھا۔ سگریٹ پر سگریٹ سلگا کر اس نے پورے کمرے میں گھٹن بھری کثافت پیدا کر دی تھی۔ اس کا سر بہت دکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سے پیشانی کو مسلا۔

"میں دبا دوں؟" تصورات پھر سے شروع ہو چکے تھے۔

"یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہو گی۔"

اس نے پیشانی سے ہاتھ ہٹالیا تھا بہت نرم سا لمس اس کے ماتھے سے ٹکرایا۔ نرم و گداز ہاتھ اس کے درد کو ختم کر رہا تھا۔ اس ہاتھ کی گرمائش اس کے دماغ کو سکون پہنچا رہی تھی۔

"کیا تم نے مجھے واقعی چھوڑ دیا؟" اس کی مدھم سی سرگوشی ابھری۔

"کیا واقعی اتنا برا ہوں کہ پہلے اللہ مجھ سے ناراض ہوا اور اب تم۔"

پیشانی پر موجود ہاتھ کو پکڑ کر اس نے اپنے دل پر رکھ کر اس پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ

دیے تھے۔

"اتنی ناراض ہو مجھ سے کہ مجھ سے منسلک تمام رشتے ختم کر دیے تم نے۔ تم سن رہی ہو اس دل کی دھڑکن صرف تمہارے لیے واپس زندہ ہوئی ہے یہ۔"

اس کے آنکھیں تھکن سے بند ہونے لگی تھیں۔ وہ انسومنیا کا پیشنٹ بن گیا تھا۔ رات رات بھر جاگتا تھا لیکن اب اس پر نیند کا غلبہ ہونے لگا تھا۔ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا جب اس کا وجد بلندیوں پر پہنچتا تھا وہ یونہی اسے اپنے آس پاس پا کر ہر شے سے غافل ہو جاتا تھا۔

"دیکھو پلیز، مجھے چھوڑنا مت ورنہ اس بار میں واقعی مر جاؤں گا۔"

اس کے لب بہت بھاری ہو رہے تھے جن کی بڑبڑاہٹ وہ شاید خود بھی سن نہیں پا رہا تھا۔

تم نے صحیح کہا تھا، مجھے میرے کیے کی سزا ضرور ملے گی اور دیکھو مجھے مل رہی ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ نیند میں جاتے ہوئے مسکرایا۔

"میں تو اب یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میرے پاس واپس آجاؤ۔"

اس کا دماغ مکمل طور پر سن ہو گیا تھا۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت زائل ہو چکی تھی۔ نیند مکمل طور پر اس پر قابض ہو گئی تھی۔

****

جب وہ میٹنگ ہال میں داخل ہوئی تو کبیر، رامس اور خان کے علاوہ اور بھی چند لوگ وہاں موجود تھے۔ سب کو سلام کرتی وہ خان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ کبیر اور رامس اس کے سامنے والی سیٹ پر براجمان تھے۔

"تھینک گاڈ تم آگئی۔" اس کے بیٹھتے ہی خان نے کہا تھا۔

"انہیں تو آج آنا ہی تھا۔"

کبیر کی معنی خیز بات پر وہ ہولے سے مسکرا گئی۔ اس نے زیادہ غور کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"ویسے آپ لگ بہت پیاری رہی ہیں۔" رامس نے بھی اپنا حصہ ڈالا تھا۔

بریا نے سفید پاجامہ فراک پہنی تھی. جس پر ہلکے گلابی رنگ کے دھاگوں کا کام ہوا تھا۔ بالوں کا سائیڈ جوڑا بنائے وہ بہت معصوم دکھتی تھی۔ وہ ان لوگوں کی اس طرح کی گفتگو سے بیزار ہونے لگی۔ پاپا اور جبار اکبر کی بروقت آمد پر اس نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ ہال کھچا کھچ لوگوں سے بھرنے لگا۔ سب نے اپنی اپنی نشست سنبھال لی تھی۔ صرف ایک ہی کرسی خالی پڑی تھی۔ شاید آنے والا لیٹ تھا تبھی سب اپنی اپنی گفتگو میں مصروف تھے۔

وہ اپنے سامنے پڑے خالی پیپر پر غیر دماغی سے آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔ وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی موجود نہیں تھی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی جب کوئی میٹنگ ہال میں داخل ہوا۔ سب ہی اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جس نے سب کو آتے ہی سلام کیا تھا۔ سوائے بریا کے کیونکہ وہ تو اپنی دنیا میں ہی مگن تھی جبکہ اس کے پاپا آنے والے کو حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے جو ہلکی سی مسکراہٹ

لئے جبار اکبر کے پاس آیا تھا۔اس کے آتے ہی جبار اکبر اور کبیر دونوں کھڑے ہو گئے تھے۔

کبیر نے اپنی مسکراہٹ دبائے پہلے چہرہ جھکائی بریا کو دیکھا اور پھر حیران و پریشان سے اس کے پاپا کو۔اس نے ہی جبار اکبر کو منع کیا تھا انہیں کچھ بھی بتانے سے۔

"مسٹر بازل تھمان! کیسے ہیں آپ؟" جبار اکبر نے پرتپاک انداز میں پوچھا۔ بریا کے ہاتھ یکدم ساکن ہوئے تھے۔

"الحمدللہ ایم پرفیکٹلی فائن ناؤ۔"

آواز بریا کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔اس آواز کو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی اگر سات پردوں میں سے بھی یہ آواز آتی تو وہ پہچاننے میں قطعی دشواری نہ کرتی۔ اس کا دل بہت آہستہ لیکن پرزور آواز سے دھڑک رہا تھا۔پین اس کے ہاتھ سے کپکپا کر گرا۔

"ایکسکیوز می پلیز۔" اچانک ہی کبیر کی آواز ابھری۔

"ان سے تو آپ سب ہی واقف ہوں گے لیکن پھر بھی ہم اپنے مہمان خصوصی سے آپکا تعارف کروادیتے ہیں۔یہ ہیں مسٹر بازل تہمان۔"

بریا کی آنکھیں لو ہے کی ہو گئی تھیں اتنی بھاری کے چاہ کر بھی اٹھ نہیں پارہی تھیں۔

"تہمان گروپ آف انڈسٹریز کے اونر۔"

نام کے ساتھ ایک اور تصدیق بھی ہو گئی تھی۔اس کی ہتھیلیاں پسینے سے شرابور ہونے لگیں۔دل کی دھڑکن دھیرے دھیرے بڑھنے لگی تھی۔کبیر تعارف تو بازل کا کروارہا تھا لیکن اس کی نظریں بریا پر جمی ہوئی تھیں جس کا چہرہ جھکا اس وقت بے بس و مضطرب لگ رہا تھا۔

"بہت ہی کمپیٹیٹر ہیں۔جیتنا ان کی عادت ہے پھر چاہے وہ بزنس ہو دل، یا بیماری،حال ہی میں بہت ہی مہلک بیماری کو مات دی ہے انہوں نے،اپنی جیتنے کی صلاحیت سے موت کے منہ سے لوٹے ہیں یہ۔"

بازل تھمان سنجیدہ سا کھڑا تھا۔اس کی نظریں اپنی سب سے مطلوب ترین ہستی کا طواف کر کے واپس لوٹ گئی تھیں۔کبیر کے الفاظ نے بریا کو پتھر کا بت بنا دیا تھا۔پتھر کا بہت جو ہلنے جلنے یہاں تک کہ سانس لینے سے بھی قاصر تھا۔اس کی سانسیں رک رہی تھیں۔دل اس بری طرح دھڑک رہا تھا کہ گویا ابھی باہر نکل آئے گا۔

"موت کے منہ سے نکلے ہیں یہ۔"

یہ جملے گویا پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اس کی سماعت کو جلا رہے تھے۔اسے لگ رہا تھا وہ آج اپنی سماعت کھو دے گی۔اس کا وجود تھر تھر کانپنے لگا۔آنکھیں لبالب پانی سے بھر گئیں۔وہ بازل کو دیکھنا چاہتی تھی مگر پلکوں کی باڑ ایسے گری کے اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

میٹنگ شروع ہو کر بھی ختم ہو گئی۔اسے پتا نہ چلا ہوش تو تب آئی جب اس کے پاپا اس کا ہاتھ تھام کر اسے ڈنر ہال میں لائے تھے۔

وہ پاپا کے ساتھ کھڑی اپنی غلطیوں پر ماتم کر رہی تھی۔ نادم نادم، دکھی اور پریشان سی تھی۔ بہت سکت باندھ کر خود کو سمجھا بجھا کر اس نے نظریں اٹھائی تھیں۔ وہ جیسے کھڑی کھڑی زمین بوس ہو گئی۔ اس کا دل بیٹھ گیا تھا۔ آنسوں بہت تیزی سے گرنے لگے۔ کتنا ویک ہو گیا تھا وہ۔ آنکھوں کے نیچے کتنے ہلکے پڑ گئے تھے۔ اس کی رنگت کیسی بجھ سی گئی تھی۔ کمزور ہونے کے سبب اسکی گالوں کی ہڈیاں بھی واضح دکھ رہی تھیں۔ اس نے فوراً نظریں گرالیں۔ اس سے زیادہ دیکھنے کی تاب نہیں تھی اس میں۔

آہستہ آہستہ سب جانے لگے تھے وہاں سے۔ وہ بھی سب سے اجازت طلب کرتا آخر میں اسکے پاپا کے پاس آیا تھا اور مدھم سی آواز میں "اللہ حافظ" کہہ کر پلٹ گیا۔ بازل تہمان اسکی سائیڈ سے نکلا تھا۔ اس نے بے چین ہو کر پلٹ کر اسے دیکھا جسکے قدم بہت تیزی سے دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ اسکی نظروں سے دور ہونے لگا۔ اس کے آنسوں روانگی پکڑ گئے۔

"موت کے منہ سے نکلے ہیں۔"

"مہلک بیماری، بلڈ کینسر۔"

وہ اسے پکارنا چاہتی تھی لیکن اسکی آواز اڑ سی گئی۔ گلاس ڈور کھل گیا تھا۔ وہ خود کو روک نہ پائی۔

"بازل!" بے اختیار اونچی آواز میں لوگوں کی پرواہ کیے بغیر اس نے اسے پکارا تھا مگر جب تک آواز اس کے حلق سے برآمد ہوئی وہ دروازے کو عبور کر چکا تھا۔ اس کے پاپا سمیت سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر باہر کی طرف بھاگی تھی لیکن جب تک وہ پہنچی اس کی گاڑی جا چکی تھی صرف ایک جھلک تھی جو اسنے دیکھی تھی۔

خان بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"بری! آر یو اوکے؟" وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"خان۔۔۔۔ خان مجھے ان کے پاس جانا ہے۔ مجھے پوچھنا ہے وہ بم۔۔۔۔ بیماری۔"

وہ بری طرح اٹکنے لگی تھی۔آنسوؤں کا پھندا بری طرح اس کے حلق کو جکڑے ہوئے تھا۔

"ریلیکس بریا! تمہیں جاننا ہے نا اس کے ساتھ کیا ہوا میں بتاتا ہوں پر پہلے تم چپ ہو جاؤ۔"

باقی سب بھی آ چکے تھے۔کبیر نے اسے شروع سے لے کر آخر تک تمام روداد کہہ ڈالی تھی۔دکھ و ملامت سے وہ مری جا رہی تھی۔کتنی سبکی محسوس ہو رہی تھی اسے۔کتنا پچھتاوا ہو رہا تھا اپنی نادانیوں پر۔وہ اپنے پاپا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"آج تک آپ نے جو کہا میں نے مانا۔" رندھے ہوئے لہجے میں وہ کہہ رہی تھی۔

"بازل تہمان سے ملنے،فون پر بات کرنے سے منع کیا تو میں نے وہ بھی کیا۔اس کے بارے میں جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ وہ کیسا ہے،کیا کر رہا ہے،کہاں ہے، میں نے دل کو پتھر کر لیا۔ایک امید تھی کہ شاید وہ مجھے لینے آئے لیکن ایسا نہ

www.novelsclubb.com

ہوا۔"

وہ سسکی لیتے ہوئے رکی تھی۔

"آپ نے کہا خود کو سنبھالوں، اسے یاد نہ کروں، اس کے غم میں مبتلا نہ رہوں، اسے بھول جاؤں میں نے ان سب کی کوشش کی پر پاپا پلیز اب نہیں۔"

اس نے اپنے پاپا کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

"مجھے جانے دیں پاپا پلیز، ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔" اس نے روتے ہوئے التجا کی تھی۔ اس کے پاپا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

****

www.novelsclubb.com

وہی لوگ تھے، وہی جگہ تھی، وہ وہی نظارے تھے۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا اس عرصے میں۔ ہنوئی کا موسم آج بھی اتنا ہی خوبصورت تھا جتنا پہلے تھا۔ کیب سے اتر کر وہ گیٹ کی طرف بڑھی تھی۔ گارڈ نے حیرت سے اسے دیکھ کر گیٹ کھولا۔ وہ دبی مسکراہٹ کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی۔ لاؤنج کے دروازے پر اب گارڈ

نہیں تھا۔بہت سی یادیں جیسے تازہ ہونے لگیں۔ براؤن شال شانوں پر پھیلائے وہ اس خوبصورت سے ڈسٹ لیس لاؤنج کو تکنے لگی تھی جس سے اس کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔وہ کھو سی گئی۔

"میم آپ؟"سینڈی نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اس نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور حال پوچھنے کے بعد بولی۔

"بازل کہاں ہیں؟"

"سر ٹیرس پر ہیں۔"سینڈی کے تو چہرے کے ساتھ ساتھ آواز سے بھی خوشی کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

سینڈی کے بتانے پر وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ریلنگ پر ہاتھ رکھ کر وہ جیسے ایک بچھڑے ہوئے احساس کو محسوس کر رہی تھی۔اپنے کمرے کو اس نے بہت اپنائیت سے دیکھا تھا۔بازل تیمان کے کمرے کے سامنے رک کر اس نے دروازہ کھولا اور مسکراتی ہوئی نظروں کے ساتھ دیوار کی جانب دیکھ کر اسے بند کر دیا۔

وہ ٹیرس کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔آخری سیڑھی کو بھی اس نے عبور کرلیا تھا۔بہت خوبصورت ہوا چل رہی تھی۔اس کے بال ان رقص کرتی ہواؤں کے ساتھ اڑنے لگے۔شال کو سنبھالتی وہ اس کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔اس نے بڑی تسلی سے بازل کے حلیے پر غور کیا۔براؤن پینٹ اور وائٹ شرٹ کے ساتھ بکھرے بالوں میں وہ بہت رف سا لگ رہا تھا۔آج تو اس نے اپنا موسٹ فیورٹ ویسٹ کوٹ بھی نہیں پہنا تھا۔ویسٹ کوٹ سے جیسے اسے عشق سا تھا۔کوٹ پہنے نہ پہنے وہ ویسٹ کوٹ لازمی پہنے رکھتا تھا پھر چاہے وہ گھر ہو یا آفس۔

ریلنگ پر کہنیوں کے سہارے جھکے وہ گھر کی بیک سائیڈ پر نظر ٹکائے ہوئے تھا۔وہ مسلسل سگریٹ سلگا رہا تھا۔اسے اس کا سگریٹ سلگانا ناگوار گزرا۔اس نے بہت ہمت جمع کی اسے پکارنے کے لئے۔

"بازل۔" بہت مشکل سے اس نے اسے پکارا تھا۔

بازل ہلکا سا مسکرا کر مڑا،اسے دیکھا اور پھر واپس پہلے والی پوزیشن میں چلا گیا۔پہلی

بار اس نے بازل کی آنکھوں میں بنجر پن دیکھا تھا۔تاثرات سے عاری چہرہ اسے ڈرا گیا۔

"اتنے ناراض ہیں مجھ سے کہ مجھے دیکھنا تک گوارا نہیں ہے آپ کو۔"

اس کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھیں۔

بازل نے فوراً مڑ کر دیکھا۔اس طرح کے دھوکے تو اسے اکثر ہوا کرتے تھے۔ اکثر اسے لگتا تھا جیسے وہ اس کے آس پاس ہے۔اسے بلا رہی ہے اس سے بات کر رہی ہے۔سوالیہ نظروں سے وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ واقعی وہ اس کے سامنے کھڑی ہے یا یہ بھی نظر کا دھوکا ہے۔

وہ اس طرح بازل کے سوالیہ انداز میں دیکھنے پر روہانسی ہو گئی تھی، بمشکل بول پائی۔

"آپ نے مجھے پہچانا نہیں بازل، میں۔۔۔۔۔میں آپ کی طلسہ ہوں۔"اس نے دلگیر لہجے میں کہا تھا۔

ہاں وہ طلسہ ہی تھی جب امام جہانزیب اسے بازل تہمان کے گھر سے لے کر گئے تو

وہ اس وقت بازل تہمان کے ساتھ رات میں ہونے والی تلخ گفتگو کے صدمے میں تھی کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم وہ اپنے پاپا کے ساتھ آ گئی تھی لیکن جب تھوڑا سنبھلی اور اسے پتا چلا کہ وہ بازل کو چھوڑ آئی ہے تب وہ بہت روئی تھی پر پاپا نے اسے جانے سے منع کر دیا۔ اسے ایک امید تھی کہ شاید بازل اسے لینے آئے لیکن وہ منتظر ہی رہی۔

پاپا اپنا تمام کاروبار سمیٹ کر دوبئی شفٹ ہو گئے تھے۔ زندگی بھلے نئے ڈگر پر شروع ہو چکی تھی مگر زندگی کے اس نئے سفر میں وہ بہت پرانی مسافر تھی جسے ان رعنائیوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو بس اپنے ہی ماضی میں جیے جا رہی تھی۔ وہ ماضی جو بہت حسین اور بیوقوفیوں سے بھرا ہوا تھا۔

طلسہ کا دل اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبنے لگا۔ بازل کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے گھر میں اس کے سامنے کھڑی ہے۔ وہ چھو کر تصدیق کرنا چاہتا تھا لیکن ایک ڈر تھا کے روز کی طرح کہیں آج بھی وہ غائب نہ ہو جائے۔

وہ لب کاٹتی اسے دیکھ رہی تھی جو جانے کن بے اعتبار نظروں سے اسے تکے جا رہا تھا۔ طلسہ کا وجود ڈر کے زنجیروں میں جکڑنے لگا۔

"آپ۔۔۔آپ نے مجھ سے شادی کی تھی۔ تقریباً دو سال میں آپ کے ساتھ اس گھر میں رہی۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی اور آنکھیں بہنے لگیں۔

"اسی گھر میں ہابی، صوفی اور شامہ بھی سمر وکیشنز میں آئی تھیں۔ سیڑھیوں سے دائیں والے کمرے میں رہتی تھی میں۔" وہ کہے جا رہی تھی۔ بازل کی آنکھوں میں خوشی بھری حیرت ابھر کر معدوم ہوئی۔

"آپ نے مجھے پہچان لیا نا؟"

بازل کی آنکھوں میں شناسائی کی رمق دیکھنے کے باوجود اس کی جان سولی پر اٹکی ہوئی تھی۔

"تم مجھے واقعی نہیں سمجھ پاؤ گی طلسہ۔" اس نے "واقعی" پر زور دیا تھا۔ اس کے کہتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ کتنا عرصہ ہوا تھا اسے اپنا نام اس کے منہ سے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سنے ہوئے۔ وہ نام جو اس کے منہ سے ہی سننے کی متمنی تھی وہ۔

"میں آپ سے بہت ناراض ہوں بازل، بہت زیادہ۔ آپ نے مجھے اتنا پرایا سمجھ لیا کہ ایک بار بھی مجھے اپنی بیماری کا نہیں بتایا۔"

اس کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے طلسہ کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔

"میرے جانے کے بعد ایک بار بھی میری خیریت نہیں پوچھی۔ ایک بار بھی مجھ سے ملنے یا مجھے لینے نہیں آئے۔" وہ دلجمی سے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ بازل مسکراہٹ دبائے اس کے شکوے سن رہا تھا۔

"پتا ہے اس تمام عرصے میں کتنا اذیت میں مبتلا رہی ہوں۔ کتنی تکلیف سہی ہے میں نے۔ آپ کو اندازہ بھی ہے اس بات کا۔ کم از کم آپ مجھے اپنی بیماری کا تو بتا دیتے۔" وہ مسلسل بولے جا رہی تھی اور بازل سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"مانا میں نے بہت غلطیاں کی ہیں، بہت غلط سمجھا ہے میں نے آپ کو مگر اس سب کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مطلب یہ تھوڑی تھا کے آپ مجھے پراوں کی طرح خود سے الگ کر دیں۔ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ شامہ عبد کی وائف ہے کیوں مجھے غلط سمجھنے دیا۔ بہت برے ہیں آپ۔"

بازل اب اس کی باتوں سے محظوظ ہونے لگا تھا اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"مس بریا! آپ کی کبیر کے ساتھ شادی کب ہے؟"

حیرت و بے یقینی طلسہ کی آنکھوں میں پھیلی تھی یعنی کہ حد ہی ہو گئی۔ وہ اب غصے میں آگئی جیسا کہ بازل نے سوچا تھا وہ کہہ رہی تھی۔ وہ بالکل نہیں بدلی تھی۔

"کیا کہا آپ نے، میری اور کبیر کی شادی؟"

غصے سے اسکی آواز تیز ہو گئی۔ بھلے ہی اسے کبیر نے سب بتادیا تھا لیکن وہ بازل سے اس سوال کی توقع ہر گز نہیں کر رہی تھی۔ تلملا کر بھڑک اٹھی۔

"آپ کو شرم آنی چاہیے اس طرح کی بات کرتے ہوئے بھی۔ اپنی بیوی کو کسی دوسرے سے منسوب کر رہے ہیں، آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں آپ کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

علاوہ اپنی زندگی میں کسی دوسرے کو داخل کرونگی۔ میں صرف آپ سے محبت کرتی ہوں اور۔۔۔" وہ ایک دم رک گئی تھی بازل نے اپنے لبوں پر سرشاری سی مسکان آنے دی۔ وہ اپنی زبان پھسل جانے پر خجل سی ہو گئی۔

"اینڈ نیور کال می بریا، اٹس مائی سیکنڈ نیم بٹ آئی لو طلسہ۔"

اس کی پیدائش پر امام جہانزیب نے بہت چاؤ کے ساتھ اس کا نام طلسہ رکھا تھا لیکن تہمینہ کو یہ نام تھوڑا عجیب لگا، سو انھوں نے اس کا نام بریار کھ دیا۔ یوں اس کے دو نام ہوتے تھے کبھی اسے طلسہ کہہ کر پکارا جاتا تھا تو کبھی بریا لیکن جیسے ہی اس نے ہوش سنبھالا اس نے خود کو طلسہ کہلوانا شروع کر دیا تھا کیونکہ اسے یہ نام بہت پسند تھا یوں بھی یہ نام اس کے ڈاکومنٹس میں بھی تھا۔

بازل تہمان کی فراق میں اس نے سب سے درخواست کی تھی کہ کوئی اسے طلسہ نہ کہہ کر پکارے کیونکہ اس نام سے اس دشمن جاں کی یاد اسے بے حال کر دیتی تھی۔

"خیر آپ کو اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے آپ تو ہمیشہ مجھ سے دستبردار رہے

ہیں۔"اس کے شکوے ابھی تک ختم نہیں ہوئے تھے۔

"تم ٹھیک کہ رہی ہو طلسہ مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔"اس نے مدھم آواز میں سنجیدگی سے کہا۔

"پر اس بات کو جو ٹھیک ہے آپکو غلط ثابت کرنا ہے اور میں چاہتی ہوں آپ ایسا کریں۔"آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے بازل کی جانب دیکھا تھا۔

"تم جانتی ہو طلسہ! میں نے تم سے شادی کیوں کی تھی؟"

جو بات وہ ہمیشہ سے پوچھتی آئی تھی آج وہ وہی بات کر رہا تھا۔بازل تہمان نے ریلنگ سے ٹیک لگا کر اپنا دائیاں پاؤں اس کی جالی میں رکھا اور گہرا سانس بھرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا۔

****

بازل تہمان مشہور بزنس مین عالم تہمان کا اکلوتا بیٹا تھا،ان کی طرح ہی قابل اور لائق۔20سال کی عمر میں ہی اس نے پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنے بابا کا بزنس بھی

جوائن کر لیا تھا اور پڑھائی کے ختم ہوتے وہ بزنس کی دنیا میں ایک ابھرتا ہوا ستارہ اور اپنے نام سے جانا جانے لگا تھا۔ یہ اسکی اور عالم تہمان کی بہت بڑی جیت تھی۔ اپنی زندگی میں انہوں نے اپنے بیٹے کو کسی قابل کر دیا تھا۔

عالم تہمان اور جمائمہ تہمان نے اپنے بیٹے کی تربیت بہت اچھے طریقے سے کی تھی کہ چھوٹی سی عمر میں ہی وہ بہت اچھا ذمہ دار بھائی اور بیٹا ثابت ہوا تھا اور اس پر یقین کی مہر تب لگی جب ان کے والدین کی ڈیتھ ہوائی حادثے میں ہوئی تھی۔ وقتی جھٹکا تھا لیکن بازل نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ ہابی چونکہ اس سے دو سال بڑی تھیں اس لیے عالم تہمان نے اپنی زندگی میں ہی ان کی شادی بازل کے کالج کے دوست غضنفر سے کر دی تھی۔

تہمان گروپ آف انڈسٹریز کی برانچیز پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اسپین میں موجود ان کی کمپنی غضنفر، یوگینڈا میں موجود عبد جبکہ کراچی میں مقیم ان کی کمپنی کا چارج احمد چغتائی کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے علاوہ یو کے اور لندن میں بھی اس کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کمپنی اپنی دھاک بٹھائے ہوئے تھی۔

ان کی کمپنی کی مین برانچ ہنوئی میں تھی جسے بازل خود سنبھالتا تھا۔ہنوئی شہر بازل کے لئے بہت اہم تھا۔یہ وہی شہر تھا جہاں اس کے والدین نے اپنی زندگی کے 25 سال گزارے تھے۔ان دونوں کی ملاقات ہنوئی میں ہی ہوئی تھی۔یہ شہر ان دونوں کو اتنا بھایا کہ یہیں انہوں نے اپنا مسکن بنا لیا۔

کام کی وجہ سے وہ پاکستان آیا تھا۔فروری کے گزرتے کھٹے میٹھے موسموں کا دن تھا۔ کراچی کا موسم بھی خوشگوار تھا۔وہ اپنے پی اے کے کہنے کے باوجود ڈرائیور کو ساتھ لے کر نہیں آیا تھا۔وہ احمد چغتائی کے گھر جا رہا تھا جب راستے میں طویل ٹریفک جام میں پھنس گیا۔

شدید جھنجھلاہٹ کے باعث وہ مسلسل اسٹیرنگ پر انگلیاں بجا رہا تھا اور ساتھ ساتھ رسٹ واچ پر بھی نظر دوڑا لیتا۔گاڑی کا شیشہ فولڈ کرتے ہوئے وہ موبائل پر اپنی میلز چیک کرنے لگا۔وہ اپنی ہی دھن موبائل پر نظر جمائے ہوئے تھا جب ایسے ہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بے سبب اس نے نظر اٹھائیں۔ سر پر دوپٹا جمائے مسکراتی سی وہ لڑکی ڈھیر سارے شاپنگ بیگز اوپر کو اٹھائے اس کی گاڑی کے سامنے سے گزر رہی تھی۔اس کے ساتھ دو اور لڑکیاں بھی تھیں۔اپنے ساتھ چلتی چھوٹی سی لڑکی کی کسی بات پر وہ دبی آواز میں ہنسی تھی۔اس ہنسی نے بازل کے دل کی دھڑکن چرالی۔ایک پل میں اس کا دل حسین لے پر دھڑکنے لگا۔محبت کی دیوی اڑتی ہوئی آئی اور اس پر اور اس کے دل پر چاہتوں کی پھونک مار کر چلی گئی۔سن گلاسز اُتار کر وہ اس ہستی کو دیکھنے لگا جس نے ایک پل میں اسے بے چین کر دیا تھا۔کتنا اپنا اپنا سا لگا تھا بازل کو وہ چہرہ جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔زندگی سے بھرپور مسکراتا ہوا دل موہ لینے والا چہرہ۔بازل مسمرائز ہوتے ہوئے اسے دیکھے جا رہا تھا جہاں جہاں وہ جا رہی تھی بازل کی نظریں اس کا پیچھے کر رہی تھی یہاں تک کہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کے جاتے ہی جیسے وحشت و خالی پن سا اس پر سوار ہوا تھا۔بے چینی بڑھنے پر وہ ڈسٹرب ہو گیا۔پہلی فرصت میں بازل نے اس کے بارے میں پتا لگوایا تھا اور یہ

جان کر اسے دلی صدمہ پہنچا کہ وہ چند دن بعد کسی اور کی ہونے والی ہے۔اس نے دل کو سمجھا کر دماغ سے کام لیا اور وقتی جذبات جان کر اپنے کام پر فوکس کرنے لگا لیکن جیسے جیسے اس کی شادی کے دن قریب آرہے تھے وہ عجیب سی چڑچڑاہٹ و بے چینی کا شکار ہو رہا تھا۔طلسہ کے موبائل کا پورے کا پورا ڈیٹا اسے وصول ہوتا تھا۔وہ کس سے بات کر رہی ہے،کسے میسج کر رہی ہے اس کی تصاویر سب کچھ اسے ملتا تھا اور اس سب سے ایک بات واضح ہو گئی تھی کہ یہ طلسہ کی پیور ارینج میرج ہے۔اس بات نے قدرے اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچائی تھی۔

اس نے ہابی سے اس سلسلے میں بات کی تھی مگر انہوں نے پہلی فرصت میں انکار کر دیا تھا۔شادی سے فقط پانچ دن پہلے طلسہ نے اس کے دل میں اپنی محبت کے پنجے گاڑے تھے۔اس دوران وہ رشتہ بھی لے کر نہیں جا سکتا تھا اور جو وہ کرنے کا کہہ رہا تھا اس بات سے ہابی قطعی متفق نہیں تھیں۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بازل کوئی غلط کام کرے لیکن اس نے کیا۔ہابی کے ناراض ہونے کی پرواہ نہیں کی،شمامہ کے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رونے کو نہیں دیکھا۔اس نے وہ کیا جو اس کے دل نے اسے کرنے کو کہا۔

وہ طلسہ کو لیکر ہنوئی آگیا تھا۔غضنفر اور عبد کے لاکھ سمجھانے پر کہ وہ طلسہ کو تھوڑا سوچنے کا وقت دے دے اور نکاح کو ملوتی کر دے، پر بھی اس نے ایسا نہ کیا۔

لفظوں کا جال بن کر جھوٹ کا دامن تھام کر وہ طلسہ کو اپنی زندگی میں شامل کر گیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ طلسہ ایک رات بھی اس کے گھر اغواشدہ کی حیثیت سے رہے۔اسلئے اس نے فوری طور پر اسے اپنے نکاح میں لے لیا تھا اور ایسا کر کے وہ انجانے میں طلسہ کو کھو دینے کے خوف سے آزاد ہو گیا تھا۔

وہ خوش تھا۔بہت خوش۔ہر کام اچھا کرنے والا بازل تیمان زندگی میں پہلی بار غلط کام کر کے خوش تھا۔اسے پورا یقین تھا کہ وہ اپنے اس فیصلے کو درست ثابت کر کے دکھائے گا اور اس سے جو جو بھی متاثر ہوا ہے ان سب کو اس کی تلافی کر کے دکھائے گا مگر یہ اتنا آسان بھی نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہا تھا۔طلسہ اسکی سوچ سے زیادہ پیچیدہ ثابت ہوئی تھی۔ہابی اور اسکی باتیں سن کر اس نے کمرے کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔

چلو کمرے تک تو ٹھیک تھا لیکن اسکا خود کو نقصان پہنچانا اسے پاگل کر گیا۔

اس نے بھوک ہڑتال کر کے خود کو سوکھ کر کانٹا بنالیا تھا۔یہ سچوئیشن بازل کیلیئے ناقابل برداشت تھی۔یہاں پر وہ فیل ہو گیا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے کیا نہیں۔اسے لگا تھا کہ شاید طلسہ حالات سے سمجھوتا کر لے گی لیکن وہ سمجھوتہ کرنے والی شے نہیں تھی۔سینڈی کے بتانے پر کہ وہ گھر کے ایک ایک حصے کو جانچتی نظروں سے گھورتی ہے۔اسے شک تو ہو گیا تھا کہ وہ بھاگنے کے منصوبے بن رہی ہے لیکن اسے یقین تھا کہ وہ اتنی آسانی سے وہاں سے نکل نہیں سکتی۔

یہاں بھی طلسہ نے اسے فیل کیا۔وہ بھول گیا تھا کہ طلسہ اسے مات دیتی آئی ہے آج بھی دے دی۔بڑی صفائی و آسانی سے وہ اس گھر سے نکل گئی تھی۔طلسہ کا نکلنا اس کی جان نکال گیا تھا۔وہ جس معاشرے میں رہتا تھا وہاں کے درندوں سے واقف تھا کہ کیسے وہ بھوکے شیر کی طرح شکار کو چیر پھاڑ دیتے ہیں۔اسی غصے میں وہ اسکے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ساتھ سختی کر گیا تھا۔

طلسہ کی کلائی پر موجود اسکی انگلیوں کے نشان اسے شرمندہ کر گئے تھے۔اسکی جلن اسے اپنے ہاتھ پر محسوس ہونے لگی تھی۔اس نے بہت پیار سے طلسہ کو سمجھایا تھا مگر شاید وہ سمجھنے کے موڈ نہیں تھی اور اسکی یہی ہٹ دھرمی اسے پریشان کر گئی تھی۔

دوسری طرف ہابی اس سے شدید خفا تھیں۔نکاح میں بھی نہیں آئی تھیں۔اس نے سر توڑ کوشش کی تھی ہابی کو منانے کی اور اس میں وہ کامیاب رہا۔طلسہ کی تنہائی دور کرنے کیلئے اسے ہابی کے سہارے کی بہت ضرورت تھی پھر وہ تھیں بھی اسکی بڑی بہن، تمام ناراضگیوں کو پس پشت ڈال کر بلا آخر آگئی تھیں۔یہ اسکی آدھی پریشانی دور کرنے کیلئے کافی تھا۔

وہ جب بزنس ٹور سے لوٹا تو طلسہ اور صوفی کی دوستی نے اسکا دل ہلکا کر دیا تھا۔ مطلب وہ اسکی فیملی کو اپنی فیملی سمجھنے لگی تھی۔ہابی سے عزت سے بات کرتی تھی، شمامہ کے ساتھ نارمل تھی۔اسے اور کیا چاہیے تھا۔پھر اس نے صوفی کے ساتھ مل

www.novelsclubb.com

کر پلان بنایا۔ "بابا کی جان" یہ لفظ کیسے اسے سرخ کر گیا تھا۔ پتا نہیں وہ خفت سے سرخ ہوئی تھی یا حیا سے، مگر بازل کو بہت بھائی تھی۔ اس دن لان میں اس کا ہاتھ تھام کر واک کرتے ہوئے اس نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اگر وہ اسکے حق میں بہتر ہے تو ہمیشہ اسی کا رہے لیکن شاید وہ اسکے حق میں بہتر نہیں تھا۔ طلسہ سے ملنے سے پہلے بھی اسکی طبیعت اکثر خراب رہتی تھی اور وہ لاپرواہی کر جاتا تھا۔ یہ لاپرواہی ہی اسے لے ڈوبی۔ ٹیسٹ کروانے پر پتا چلا کہ اسے "بلڈ کینسر" ہے۔ وہ خوب اپنی قسمت پر ہنسا تھا۔ اتنا کہ اسکے ہنسنے پر ہابی لوگوں کے ساتھ ساتھ طلسہ بھی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے لگا تھا وہ پیسے سے ٹھیک ہو جائے گا لیکن وہ بھول گیا تھا کہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ طلسہ کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کی سزا اسے ملنا شروع ہو گئی تھی۔ ہابی کا ڈر وجود میں بدل گیا تھا۔ اس کی بیماری شدت اختیار کرنے لگی تھی۔

اور وہ چپ تھا۔ اتنا چپ کہ اس نے کانوں کان کسی کو خبر نہیں ہونے دی تھی۔ وہ

اپنے سے منسلک رشتوں کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔اس لئے اس نے اسے راز داری میں رکھا۔ڈپریشن تھا، غصہ تھا اور چڑ چڑاہٹ تھی۔اسی غصے و چڑ چڑاہٹ اور طلسہ کی بد تمیزی کے سبب اسکا ہاتھ اس پر اٹھ گیا تھا۔صوفی کی فرمائش پر وہ انہیں گھمانے لے گیا تھا۔اس دن اسکی طبیعت بھی بوجھل تھی۔طلسہ کی بے وجہ کی ضد ہنوز اس سے نفرت کرنے والے لفظوں نے اسے جارحانہ روپ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔وہ اسے وہاں چھوڑ آیا تھا۔کسی کے بھی پوچھنے ،زور دینے پر اس نے اپنی سخت نظریں انہیں دکھائی تھیں لیکن اندر کا حال تو وہی جانتا تھا۔پل۔پل گزرتے وقت میں وہ بے بسی کی انتہا کو پہنچ رہا تھا پھر آخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ اس کے پاس گیا تھا۔

اسے روتے ہوئے پاگلوں کی طرح بھاگتے دیکھ کر بازل کے دل پر مکا پڑا تھا۔اسے خود پر شدید غصہ آیا۔کیا وہ ان مردوں میں سے تھا جو اپنی عورتوں کو بیچ رہ میں چھوڑ دیتے ہیں بھلے ہی اسکے گارڈز طلسہ کی نگرانی کر رہے تھے مگر پھر بھی اگر اس نے

آنے سے منع کر دیا تھا تو تھپڑ تو وہ مار ہی چکا تھا۔ کھینچ کر لے جاتا کہ چلو اس جہنم میں وہی تمہاری اصل جگہ ہے، اسی میں تمہاری عزت محفوظ ہے۔ اس رات وہ پچھتاوں کی بھٹی میں خوب جلا تھا۔

پتا نہیں ایسا کیا ہوا تھا کہ طلسہ کا رویہ بدل گیا تھا جو بھی تھا اس کا مثبت رویہ بازل کیلئے سکون کا باعث تھا۔ وہ اسکو نظروں کے حصار میں رکھنے لگی اور وہ شرمندگی سے اس سے بچنے لگا تھا۔ ہابی کے ڈانٹنے پر بھی اسکی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس سے جا کر معافی مانگ لے۔ اس کے چہرے پر چھپے اپنی انگلیوں کے نشان دیکھنے کی اس میں تاب نہ تھی مگر وہ اسے دیکھتی تھی، اس میں کھوتی تھی۔ اور وہ اسکے کھونے میں مر جاتا تھا۔

بازل سے گھبرانا، اس سے کترانا، اسے بے اختیار ہو کر دیکھتے رہنا کا مطلب وہ اچھے سے جانتا تھا لیکن کوئی بھی بڑا فیصلہ لینے سے پہلے وہ بہت سوچ بچار کر رہا تھا۔ طلسہ سے علیحدہ ہونا وقت سے پہلے موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا مگر اسے ایسا

کرنا تھا۔اس نے طلسہ کو اپنایا اپنے لیے تھا مگر وہ چھوڑ اسے اس کیلئے رہا تھا اور یہ فیصلہ بازل نے اسکے جل جانے پر کیا تھا۔طلسہ کا جل جانا سب سے زیادہ اذیت کا باعث بازل کیلئے بنا تھا۔ جلی وہ تھی لیکن آبلے بازل کے دل پر پڑے تھے۔وہ طلسہ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن دیکھ رہا تھا۔اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس کے صحت یاب ہوتے ہی اسے یہاں سے بھیج دیگا۔اسی سلسلے میں وہ احمد چغتائی سے بات کر آیا تھا۔

سرجری والے دن ہی اس نے احمد چغتائی کو اپنا کام کرنے کو کہا تھا۔اس دن وہ کافی دیر طلسہ کے پاس بیٹھا رہا تھا۔اس کے بے ہوش وجود سے باتیں کرتا رہا،اپنے آپ کو سمجھاتا رہا کہ بس اب یہ اسے چھوڑنے والی ہے۔اس دن کے بعد وہ طلسہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا لیکن جونہی اسے پتا چلا کہ امام جہانزیب آنے والے ہیں۔وہ واپس آ گیا تھا۔طلسہ سے دوٹوک بات کر کے وہ اسے اپنی زندگی سے دور بھیج رہا تھا۔وہ اس سے بے انتہا محبت کرتا تھا۔اس محبت کی خاطر ہی تو وہ غلط طریقے

سے اسے اپنی زندگی میں شامل کر گیا تھا۔وہ کیسے اس انسان کو تکلیف میں دیکھ سکتا تھا جس میں اسکی جان بستی ہو۔اسے اپنی زندگی کا نہیں پتا تھا اور طلسہ کی زندگی کو وہ آزمائش میں نہیں ڈال سکتا تھا تبھی اس نے وہ قدم اٹھایا جس کے بارے میں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔وہ صرف طلسہ سے ہی تو محبت کرتا تھا۔وہ صرف اسی کا ہی تو تھا۔ تبھی طلسہ کے سوال نے اسے بے بس کر دیا۔اس نے اسے خود کے اور شامہ کے رشتے کے بارے میں غلط سمجھنے دیا۔شاید یونہی وہ اسکے دل سے اتر جائے۔

"کیا میں واقعی آپ کے دل سے اتر گئی ہوں؟"

اس سوال نے اسے پوری رات سونے نہیں دیا تھا۔اس نے زندگی میں پہلی بار اللہ سے شکوہ کیا تھا۔پہلی بار وہ اپنی قسمت سے خفا ہوا تھا۔ صبح طلسہ نے اسے چھوڑ جانا تھا۔یہ احساس ہی اسکی حالت خراب کرنے کیلئے کافی تھا پھر وہ وقت بھی آ گیا۔وہ واقعی اسکی نظروں کے سامنے چلی گئی تھی اور وہ کچھ نہیں کر پایا تھا۔بیماری تو پہلے ہی

اسے مار رہی تھی اس نے اور خود کو مرنے دیا۔ پہلے وہ پھر بھی اپنا خیال رکھ رہا تھا۔ مکمل طور پر علاج کروا رہا تھا۔ بزنس ٹورز کے بہانے وہ کئی بار ہاسپٹل بھی ہو آیا تھا لیکن طلسہ کے جانے کے بعد اس نے بالکل ہی ہاتھ چھوڑ دیا۔ جس نے اسکی صحت پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ شروع میں اسکی گرتی صحت پر ہی غضنفر تشویش میں مبتلا ہوئے تھے پھر انہیں حقیقت پتا چل گیا۔ اس کی وجہ سے سب پریشان ہو گئے تھے۔ ہابی نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا۔ اس کے گرتے بالوں پر ان کا دل کٹ کٹ جاتا۔ اس کے ہر وقت بیڈ پر لیٹے رہنے سے صوفی بھی رو دی تھی۔

"بابا میں نے اللہ سے پرے (دعا) کی ہے آپ جلد ٹھیک ہو جاؤ گے اور ہابی بھی واپس آجائیں گی۔"

سر پر نماز کے سٹائل میں دوپٹہ اوڑھے گیلی آنکھوں والی صوفی اسے سن کر گئی تھی۔ وہ کتنا ظلم کر رہا تھا اپنے ساتھ، خود سے منسلک رشتوں کے ساتھ اس نے صوفی کو ہگ کیا۔ کیا صرف اس دنیا میں طلسہ ہی تھی جسکے لیے وہ جی رہا تھا۔ اسکے سوا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور کوئی نہیں؟

نہیں طلسہ سے بھی اہم رشتے تھے اسکے پاس۔اس نے صوفی سے وعدہ کیا کہ اسکے بابا اسے ٹھیک ہو کر دکھائیں گے۔اسکے رب نے اسے سر خرو کیا تھا۔وہ مرتے مرتے بچا تھا اور بچ کر اسنے صوفی کو گلے سے لگایا تھا۔جو "میرے بابا ہیرو" کے نعرے لگاتی جھوم رہی تھی۔

ہابی چاہتی تھیں کہ وہ طلسہ کو واپس لے آئے پر وہ ایسا ابھی نہیں چاہتا تھا۔وہ خود کو مکمل طور پر فٹ کر کے طلسہ کے پاس جا کر اسے باقاعدہ طور پر اپنانے کی اسکے پاپا سے درخواست کرنا چاہتا تھا لیکن اسکے چاہنے یا نا چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب یہاں بھی اللہ کی مرضی شامل تھی۔وہ کبیر سے ملا تھا اور کبیر کی بتائی گئی باتوں نے اسے ازحد پریشان کر دیا تھا۔کیا واقعی اسکی طلسہ اب اسکی نہیں رہی؟وہ کسی اور کی ہونے جا رہی تھی۔کیا وہ وقعی بازل کی جگہ کسی اور کو دے سکتی تھی؟بے شمار سوال اسکا دماغ پھاڑ رہے تھے۔وہ مزید خون جلاتا اگر کبیر اسے حقیقت سے آگاہ نہ کر دیتا۔

طلسہ کے بارے میں اگلے ہی دن کبیر نے آکر اسے سب کچھ بتادیا تھا۔اس پر بازل کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

واقعی انسان اللہ کی نعمتوں کا شکرادا نہیں کر سکتا۔اسکی طلسہ اسی کی تھی۔پور پور اسکی محبت میں ڈوبی طلسہ اسکی آنکھوں کے سامنے بیٹھی تھی۔اسکی طلسہ اسکے پیچھے بھاگی تھی۔اسے یقین تھاوہ ضرور واپس آئے گی۔اور وہ واقعی لمحے کا توقف کیے بنا ہی اسکے پاس دوڑی چلی آئی تھی۔

"یعنی آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟"

سب کچھ بازل کے منہ سے سننے کے باوجود بھی وہ اس سے یقین چاہ رہی تھی۔

بازل تہمان ہلکا سا مسکرایا تھا پھر آسمان کی جانب دیکھ کر بولا۔

"نہیں میں تم سے محبت نہیں کرتا بلکہ۔۔۔۔"اس نے ایک بار پھر طلسہ کی جانب دیکھا۔

"بلکہ میں تو تم سے عشق کرتا ہوں میری نادان بیوی۔"اس نے طلسہ کی ناک پکڑ کر

مسکراتے ہوئے کہا۔

"پر میں تو آپ سے محبت کرتی ہوں۔"

معصومیت کی انتہا پر پہنچ کر بولتی بازل کو قہقہ لگانے پر مجبور کر گئی۔

"اچھی بات ہے۔" بازل بہت گہرا مسکرایا تھا۔

"اپنی محبت کو یہیں بریک لگا لو کیونکہ اگر تمہیں مجھ سے عشق ہو گیا تو میں بھی نہیں جانتا کہ تمہارا کیا ہو گا۔"

اس نے کاندھے اچکائے تھے۔

"کیونکہ محبت میں تمہارا یہ حال ہے تو عشق میں کیا ہو گا۔"

بازل کی آنکھوں میں شرارت دیکھ کر وہ جھنپ گئی۔

****

محبت روٹھ جائے تو

اسے بانہوں میں لے لینا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بہت ہی پاس کر کے

اسے جانے نہیں دینا

وہ دامن چھڑائے تو

اسے تم قسم دے دینا

دلوں کے معاملے میں تو

خطائیں ہو ہی جاتی ہیں

تم ان خطاؤں کو

بہانہ مت بنا لینا

بہت روٹھ جائے تو

اسے جلد منا لینا

بازل تہمان نے کہا تھا کہ میں اپنی محبت کو یہیں بریک لگا لوں مگر وہ تو بے لگام گھوڑے کی طرح جیسے دوڑے ہی چلی جا رہی تھی اور یہ بے لگام گھوڑا آٹھ سال

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔

مجھے بازل تہمان کے ساتھ رہتے ہوئے آٹھ سال ہو گئے تھے۔ میری زندگی کے تمام شام و سحر اسی کی تحویل میں تھے۔ ہماری دنیا بھرپور طریقے سے مکمل تھی اور اسے مزید مکمل ہمارے آنگن میں کھلنے والے دو پھولوں ہمارے بیٹے "بالاج تہمان" اور بیٹی "حجاب تہمان" نے کیا تھا۔

پاپا اور بازل کے درمیان کے تمام اختلافات ختم ہو گئے تھے بلکہ اب تو ان کی خوب بنتی تھی۔ سال میں ایک دفعہ سب مل کر اکھٹے ہوتے تھے جس میں صہیب بھی شامل تھا۔ طلسہ کے جذبات کو دیکھ کر صہیب نے کھلے دل کا مظاہرہ کیا تھا۔ تمام اختلافات ورنجیشوں کو بالائے طاق رکھ کر اس نے بازل کی جانب سے دوستی کا ہاتھ تھام کر اسے گلے لگا لیا تھا یوں بھی وہ زرین کے ساتھ ایک پرسکون ازدواجی زندگی گزار رہا تھا۔ اسلئے فضول کی دشمنیوں میں پڑ کر وہ ماحول کو بدمزہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ طلسہ اسکی قسمت میں نہیں تھی، زرین تھی اس بات کو اس نے دل میں بسا

کر مسکراتے ہوئے بیتے دنوں کو بھلا دیا تھا۔

اللہ نے میرے صبر کا بہترین پھل مجھے عطا کیا تھا اور اس کیلئے میں اسکی بہت شکر گزار ہوں۔ خیر گرمیوں کی چھٹیاں تھیں اور جیسا کہ میں نے بتایا سب سال میں ایک بار اکھٹے ہوتے تھے تو آج وہی دن تھا۔ سب میرے گھر جمع تھے۔ سب مطلب سارے، پاپا، ماما، زرین، صہیب انکا گولو سا بیٹا، ہابی انکے ہزبنڈ، صوفی، شامہ، عبد، خان پیاری سی رابیل کے ساتھ کبیر لوگوں کی تمام فیملی۔

سب آج تہمان ولا میں موجود تھے وجہ حجاب کی برتھ ڈے تھی۔ پارٹی تو شام کو تھی لیکن بازل ابھی سے صوفی کی فرمائش پر کچن میں کیک بیک کرنے میں مصروف تھا۔

"صوفی بیٹا! بھائی کی ڈرائنگ کمپلیٹ ہو گئی ہے تو یہاں آجاؤ، دیکھو بابا کا کیک اوون سے باہر آ گیا ہے۔"

اس نے فرط جوش سے کیک نکال کر ٹیبل پر رکھا جہاں حجاب پہلے سے ہی بھاگتی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئی آبیٹھی تھی۔

"بابا یہ تو کیوٹ نہیں ہے۔" اس نے مایوسی سے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ابھی کیوٹ ہو جائے گا آپ دیکھیں تو سہی۔"

وہ فریج سے کیک کو سجانے کی چیزیں نکالنے لگا۔

"بابا آپ اس پر چاکلیٹ بالز بھی لگانا ورنہ یہ بالکل اچھا نہیں لگے گا۔" صوفی نے کسی ماہر شیف کی طرح اس سے کہا تھا۔

"جو حکم مائی لارڈ۔"

"میری چیریز، وہ نہیں لگی تو کیک بالکل بلیک لگے گا۔" بالاج کے بولنے کی بھی کسر رہ گئی تھی۔ بازل نے بچوں کی ہدایت پر چاکلیٹ کیک کو "رین بو" کیک بنادیا تھا۔

"واؤ یہ تو بہت یمی لگ رہا ہے۔" حجاب نے چہکتے ہوئے کہا۔ بازل کو اپنی محنت کا صلہ مل گیا۔

"ہے نا اب بابا کو سٹرونگ سی پاری دو۔" وہ حجاب کے سامنے جھک کر بولا۔ اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے جھٹ سے بازل کے گال پر بوسہ دیا۔

"اب آپ کی باری۔" وہ صوفی کی جانب جھکا پھر وہ بالاج کی طرف آیا۔

"سوری ایم ناٹ گیونگ۔ آپ کے چہرے کے بال مجھے ہرٹ کرتے ہیں۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔ بازل نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"برخوردار! کچھ سالوں بعد آپ کے چہرے پر بھی یہ آنے ہیں سو نخرے چھوڑو اور بابا کو سٹرونگ سی کس دو۔ چلو جلدی کرو۔"

اس کے جھکنے پر بالاج نے اسکی ناک کو چوما تھا۔ بازل سرشار ہوا۔

"چلو بابی، کو کیک دکھاتے ہیں۔"

صوفی کی دیکھا دیکھی بالاج اور حجاب بھی طلسہ کو بابی کہتے تھے۔

وہ کیک اٹھاتا کچن سے باہر آیا تھا۔ صوفی کے دونوں ہاتھ تھامتے بالاج اور حجاب بھی اسکے قدموں سے قدم ملا کر دوڑ رہے تھے۔

"طلسہ! دیکھو کیک ریڈی ہو گیا ہے۔"

www.novelsclubb.com

لاؤنج میں اس وقت سب براجمان باتوں میں مصروف تھے۔اس نے کیک سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔

"واؤ بازل! آپ نے تو بہت ہی زبردست کیک بنایا ہے۔"اس نے دل سے تعریف کی۔وہ خوشی سے پھول گیا۔سب نے اسکے کیک کی تعریف کی تھی۔شمامہ نے کیک پر کینڈلز لگائیں اور حجاب کو اسے کاٹنے کو کہا۔پورے لاؤنج میں ہیپی برتھ ڈے کا شور مچ گیا تھا۔فضا میں خوشگواریت پھیل گئی۔

"بازل بھائی! ایک سونگ ہو جائے۔"زرین نے کہتے ساتھ ہی اسکے ہاتھ میں گٹار تھمایا تھا۔

"کیوں نہیں۔"

بازل نے کفس فولڈ کرتے ہوئے گلا کھنکھارا۔ "May i"

اسکی مخاطب طلسہ تھی۔اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

Will you ever come find me

Will you ever come find me

?Will you ever be mine

Need you now,oh hold me closer

Need you now,oh hold me closer

Stop the wheels of time

When i close my eyes

You,re here by my side

All i ever really need is your love

Nothing i could say would ever be enough

Stay a little longer with me baby

...Won,t you stay a little longer with meee

وہ گٹار کی تار کو چھیڑتا گائے جا رہا تھا۔اسکی نظریں طلسہ پر جمی تھیں۔طلسہ بہت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عقیدت و محبت سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔ بازل طلسہ کا یوں دیکھنا بہت انجوائے کر رہا تھا۔

بازل تہمان نے اسکی زندگی کو واقعی جنت بنا دیا تھا۔ اسکے شام و سحر کو نکھار دیا تھا۔ خوشیاں جھوم جھوم کر ان کے گھر میں رقص کر رہی تھیں۔ زندگی واقعی بہت حسین ہو گئی تھی۔ اللہ نے انہیں اپنی رحمتوں سے خوب نوازا تھا۔ ہر طرف محبت کے رنگ و خوشبو بکھرے ہوئے تھے۔ آگے کی زندگی مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی اور ایک پر سکون زندگی کی نوید سنا رہی تھی۔

****

(ختم شد!)

میرے شام و سحر میری زندگی کا پہلا ایسا ناول تھا جسے میں نے مکمل لکھا تھا اس سے پہلے شاید ایک دو چھوٹی کہانیاں لکھی تھیں جو اب تک میرے سکول کے رجسٹر میں موجود ہیں اور وہاں سے کبھی باہر نہیں نکلیں۔ بازل تہمان ایک حقیقی انسان تھا

ایک بزنس مین جس کے کارڈ کو دیکھتے ہوئے میں نے سوچا تھا میں اس انسان پر کہانی لکھوں گی (نوٹ! صرف نام اور انسان حقیقی ہے کہانی فرضی ہے) اور میں نے لکھ دی، یہیں سے میرے لکھنے کی شروعات ہوئی تھی یہیں سے میں نے سوچا تھا کہ ہاں میں لکھ سکتی ہوں مجھے اس فیلڈ میں جانا چاہیے۔ میں نے بتایا نا کہ یہ کہانی میں نے تب لکھی تھی جب مجھے ٹھیک طرح سے جملے ترتیب دینا بھی نہیں آتا تھا اسی وجہ سے آپ کو اس میں کافی چیزیں ڈسٹرب کر رہی ہوں گی۔ رائٹنگ فیلڈ میں، میں ابھی بھی خود کو نو مولود سمجھتی ہوں اور جانتی کافی ساری ایسی خامیاں ہیں جن کو ٹھیک کرنا از حد ضروری ہے اور میں کوشش کر بھی رہی ہوں۔ اس لیے میرے اس پہلے پہلے ناول کو آپ تھوڑا سا برداشت کر لیں کیونکہ میں اس میں تھوڑی سی بھی تبدیلی نہیں کرنے والی ہوں مجھے میری چیز جیسی ہوتی ہے ویسی ہی بہت پسند ہوتی ہے اور پرانی چیزیں تو بہت زیادہ۔۔۔ اس لیے امید کرتی ہوں آپ مجھ سے اب کوئی شکایت نہیں کریں گے :)

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شب بخیر!

www.novelsclubb.com